تصوف ۳۲

رقعات محب

رقعات محب

مصنفہ

خادم نسوان محب حسین مدیر رسالہ معلم نسوان سابق

جسمین

فلسفہ الہیات کے اسرار باطنی و رادق مسائل علم تصوف و اخلاق نہایت ہی سلیس زبان اور بہت ہی سہل طرز بیان مین لکھے گئے ہین اور روزمرہ کی زبان مین اعلیٰ درجہ کے روحانی بھید ظاہر کئے گئے ہین جن باتونکو لوگ مرشد کامل سے برسون مین حاصل کرتے ہین وہ ہر فہمیدہ شخص خود اس کتاب کے ذریعہ سے گھنٹون مین سمجھ سکتا ہے

JUNG ESTATE LIBRARY
(Oriental Section)
PRINTED BOOKS:
No.
...1117...... No

عالیجناب افضل النسا خانم صاحبہ زاد اللہ علمہا

مطبع اختر دکن واقع افضل گنج حیدرآباد مین چھاپا گیا

1116
JUNG ESH…
Oriental S…
URDU PRINTED BOOKS
Accession No. 1117
Sahjsc…

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

عالیجناب مولوی محب حسین صاحب قبلہ مدیر رسالہ معلم نسوان جنکی اکثر تصانیف وقتاً فوقتاً شایع ہوتی رہی ہین اور جن سے پبلک اچھی طرح واقف ہے میرے اُستاد شفیق ہین۔ انھین نے ایک موقع پر مجھے کئی سال تک نہایت ہی دل دہی اور جانفشانی سے پڑہایا تھا۔ اور مین نے بہت سی کتابین مختلف علوم و فنون کی انھین سے ختم کی تھین۔ مگر جب انقلاب زمانہ سے مولوی صاحب اوہر اپنی ملازمت کی وجہ سے عدیم الفرصت ہوئے اور مجھے بھی اپنی خانگی زندگی مین مصروفیت ہونے کے سبب سے تعلیم کا موقع نہ ملا۔ تو بھی مولوی صاحب نے اپنے سلسلۂ تعلیم کو باوجود اس قدر کم فرصتی کے خطون کے ذریعہ سے جاری رکھا اور مجھے وقتاً فوقتاً اپنے قیمتی اور نہایت ہی مفید خیالات سے فائدہ پہنچانے مین دریغ نہ فرمایا۔

ان خطون سے جو اس کتاب مین مین نے جمع کئے ہین مجھے اس قدر کثیر فائدے حاصل ہوئے ہین جن کے بیان کے لئے نہ تو اتنا میرے قلم مین زور ہے کہ مین انھین لکھ سکون اور نہ اتنی عقل و دانش ہے کہ ان تمام روحانی منافع کو سمجھ سکون جو میرے دل کو پہنچے ہین مگر اس قدر اعتراف سے تو مین باز نہین رہ سکتی کہ ان خطون نے میرے خیالات مین

ایک عالم ہی دوسرا پیدا کر دیا۔ اس سے پہلے میرے وہی خیالات تھے جو آجکل کی مغربی تعلیم کے نتائج ہین۔ ان خطون نے مجھ مین مشرقی علم کی حیات ابدی کی روح پھونکدی اور مجھے اوس دنیا سے نکال کر روحانی عالم مین پہنچا دیا۔ مین عالیجناب مولوی صاحب موصوف کی شفقتون اور عنایتون کا شکریہ ادا نہین کر سکتی جو انھون نے مجھ پر بحیثیت اُستاد ظاہر فرمائی ہین۔ مجھ پر فرض ہے کہ مین بھی ان کی یادگار قایم کرنے مین حتی المقدور کوشش کرون۔ اب مین ان خطوط کو اسی مقصد کی غرض سے ایک جگہہ جمع کرکے طبع کراتی ہون تاکہ مولوی صاحب قبلہ کے کلام اور خیالات سے میری اور بہنین بھی فائدہ اٹھائین۔ اور اُن کا فیض ہمیشہ جاری رہے۔

مجھے ابتدا ہی سے خیال تھا کہ مین مولوی صاحب قبلہ کے خطون کو کبھی پبلک کے سامنے پیش کرون گی۔ اس لئے مین بڑی احتیاط سے انھین رکھتی جاتی تھی۔ اور خط نہ آنے پر تحریر خطون کی فرمائش کرتی رہتی تھی۔ اور مولوی صاحب بھی میری التماس کو بدل قبول فرماکر اپنے قیمتی وقت کو ان علمی خطون کی تحریر مین صرف کرتے تھے۔ مجھے خیال تھا کہ ان خطون کے مشتہر ہونے سے میری دینی بہنون کو بہت کچھ فائدی پہنچینگے۔ اس لئے مین ان کو مولوی صاحب سے لکھانے مین دریغ نہ کرتی تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ آج اسقدر خط جمع ہو گئے کہ وہ ایک مجلد کی حیثیت سے ناظرین کے سامنے پیش کئے جا سکتے ہین۔ اس لئے مین نے ان کو خود ترتیب دے کر طبع کرانے مین عجلت کی کیونکہ زمانہ کے تغیر و تبدل کا اعتبار نہین۔ شعر

نبشتہ بماند سیہ بر سفید　　نویسندہ را نیست فردا امید

مجھے امید ہے کہ میری اور بہنین ان خطون کے عالی مضامین سے بہت کچھ

فائدے اُٹھائین گی۔ اور لکھنے والے کو دعائے خیر سے یاد کرین گی۔

ان خطون کے چھاپنے کی اس وقت اس لئے از حد ضرورت تھی کہ اس مین فلسفہ مذہب نئے مغربی پیرایہ مین سلیس زبان اُردو کے ذریعہ سے بیان کیا گیا ہے جو کم علم عورتون کی سمجھ مین بھی آ سکتی ہے۔ اگرچہ تصوف کی علی درجہ کی کتابون کی ہماری قوم مین کچھ کمی نہین۔ مگر اسوقت ایسی کوئی کتاب اردو مین میری نظر سے نہین گذری جس مین نہایت ہی عام فہم سلیس روزمرہ کی اُردو مین مسائل توحید اور جزائے و سزائے اعمال نئے انداز سے بیان کئے گئے ہون۔ چونکہ مولوی صاحب موصوف کی خاص توجہ اسی طرف رہی کہ ایک عورت کو دقیق مسائل فلسفہ تصوف سمجھا دئے جائین اس لئے ان خطون مین خود بخود یہ بات پیدا ہو گئی ہے اور صرف اسی ایک بات سے یہ خط نہایت قیمتی اور مفید سمجھے جا سکتے ہین۔ مین اپنی سمجھ کے لحاظ سے یہ کہہ سکتی ہون کہ ان خطون کو ہر گھر مین مستورات کو دیکھنا ضرور ہے تاکہ اُصول مذہب اور سچی توحید ذہن نشین ہو جائے جو عام طور پر بہت ہی کم بیان کی جاتی ہے۔ اگرچہ بعض علمار جزبات مین مولوی صاحب سے خلاف ہون گے مگر اس مین تو کوئی شک نہین کہ اس اصول توحید سے کوئی بھی مخالفت نہین کر سکتا۔ جو ان خطون مین بار بار لکھی گئی ہے۔ فقط

راقم

افضل النسا خانم

... JUNG ESTATE LIBRARY
Oriental Section
URDU PRINTED BOOKS:
Serial No. 1117

رقعات محب

خط نمبر (۱)

مردم چشمی افضل النسا خانم - اسوقت ایک رباعی بطور عیدی کے تمہین بھیجی جاتی ہے - کیونکہ ہندوستان کے پرانے مکتبون کا دستور تھا کہ لڑکون کو عید بقرعید مین عیدیان دیجاتی تھین اور یہ عیدیان اشعار مین ہوتی تھین - اسلئے مین نے بھی یہ رباعی عیدی کے طور پر تمہین لکھی ہے - امید ہے کہ تم اس کو پسند کرو گی فقط

تمہارا دعا گو محب حسین

رباعی بتقریب عید الضحیٰ ۱۳۲۲ھ

اس باغ جہان مین رہو دائم خرم — ہر سال ہو تعلیم مین آگے ہی قدم
تم علم الٰہی مین بھی کامل ہو جاؤ — ہو عید مبارک تمہین افضل خانم

گوشہ محل - ۲۳ شعبان ۱۳۲۱ھ

خط نمبر (۲)

مردم چشمی - تمہین تعجب ہوگا کہ مین تمہارے پڑھانے کے لئے کیون نہین آیا - مگر اس کا سبب سخت مجبوری ہے اور وہ یہ ہے کہ میرا لڑکا جسکی عمر چھ سال کی ہو گی بخار سے سخت علیل ہے - اور اسکی امید زیست بہت کم ہے - اسلئے مین اس کی بیمارداری مین مصروف ہون اور کہین

جا آ نہین سکتا۔ اگر اس کو کچھ افاقہ ہو گا تو ضرور آؤن گا مجھے تمہارے
پڑھانے کا بہت خیال ہے۔ کیونکہ تم ہونہار معلوم ہوتی ہو۔ اس
وقت تمہارے لئے ایک اچھی کتاب روانہ کیجاتی ہے۔ شاید تم کو پسند ہو۔
اور تم اُس کی رسید بھیجو۔ فقط ہمارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳)

بیگم بازار ۱۷ صفر ۱۳۲۳ھ

میری لایق شاگرد۔ بعد دعا کے معلوم ہو کہ دو ماہ کے انتظار کے
بعد مجھے اس وقت تمہارا خط ملا جس کے دیکھنے سے بڑی خوشی ہوئی
اگر تم مناسب سمجھو تو کبھی کبھی مین اپنا حال تمہین لکھا کرون۔ مین
تمہین اپنی مصیبتون کا حال کیا لکھون۔ تمہین رنج ہو گا۔ اس لئے
مین اپنا زیادہ حال لکھنا نہین چاہتا۔ دو مہینے سے عارضہ عرق النسا
یعنی گاؤٹ مین مبتلا ہون۔ چل پھر نہین سکتا۔ یہہ عارضہ مہلک ہے
اگر زندگی ہے تو شفا ہو جائے گی۔ حکیم کی رائے ہے کہ تمام جسم کے
اعضا مین ایک سخت مادّہ پیدا ہو گیا ہے۔ اب ہاتھون پاؤن کی
کسیقدر ورم شروع معلوم ہوتا ہے اور دل تو اکثر دھڑکا کرتا ہے۔ مگر
کچھ تردد نہین۔ خدا نے چاہا تو اچھا ہو جاؤن گا۔

تمہین معلوم ہے کہ اس چار مہینے کے عرصے مین مجھے کسقدر
رنج پہنچے ہین۔ ادہر نوکری گئی اودہر بچہ کا انتقال ہوا۔ ... لڑکا بھی
سخت علیل ہے۔ اس کا بھی جگر بگڑ گیا ہے۔ ہر طرف ... رنج و
غم نے آخر مجھے بھی ایک سخت دل کی بیماری مین مبتلا کر دیا۔ ...

جو کچھ خدا کا منشا ہے وہی بہتر ہے۔ میرے دل کی حالت یہہ ہو گئی ہے کہ اکثر وہ دھڑکا کرتا ہے اور اس سے البتہ خوف ہے۔ مگر کوئی پریشانی نہین آدمی بڑے بڑے مرض مین مبتلا ہو جاتا ہے مگر پھر اچھا بھی ہو جاتا ہے۔ اور مجھے تو اب دنیا سے جانے کا کچھ رنج نہین۔ تمنے کتابین اور نقشے کیون واپس کر دیئے۔ یہہ میری یادگار چیزین تمہارے پاس رہتین تو بہتر تھا۔ مینے اس درمیان مین کچھ غزلین لکھی تھین اگر تم دیکھنا چاہتے ہو تو لکھو۔ مین نقل کر کے روانہ کرونگا۔ کیونکہ اب میری تصنیف طبع نہ ہو گی۔ دیوان کی اشاعت کی اجازت اس وقت تک کوتوال نے نہین دی۔

مجھے تمہارے خط آنے اور تمہاری صحت مزاج کے دریافت ہونے سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور آج بھی مین تمہارے مدرسے کے پاس سے ہو کر گذرا تھا اور دل مین خیال کرتا تھا کہ مدرسہ کی تعطیل ہو گئی ہو گی۔ گھر پہنچا ہو آکر تمہارا خط ملا۔ مین بہت اچھا ہون۔ صرف پاؤن کے انگوٹھے مین ورم ہے۔ جاتا رہے گا کچھ اندیشہ نہ کرنا فقط

مین ہون تمہارا خیر خواہ اُستاد محب حسین

خط نمبر (۴)

گوشہ محل ۱۱ر دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء

مردم چشمی۔ اس وقت تمہاری فرمایشی کتابین جو میرٹھ سے آج ہی آئی ہین اس خط کے ساتھ روانہ کرتا ہون یہہ چارون کتابین ہارمونیم کی ہین اور ان کی قیمت مع محصول ڈاک وغیرہ عہ ہے امید ہے کہ

یہہ کتابین تمہین پہنچین گی اور تم حامل رقعہ ہذا کے ہاتھ مبلغ (للعہ) روپیہ ارسال کرو گی - ان چار روپیون کی تفصیل حسب ذیل ہے :-
کتب ہارمونیم چار جلد - اُستانی لاثانی - اقلیدس -
عہ ۱۲ار ۱۰ار ۱۴ار

افسوس ہے کہ تم نے اب تک اپنی کتابون کو مجلد کتابون مین تلاش نہین کیا جن کی فہرست تم کو دی گئی تھی - مجھے معلوم تو ہو کہ آیا یہہ کتابین ان ہی کتابون مین ہین - یا جلد ساز کے پاس رہ گئین مین اب تک زندہ ہون - مگر مزاج کی ناسازی کی وجہ سے چند روز اچھا نہین رہا - اب اچھا ہون اور تم کو اکثر دعا دیتا ہون - کہ خدا تم کو علم و فضل نصیب کرے - مین امید کرتا ہون کہ جہان کہین تم پڑہو اور جس کسی سے تم علم حاصل کرو تم کسی طرح اس نعمت کے حاصل کرنے مین دریغ نہ کرو گی - کیونکہ یہہ بڑی دولت ہے - تمہارا علمی شوق و ذوق مجھے معلوم ہے - فقط

خط نمبر (۵)

بیگم بازار — تمہارا دعا گو محب حسین

مردم چشمی - مجھے افسوس ہے کہ تمہاری کتابین ابکی بہت دیر مین جلد ساز کے ہان بھیجی گئین - اس کا سبب یہہ ہوا کہ مکان کے بدلنے اور اسباب لے جانے وغیرہ مین دیر ہو گئی - اب جلد ساز نے دوشنبہ کا وعدہ کیا ہے - سہ شنبہ یا چہار شنبہ تک کتابین تیار ہو کر آجائین گی - مہربانی کر کے چہار شنبہ کو آدمی میرے پاس بھیجیے

ضرور روانہ کر دون گا۔
اس وقت یہہ چند کتابین تمکو بطور نذر روانہ کرتا ہون۔ امید ہے کہ یہہ ناچیز تحفہ قبول کیا جائے گا۔ مصرع برگ سبز ست تحفۂ درویش باقی حال میرا بدستور سابق ہے۔
مجھسے تمہاری دوست عظمت النسا بیگم نے کہا ہے کہ تمہین انگریزی ناول "ہاجرہ" اور اس ناول کی ضرورت ہے۔ جس کا ترجمہ "سیر ظلمات" ہے اگر ایسا ہے تو مجھے کہلا بھیجو تاکہ مین بمبئی سے یہہ کتابین تمہارے لئے منگا دون۔ اور جس کتاب کی ضرورت ہو اس کو بھی وقتاً فوقتاً لکھتی رہو تاکہ تعمیل فرمایش کی جائے۔ فقط

مطبع علم و عمل۔ تمہارا خیر خواہ محب حسین

خط نمبر (۶)

مردم چشمی۔ بعد دعا کے واضح ہو کہ ایک کتابون کا پارسل بھیجا جاتا ہے۔ امید ہے کہ اسکی رسید آدمی کے ہاتھ بھیجدوگی۔ ہارمونیم کی دو کتابون کا پارسل بھی آگیا ہے اسکی قیمت دو روپیہ روانہ کردو کل وہ بھی ڈاک خانہ سے منگا کر بھیجدون گا۔ کتابین خط سے مقابلہ کرلو۔ اگر کوئی کتاب کم ہو گی تو پھر نول کشور کے مطبع کو لکھا جائے گا جہان سے یہہ کتابین طلب کی گئی ہین۔ مین اسوقت عظمت النسا بیگم کو دیکھنے جاتا ہون فقط

خط نمبر (۷)

دولت خانہ۔ تمہارا دعا گو محب حسین

مائی ڈیر بیوپل۔ بعد دعا کے معلوم ہو مجھے بڑی خوشی ہوئی جو

جو اسوقت تمہاری آیا آئی خدا تمہین خوش رکہے جو تم ہم سی غریبون کو کبھی کبھی یاد کرلیا کرتی ہو۔

اس وقت ایک نئی غزل کہی ہے جو یہان درج کیجاتی ہے۔ یہ غزل اخبار مین طبع نہ ہوگی۔ اسلئے اسکی نقل تمہین بھیجی جاتی ہے۔

کہان وطن کی محبت ہی خود پسند و نمین
ہے درد قوم کا درد اک دردمند و نمین
ہے علم و فضل پہ انسان کو فخر و ناز مگر
کہان وہ عفت و عصمت جو ہی پسند و نمین
ہے قوم و ملک کی حالت کا بھی کسیکو خیال
پڑے ہوئے ہین جو ہم سب گہرونکی دھند و نمین
رواج و رسم سے چھوٹین تو کچھ ترقی ہو
پھنسے ہوئے ہین یہ دام بلا کی پھند و نمین

میری طرف سے عظمت النسا کو بہت بہت دعا کہنا۔ میری آنکھون کا ورم اب جاتا رہا ہے اور مین بہت اچھا ہون فقط

دفتر علم و عمل کشمیر — تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۸)

مردم چشمی۔ افسوس ہے کہ اب تو تمہارا حال مہینون معلوم نہین ہوتا۔ خدا سے امید ہے کہ تمہارا مزاج اچھا ہوگا اب نہ تم اور نہ عظمت النسا بیگم کوئی بھی خط نہین لکھتین۔ ہم تو خدا سے ہر وقت یہی دعا مانگا کرتے ہین کہ خدا تمہین خوش رکھے مجھے امید ہے کہ تم ہمکو اپنے

مزاج کی تندرستی سے ہمیشہ اطلاع دیا کرو گی فقط

خط نمبر (۹)

دفتر علم و عمل یکم تیر
تمہارا دعاگو محب حسین

مردم چشمی - بعد دعا کے معلوم ہو کہ مین خیریت سے ہون اور تمہاری خیریت ہر وقت چاہتا ہون - تمہارے لکھنے کے موافق اسوقت تلسی بائی اور عباس خان کی داستان ایک جگہہ جمع کر کے روانہ کرتا ہون - آئندہ اسی طرح جب قصہ پورا ہو جائیگا تو اُس کو بھی نذر کرون گا -

مجھے انتظار ہے کہ تم کب سے پڑھنا شروع کرو گی - مجھے آجکل بہت فرصت ہے - ۲ بجے سے چھ بجے تک مین پڑھا سکتا ہون - افسوس ہے کہ تم نے ناحق پڑھنا چھوڑ دیا ورنہ آج تک بہت سی کتابین تمام ہو جاتین - خیر اب بھی کچھ نہین گیا ہے وقت کو غنیمت سمجھنا چاہئے اور علم کی سی نعمت کو ہاتھ سے نہین دینا چاہیئے فقط
تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۰)

عقب مسجد افضل گنج - روز شنبہ

مردم چشمی - اس وقت رات کا سمان کچھ عجیب وحشت ناک ہے - مین افضل گنج کی مسجد کے عقب مین ایک چھوٹے سے مکان کے اندر جس کی کھڑکیان سڑک کی طرف کھلی ہوئی ہین میز پر بیٹھا ہوا تمھین یہ خط لکھ رہا ہون - چارون طرف سناٹے کا عالم ہے - مگر سڑک پر کبھی کبھی بگھیون کے گذرنے کی آواز کان مین

آجاتی ہے۔ ہین! کیا مین تمہین یہ خط لکھ رہا ہون یا کوئی ناول۔
مین آج کل اپنی حالت تمہین کیا لکھون۔ دن رات
کام مین مصروف ہون۔ کبھی تو اخبار کے مضمون لکھتا ہون۔ کبھی
ریڈنگ روم مین جا کر تمام اخبارون مین سے خبرین انتخاب کرتا ہون
کبھی لوگون کے گھرون پر اخبار کے خریدار پیدا کرنے کے لئے
پھرتا ہون۔ اتنا کام مجھے نوکری مین کبھی کرنا نہین پڑتا تھا۔ آج ایک مہینے
سے زیادہ عرصہ گذرا کہ ایک غزل تک لکھنے کی فرصت نہین ملی
بہت بڑی وقت یہ ہے کہ عہدہ دارون کے پاس ریاست کے
حالات دریافت کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ پولٹیکل مضامین کا
لکھنا بہت دشوار ہے۔ سرکار۔ رعایا۔ اور مخالفین سب کا خوف ہے
اگر ذرا بھی غلطی ہوئی تو سرکار سے بازپرس ہوتی ہے۔ لوگ نالشین
کرنے پر مستعد ہوجاتے ہین۔ غرضکہ اخبار لکھنے مین ہزارون آفتون کا
سامنا ہے۔ پھر آمدنی اس محنت کے برابر کیا بلکہ ایک حصہ بھی نہین۔
لیکن مین کیا کرون خالی بیٹھنے سے بھی تو دل گھبراتا ہے۔ مین یہ سمجھتا
ہون کہ مشغلہ یہی ہے۔ مگر مجھے تمہاری فرمایش کا ہر دم خیال تھا۔ آج
ایک شطرنج کی عمدہ کتاب ہاتھ آگئی۔ اسکو مین بطور ہدیہ کے تمہین
بھیجتا ہون۔ یہ سلمی کتاب شطرنج ہی کے بیان مین ہے۔ گو پرانی
کتاب ہے مگر نادر اور کمیاب ہے۔ کتاب تو نذر کرتا ہون مگر مجھے خوف ہے
کہ کہین تم شطرنج کو جو بیکارون کا کام ہے۔ اپنا روزمرہ کا مشغلہ نہ بنالو

اور تحصیل علم سے محروم رہو۔ ایسے وقت کو اگر کتابون کے پڑھنے مین صرف کرو تو بہتر ہے کتابون سے زیادہ شطرنج دلچسپ نہین میرے لایق جو کام ہو اس سے ہمیشہ مطلع کرتی رہو۔ فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۱)

بیگم بازار ۱۰ ار سے

میری لایق شاگرد۔ بعد دعا کے معلوم ہو کہ مین نے تمہاری فرمایش کے مطابق تمہارا خط آتے ہی کتاب فروش بمبئی کو لکھا کہ ہاجرہ کی ایک کاپی بھیجدیجائی جواب اُس خط کا آیا جس کو مین تمہارے دیکھنے کے لئے روانہ کرتا ہون۔ کتاب بمبئی مین نہین ہے۔ ولایت سے منگائی جائیگی اور تم کہو گی تو وہان سے طلب کر لی جائیگی اب مین اور کمپنیون کو بھی لکھتا ہون۔ شاید مدراس کے تاجرون کے پاس ملے۔ غرض کتاب ضرور آجائے گی خاطر جمع رکھو۔

میرے مزاج کی کیفیت یہ ہے کہ حکیم صاحب کی دوا سے پاون ہاتھون کا سب ورم دور ہوگیا۔ اور بظاہر عارضہ عرق النسا سے شفا ہوئی۔ کل مین دو مہینے کے بعد باغ عامہ کو بھی پیدل گیا تھا۔ مگر ضعف اور ناتوانی ابھی تک باقی ہے۔ وہ بھی دور ہو جائے گی۔ جو خدا کی مرضی ہے وہی میری خوشی ہے کیونکہ خوشی بھی وہی دیتا ہے اور رنج دُکھ بھی وہی۔ اور دنیا مین انسان ایک حالت پر تو رہ نہین سکتا۔ اب میرے لڑکے کو بھی آرام ہے۔ تردد نکرنا کل وہ میرے پاس آیا تھا۔

مین نے اب سخت گوشہ نشینی اختیار کی ہے اور بجز دو ایک خاص دوستون کے اور کسی سے نہین ملتا۔ چونکہ میرا دل تنہائی پسند ہے اسلئے تنہائی مین

اکثر شاعری کا شغل رہتا ہے۔ جب دل گھبراتا ہے تو کچھ غزلین لکھتا رہتا ہون۔ اس عرصہ مین مین نے بہت سی نئی غزلین لکھ ڈالی ہین۔ اگر تمہین دیکھنے کا شوق ہو تو مین اونکی نقلین تمہین روانہ کر سکتا ہون۔ مگر جب تک تم مجھے اس بارہ مین نہ لکھو گی۔ مین ان موتیون کو تمہارے نذر نہ کرونگا اگرچہ مین تمہین کسی تحفہ کے بھیجنے کے لایق نہین ہون۔ مگر میرے یہ جگر کے ٹکرے ہی تمہاری نذر کے لایق ہو سکتے ہین۔

افضل النسا خانم مین تمہین اتنا لکھنا چاہتا ہون کہ تم علم کی طرف بدستور سابق راغب رہنا اور اسکی تحصیل کو ایک اعلی نعمت سمجھنا۔ اگرچہ تمکو انگریزی کی بڑی ضرورت ہے مگر فارسی۔ عربی زبانون کو بھی تمہین ضرور اعلی درجہ کے استادون سے پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ بغیر علوم و فنون اور اپنی زبانون کے حصول کے تم لایق نہین ہو سکتی ہو۔ محض انگریزی سے تم کوئی قابل قدر عورت سوسائٹی مین نہ ہو گی۔ اور اب تمہین کوئی عورت پڑھا نہین سکتی اسلئے تم ضرور کسی مرد استاد سے پڑھو۔ اور علم کے حاصل کرنے مین کبھی نہ شرماؤ۔ دیکھو یہ عجیب چیز ہے۔ دولت۔ ثروت۔ حکومت۔ سب اس کے آگے ہیچ ہین۔ علم انسان کو عمر بھر خوش رکھتا ہے۔ اور ہزارون بلاؤن سے چھوڑاتا ہے۔ اگر کوئی شخص دنیا مین خوش رہنا چاہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ علم سے دوستی پیدا کرے۔ ہر حالت مین یہ دوست اس کو خوش رکھتا ہے باقی اور سب دوست فضول ہین جنکا اعتبار نہین۔

مین اسوقت ایک غزل کہہ رہا ہون۔ ابھی تمام نہین ہوئی۔ کچھ شعر کہے ہین

مگر دل یہی چاہتا ہے کہ تمہین یہ شعر سنا دون۔ اس لئے یہان انھین لکھتا ہون۔

نہ جا غیرون کے کہنے پر بغیر تجربہ ہرگز
کبھی اچھون کو بھی خلق خدا کچھ اور کہتی ہے

زمانہ نے بہت پیسا فلک نے بھی بہت رگڑا
دل خستہ سے تائید خدا کچھ اور کہتی ہے

بجز صبر و رضا کیا کیجیے اُس شوخ کا شکوہ
جفا کچھ اور کہتی ہے وفا کچھ اور کہتی ہے

جہان بدلا نہ بدلے ہم رہی اک حال پر قایم
مگر اب تو زمانے کی ہوا کچھ اور کہتی ہے

جدھر دیکھو ادھر ہین علم و فضل و قوم کے چرچے
سمان بدلا ہی مغرب کی ہوا کچھ اور کہتی ہے

ابھی اتنے ہی شعر ہوئے ہین جنہین بھیجے اسوقت جلدی کے مارے تم کو لکھ بھیجا۔ اب تو مین صبح سے دس بجے تک شعر کہتا ہون اور پھر سارا دن کچھ علمی مضامین لکھا کرتا ہون۔ ان اشغال مین مجھے کچھ وقت معلوم نہین ہوتا۔ مین اب تم سے بھی زیادہ پردے مین ہون۔ کہین باہر نکلنا ہی پسند نہین کرتا۔ اور نہ کسی سے ملتا۔ اب مین کسی جلسہ دعوت وغیرہ مین کہین نہین جاؤنگا اور باغ کے جانے کو بھی ترک کر دیا ہے۔ غرض کہ اب مین اپنی زندگی ایک نہایت ہی سخت گوشہ نشینی مین کاٹنا چاہتا ہون بشرطیکہ دنیا مجھے چھوڑے۔ کیونکہ بال بچون کا ساتھ ہے اور انکی فکر ضروری ہے۔ اس سے تو مین مجبور ہون۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا تو مین کسی جنگل کو چلا جاتا اور وہین خدا کی یاد مین یہ دن گذارتا۔ مگر کیا کیا جائے۔ اہل وعیال کی پرورش بھی ضروری ہے۔ مین اب دنیا سے سخت متنفر ہون اور چونکہ زندگی کے دن آخیر ہین۔ اس لئے اب یہی اچھا معلوم ہوتا ہے

کہ خدا کی یاد نہین یہ دن گذرین - لوگ مجھے لامذہب کہتے ہین مگر دیکھو مین خدا کا کیسا قائل ہون اس کی یاد ہمیشہ میرے دل مین ہے اور اُسی کا جلوہ ہر رنگ مین دیکھتا ہون - اگر مین تم سے یہ کہون کہ خدا کو مین نے اپنے آنکھون سے دیکھا ہے تو تمہین کبھی یہ بات باور نہ آئے گی اور تم ہنسوگی - مگر نہین یہ ہرگز جھوٹ نہین - آدمی کی آنکھین اگر کھلین تو ہر جگہہ اس کا جلوہ موجود ہے - ابھی تم ان تصوف کے مسئلون کو نہین سمجھہ سکتی ہو خیر اب کاغذ مین جگہہ باقی نہین رہی - بہت بکا اور تمہارا وقت ضائع کیا - معاف کرنا - تمہارا دعاگو محب حسین -

خط نمبر (۱۲)

مائی ڈیر افضل النسا خانم - عید مبارک مجھے تمہارے اس خط کے سننے سے بڑی ہی خوشی ہوئی - جبکو تم نے عظمت النسا بیگم کے پاس بھیجا تھا - تم نے مجھ سے دو شکایتین کی تھین - ایک تو یہ کہ مین تمہین خود خط نہین لکھتا اور دوسرے تمہارے پڑہانے کو نہین آتا - تم ہی اپنے دل مین انصاف کرو کہ یہ شکایتین کسکو کرنا چاہیئے - آج تقریباً پانچ سال ہوئے کہ تم نے کبھی مجھے عید بقر عید مین بھی نہین بلایا اور نہ کبھی پڑہنے کی درخواست کی - ورنہ مین دل وجان سے تمہارے پڑہانیکو تمہارے مکان پر آتا - خیر جو کچھ ہوا سو ہوا - اگر تمہاری شکایت سچی ہے تو کوئی وقت مقرر کرو - مین تمہارے پڑہانے کے لئے آنے کو مستعد ہون - مجھے کوئی سواری کی ضرورت نہین اور نہ مین کوئی معاوضہ چاہتا ہون فقط

تمہارا کہلا بھیجنا کافی ہے ۔ مین بسر و چشم تمہاری تعلیم کے لئے حاضر ہون ۔ واقعی مین نے تمہین خطوط نہین لکھے اور نہ ان کے ذریعہ سے تمہین تعلیم دی ۔ اب جب کہ تمہاری خواہش ہے تو مین ضرور ہفتہ وار خط لکھا کرون گا ۔ اور ان کے ذریعہ سے تمہین اعلےٰ درجہ کے خیالات سے فائدہ پہنچاؤن گا ۔

مجھے امید تھی کہ تم عید کو عظمت النسا بیگم کے ساتھ ضرور مجھے بلاؤ گی ۔ اور ایک مدت کے بعد تمہارے خیالات کے معلوم ہونے کی خوشی حاصل ہوگی ۔ مگر اب وقت گذر گیا اور شاید آج بھی تم سے باتین کرنیکا موقع نہ ہوگا ۔ مجھے تمہارے پڑہانے مین کوئی عذر نہین اور مجھے بالکل فرصت ہے ۔ جو کچھ غفلت ہے وہ تمہاری ہی جانب سے ہے ۔ دیکھو علم جیسی دولت کو ہاتھ سے نہ دو ۔ اور اس کو حاصل کرتی جاؤ ۔ انسان کے لئے اس سے بڑہ کر کوئی نعمت نہین اور استاد شفیق بھی دنیا مین بہت کم ملتا ہے ۔ مین کچھ اپنی کسی ذاتی فائدہ سے تمہین نہین لکھنا چاہتا ہون ۔ بلکہ اس سے خاص تمہارا فائدہ ہے ۔

انسان کو اس دنیا سے جانے کے بعد صرف علم الٰہی ہی اُس کے ساتھ یہان سے جاتا ہے اور کوئی چیز وہ نہین لے جاتا ۔ پس جس نے اس شریف علم کو حاصل نہ کیا گویا اُس نے اپنی زندگی برباد کی ۔ اور خداوند تعالیٰ کو نہ پہچانا ۔ جسکی شناخت کے لئے وہ اس دنیا مین بھیجا گیا تھا ۔

چھوٹے بہادر کو بہت بہت پیار کرنا فقط ۔ راقم تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۳)

فردوس منزل - روز شنبہ ۱۲ محرم

مائی ڈیر افضل النسا خانم - مین نے اسوقت تمہین جو شاعری کا رسالہ بھیجا ہے اس مین میری ایک غزل ہے - مین نے تم کو اس ہفتہ مین قصداً خط نہین لکھا - اس لئے کہ مجھے اس بات کا امتحان منظور تھا - کہ آیا میرے خطون سے تمہین کوئی دلچسپی ہے یا نہین اور آیا تم انہین شوق سے پڑہنا چاہتی ہو اور اُن سے فائدہ اٹھاتی ہو یا نہین - مگر خدا کا شکر ہے کہ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ تم میری تحریر سے فائدہ اٹھاتی ہو - مجھے امید ہے کہ تم میرے اس امتحان اور تاخیر کو معاف کرو گی -

افضل النسا خانم - آدمی کو سب سے پہلے اپنی شناخت ضروری ہے جو اپنے آپ کو پہچانتا ہے وہ خدا کو پہچانتا ہے - گویا ہماری ہی معرفت سے ہم کو خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے - خدا کا عرش کسی آسمان یا زمین پر نہین ہے وہ انسان کے دل کے اندر ہے - انسان مین دونون عالم یعنی دنیا اور آخرت سمائے ہوئے ہین - وہ ایک ایسی شئے ہے جس کو خدا کا خلیفہ کہا گیا ہے - تم جانتی ہو کہ خلافت اسی کو دی جاتی ہے جس کو اس کی لیاقت ہو - جب انسان خدا کا خلیفہ ہو سکتا ہے - تو اسمین خدا کے سے صفات بھی ہونے چاہین - اس مین کوئی شک نہین کہ آدمی مین ربانی اور شیطانی دونون اوصاف جمع ہین - اگر وہ ربانی صفات کے حاصل کرنے پر آمادہ ہوا تو خدائی کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اور اگر شیطانی خصائل کی طرف گرا تو شیطان سے بڑھ کر ہو جاتا ہے - عام لوگ دنیا مین

سب نفس اور شیطان کے دام مین پھنسے ہوئے ہین اور مرتے دم تک اس جال سے نہین چھوٹتے ہین۔ اس لئے وہ دنیا اور آخرت دونون کو خراب کر لیتے ہین۔

افضل النسا خانم آدمی ایک جسم سے نہین بنا ہے بلکہ اس کے سات جسم ہین اور وہ سب جسم ایک کے اندر دوسرا موجود ہے۔ جیسے تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک ڈبیہ کے اندر کئی ڈبیان ہوتی ہین۔ پس اسی طرح آدمی بھی سات جسمون سے مرکب ہے۔ مین تمہارے سمجھانے کے لئے ایک نقشہ ذیل مین درج کرتا ہون۔ اس سے تمہین یہ مطلب بخوبی سمجھ مین آئیگا اس نقشہ مین نمبر ا ہمارا اوپر کا جسم ہے جو مرنے کے بعد خاک ہوجاتا ہی نمبر (۲) جسم لطیف ہے جو مرنے سے کئی ماہ تک قایم رہتا ہے۔ نمبر (۳) پران یا روح حیوانی ہے جو ہمارے تمام مادی جسم کا انتظام کرتی ہے۔ اور وہ بھی اسی بدن کے ساتھ فنا ہوجاتی ہے۔ نمبر (۴) یہ نفس ہے جسمین تمام خواہشین۔ غضب۔ حسد۔ بغض و عداوت وغیرہ ہین۔ یہ نفس ہم مین اور دوسرے حیوانون مین یکسان ہے۔ دنیا کی ساری لذتین اور حظوظ اسی نفس سے تعلق رکھتے ہین۔ یہ نفس بھی جسم کثیف کے ساتھ فنا ہوجاتا ہے۔ یا اگر نفس زور دار ہوا تو بھر

۷	روح مجرد یا نور آلہی
۶	بدھی یا عقل
۵	قلب
۴	نفس
۳	پران یا روح حیوانی
۲	جسم لطیف
۱	جسم کثیف یا اوپر کا بدن

دوسرا قالب اپنی خواہش کے موافق اختیار کرتا ہے - یعنی اگر دنیا مین انسان نفس ہی کی خواہشون مین پھنسا رہے گا تو اُس کو ان خواہشون کے مطابق مرنے کے بعد عذاب یا رنج اٹھانا پڑے گا - اور یہ چوتھا جسم بری حالت مین قایم رہے گا - نمبر (۵) یہ قلب ہے - اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب نفس زوروار ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ مل جاتا ہے اور جب روح کو زور ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے - نمبر (۶) بدھی یا عقل کا مقام ہے جو سرچشمۂ علم اور دانائی ہے - نمبر (۷) یہ روح مجرد کا مقام ہے جو کبھی فنا نہین ہوتی - یہی روح ہستی مطلق کا جز ہے جو ہمیشہ سے تھی اور ہمیشہ رہے گی -

تو اب تم کو معلوم ہوا کہ ہر انسان مین دو جز ہین ایک تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے اور دوسرا باقی رہتا ہے - پس آدمی قدیم بھی ہے اور حادث یعنی بدلنے والا بھی ہے - اس لئے عاقل آدمی قدیم چیز کو حاصل کرتے ہین اور جاہل آدمی نفس کی پرستش مین گذارتے ہین - جو لوگ دنیا مین خدا کا علم حاصل کرتے اور عبادت آلہی مین مصروف رہتے اور نفسانی خواہشون کو دبائے رہتے ہین اون کی روح زوردار ہوتی جاتی ہے - اور رفتہ رفتہ ان کا تمام جسم بھی نورانی ہو جاتا ہے - ایسے لوگون کو موت نہین - وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہین - بلکہ مٹی تک اون کے بدن کو نہین کھاتی اور مرنے کے بعد وہ بڑے آرام سے جنتون مین رہتے ہین - برخلاف اس کے جنہون نے دولت مال وجاہ - عزت آبرو اور دنیا کی نعمتون

اور لذتوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ وہ مرنے کے بعد بڑے گھاٹے مین ہین۔ اور دنیا بھی انکی آرام وراحت سے نہین گذرتی خدا سب آدمیون کو عقل دے۔

میری طبیعت اب آج کل اچھی ہے جو کچھ مضامین لکھا کرتا ہون۔ وہ تمھین روانہ کرتا جاتا ہون۔ فقط　　تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۴)

نیلمانہ موسیٰ خان کا احاطہ ۱۳ فرروری

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ اس وقت یہ رسالہ تمہارے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اسمین میرا ایک مضمون اخلاق پر ہے۔ امید کہ تم اسکو توجہ سے پڑہو گی۔ مین اگر اپنا حال تم کو لکھون کہ مین کیا کیا کرتا ہون۔ تو بیشک تم کو فائدہ تو ہوگا۔ مگر تمہارے دلمین میری وقعت قائم ہوگی اور تم مجھکو اچھا سمجھنے لگو گی۔ اور مجھکو یہ نقصان ہوگا کہ میرے نفس کو اپنے اچھے فعل لوگون پر ظاہر کرنے اور اپنے بڑائی چاہنے کی عادت ہوگی اور تم کو معلوم ہے کہ غرور سب سے مہلک مرض ہے۔ اگر اپنی کمزوریاں اور نقص تم پر ظاہر کرتا ہون تو تم کو سخت نفرت ہوجائے گی اس لئے اپنا حال لکھنا فضول ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جو کچھ مین لکھون گا وہ میرے ہی تجربہ کی بات ہوگی افضل بیگم! سب سے پہلے خداوند تعالے کی نسبت صحیح خیالات یا معلومات حاصل کرنا چاہیے کیونکہ جب اصول معلوم ہوگئے تو فروعات خود معلوم ہوجائینگی۔ خدا ایک ایسا ذات خود مستقل وجود ہے کہ جو اپنے آپ سے قائم ہے اور اسی کی ذات سے ہم سب کا وجود

وابستہ ہے۔ ہر ذرہ مین وہ یا اوس کا نور موجود ہے۔ یہ تمام عالم جس کو تم دیکھتے ہو وہی مختلف شکلون مین موجود ہے وہ خود ہر چیز مین ظاہر ہوا ہے اس کے سوا اور کوئی چیز موجود نہین۔ مجھکو ہر طرف خدا ہی خدا معلوم ہوتا ہے اور مین اوسی کو دیکھتا ہون۔ اسی سے کلام کرتا ہون اسوقت جو مین خط لکھ رہا ہون اسی کو لکھ رہا ہون۔ وہی میرا مخاطب ہے۔ مگر اس نے تمیز کے لئے افضل بیگم کی شکل اختیار کی ہے۔ اور دوسرون سے پہچان کے لئے اس کا نام افضل بیگم رکھا ہے۔ کچھ تمہین پر موقوف نہین۔ جو کچھ تمہین نظر آتا ہے وہی ہے۔ مگر آدمی اس بات کو نہین سمجھ سکتا۔ اور اگر اس بات کو کسی سے کہو تو وہ کہنے والے کو دیوانہ کہے گا۔ تم بھی میرے اس خیال کو وقعت کی نظر سے نہ دیکھو گی اور مجھے بھی خیال کرو گی کہ مولوی صاحب کا دماغ بگڑ گیا ہے۔ مگر ایسا خیال نہ کرنا۔ مین بہت ہوش و حواس کے ساتھ یہ بات تمکو لکھ رہا ہون۔ دیکھو قرآن شریف مین یہ آیت موجود ہے۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ یعنی جسطرف کو منھ کرو وہیں خدا کا منھ ہے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ جو چیز دیکھتی ہو وہ خدا ہی ہے۔ مگر اس سے یہ مطلب نہین ہے کہ ہر چیز تمام و کمال خدا ہے بلکہ اس کا جز ہے۔ مثلاً دریا مین حباب یا بلبلے عین دریا تو نہین ہین مگر دریا ہی کے جز ہین۔ اگرچہ حباب کی شکل جدا ہے مگر دریا اور حباب اپنی اصلیت مین پانی ہین۔ پس عالم کی تمام چیزین گو شکل و صورت مین جدا جدا ہین مگر اصلیت مین وہی ایک ہستی مطلق یعنی خدا ہے جو ان تمام مختلف شکلون مین ظاہر ہوا ہے۔ یہ خیال تمام تصوف اور اسلام کی

جان ہے۔ اور اسی مسئلہ پر آدمی کی نجات منحصر ہے۔ افضل بیگم! اگرچہ تم کو اس توحید کے سننے سے تعجب اور حیرت لاحق ہو گی اور شاید تمہین ایسی باتون کے سننے سے وحشت بھی ہو۔ مگر کیا کوئی شخص جسکو ایک چیز سے بہت بڑا فائدہ ہوا ہو اوس کو وہ اپنے دلی دوست سے چھپا سکتا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دنیا اور آخرت سے نجات حاصل کرے اور اسکا دوست گمراہی مین پڑا رہے۔ دیکھو تمام مسلمان اس توحید کے مسئلہ مین بہت بڑی غلطی کرتے ہین۔ اور اس لئے وہ مشرک ہین۔ بڑے بڑے مولوی جنہین اس توحید کی ہوا بھی نہین لگی یہ سمجھتے ہین کہ خدا ایک مقام پر جس کو عرش کہتے ہین بیٹھا ہوا ہے وہ خدا کو ایک جگہہ مین محدود کرتے ہین۔ اور یہ شرک محض ہے۔ خدا کو ایک جگہہ محدود کرنا اور مخلوق کو غیر خدا سمجھنا اسی طرح شرک ہے جیسے کوئی کسی بت ہی کو خدا سمجھے۔ پس تم کو اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ خدا اپنی شان مین عالم سے علحدہ بھی ہے۔ اور پھر مختلف شانون یا لباس مین عالم مین موجود بھی ہے۔ تم اس مثال پر غور کرو کہ سمندر خود علحدہ موجود ہے اور اس کا پانی۔ موج حباب۔ برف مختلف ظروف مین پایا جاتا ہے۔ دیکھو اگر مختلف مٹی کے برتنون مین پانی بھر جائے تو پانی تو سب برتنون مین ایک ہی ہوگا مگر ظروف کی شکلین مختلف ہونگی۔ اسی طرح انسانون حیوانون۔ درختون۔ پتھرون کی شکلین تو جدا جدا ہین۔ مگر ان سب مین وہی ہستی مطلق یعنی اللہ یا خدا موجود ہے۔ اگر ایک ذرہ مین اس کا وجود پایا نہ جائے۔ تو وہ کبھی موجود نہ ہوگا۔

افضل النسا خانم - قرآن شریف مین صاف لفظون مین یہ آیت موجود ہے
کہ - نفخت فیہ رُوحی - یعنی آدم مین مین نے اپنی روح پھونکی اور یہ کہ خلقت
الادم علے صُورتی - یعنی مین نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے - تو اب تمکو
معلوم ہوگیا کہ انسان کی صورت خدا کی صورت پر بنائی گئی ہے - اور اس کی
روح خدا کی روح ہے - مگر اس سے یہ مطلب نہین کہ انسان ہی خدا ہے
بلکہ خدا پھر اپنی علیحدہ ایک اور شان بھی رکھتا ہے اور انسان کی صورت
مین بھی موجود ہے - توحید کے مسئلہ کو شاہ خاموش صاحبؒ کے دیوان
مین تم پڑھو - انھون نے اپنے اشعار مین اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے - تم
جانتی ہو کہ شاہ خاموشؒ کا مقبرہ ریلوے اسٹیشن کے پاس ہے اور ہر
سال ان کا بہت بڑا عرس ہوتا ہے - یہ ایک کامل بزرگ تھے اور ان کا دیوان
ہر قیمت پر ملتا ہے - اگر تم دیکھنا چاہتی ہو تو اس وقت وہ عظمت النسا بیگم
کے پاس موجود ہے - وہ اور اونکی ساس دونو اس کو پڑھا کرتی ہین - مین
اس دیوان کو بہت پسند کرتا ہون - شاہ خاموشؒ خدا کے عشق مین بہت
چور تھے - اور عشق حقیقی سے بہتر دنیا مین کوئی چیز نہین مگر سب سے پہلے
تم توحید کے مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کرو - اگر تمہاری سمجھ مین نہ آئے تو تم
اپنے شکوک خط کے ذریعہ سے مجھپر ظاہر کرو مین تمکو جواب دونگا - اب زیادہ
تحریر کی گنجائش نہین -

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۵)

مائی ڈیر افضل النسا خانم - مین تمکو نہین بھولا اتوار کے روز مین نے

اپنی عادت کے موافق تمہین خط لکھا تھا اور اس کے لفافہ کو بند کرنے کے بعد مجھے یہ خبر ملی کہ تمہارا پیارا شوہر تالاب مین ڈوب کر مر گیا۔ اس خبر سے مجھے ایک قسم کی حیرت سی ہو گئی اور مین نے لوکل اخبار کو منگا کر پڑہا۔ اور اس کی تصدیق ہوئی اس حادثہ جانکاہ سے جو کچھ دل کو رنج ہوا اُس کے اظہار کی ضرورت نہین۔ تم خود سمجھ سکتی ہو۔ مگر انسان کیا کر سکتا ہے صرف یہی دعا ہے کہ خدا تمکو اور مرحوم کے مان باپ کو صبر عنایت فرمائے وہ خط بجنسہ میرے پاس امانت رکھا ہے اگر تم چاہو گی تو بھیجدیا جائیگا۔

خیر اب جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ ساری عمر رونے کو بھی کافی نہین۔ اور خدا کی مرضی اور حکم کو بغیر صبر اور شکر کے رو رو کر جو لوگ برداشت کرتے ہین وہ آخری ثواب سے بھی محروم رہتے ہین۔ مین سمجھتا ہون کہ تم اب دل کو مضبوط کر کے ہر طرح سے صبر اختیار کرو گی۔

دنیا مین ہزارون بلکہ لاکھون بیوہ عورتین موجود ہین اور رات دن ایسی ہی وارداتین ہوتی رہتی ہین۔ خدا کے ارادے مین کسی کو دخل نہین جو کچھ وہ کرتا ہے وہ سمجھ مین نہین آسکتا۔ برائی مین سے اچھائی اور اچھائی مین سے برائی پیدا ہوتی ہے کبھی ظاہر مین آفتین آتی ہین اور باطن مین راحتین ہوتی ہین۔ غرضکہ خداوند تعالےٰ کے راز مخفی کو کون پا سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ جو کچھ ہوا وہ اچھا ہی ہوا۔ اور جو کچھ ہوگا وہ بہتر ہی ہوگا۔

تمہارا دل بہت گھبراتا ہوگا۔ اگر اس حالت مین تم وہ ذکر الٰہی کرو۔

جس کو مین سنے تمہین بتایا تھا۔ تو تمہارے دل کو بڑی تسکین حاصل ہو گی۔ اب تم پانچ وقت نماز اور ہر روز قرآن شریف سمجھکر پڑہا کرو۔ پنجاب مین جو قرآن اُردو کا طبع ہوا ہے وہ بہت اچھا ہے اسکے سوا قصص الانبیا اور تاریخ کی کتابون کو بھی مطالعہ کرو۔ اور اپنے دل کو پڑہنے مین لگاؤ۔ اگرچہ تمہارے دل پر اسقدر صدمہ ہے کہ تم کتابون کو بھی پڑہ نہ سکو گی۔ مگر پھر بھی رفتہ رفتہ ان کے پڑہنے مین دل لگ جائیگا۔ اور غم غلط ہوجائیگا اسوقت مین تمہاری کیا ہمدردی کر سکتا ہون۔ مگر مین دن رات مین کئی مرتبہ تمہارے لئے خدا سے دعا کرتا ہون کہ تمہارا دل وہ اپنی طرف پھیر دے اور دنیا کی آفتون سے نجات دے فقط راقم دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۶)

سیف آباد مکان عظمت النسا بیگم روز شنبہ ہے
تاریخ معلوم نہین

نانی ویرا افضل النساخانم۔ مین کل ہواخوری سے حیدرآباد آگیا ہون۔ اننتا پور مین ایک دوست نے مجھے مشکل سے چھوڑا۔ دل تو حیدرآباد آنے کو نہین چاہتا تہا۔ مگر مجبوراً آیا۔ مین نے ایک خط تمہین لکھا تھا۔ تمنے اسکو پڑہا ہوگا۔ مجھے عظمت النسا کے خط سے تمہاری افسوسناک حالت معلوم ہوئی اس سے بہت رنج ہوا۔ بہتر ہے کہ اب تم اپنے آپ کو سنبہالو اور اپنے بچے کی طرف متوجہ ہو۔ جو مرحوم کی نشانی ہے۔ کسی عمدہ ڈاکٹر کا علاج کراؤ اور خدا پر بہروسہ رکھو۔ کیونکہ جو کام اُس پر چھوڑ دیئے جاتے ہین وہ خوبی اور خیریت کے ساتھ انجام پاتے ہین۔

افسوس ہے کہ اسوقت مین تمہاری کوئی مدد اور ہمدردی نہین کرسکتا

اگر مین تمہارے پاس دن مین ایک دو گھنٹہ رہتا تو بہت کچھ تمہاری دلکو میرے باتون سے تسکین ہوتی مین تمہارے دل کو خدا اور اُسکے کلام کی طرف پھیرنے کی کوشش کرتا - اور تمہارے خیالات سچائی کی طرف مائل ہوتے - اگر کوئی تکلیف اور ہرج نہ ہو تو تم براہ کرم مجھے وہان بلاؤ اور میری باتین کچھ وقت تک سنا کرو - مین تم کو قرآن شریف اور احادیث اور بزرگان دین کی باتین سناتا رہونگا -

اس وقت ایک رسالہ نظم کا اس کے ساتھ بھیجتا ہون - اسمین میری دو غزلین ہین - اس کو غور سے پڑھنا - اب اسوقت مین زیادہ نہین لکھتا - گھر سے ہفتہ مین دو دن تم کو خط لکھا کرون گا - لیکن ہفتہ مین دو بار اپنے آدمی کو میرے مکان پر آنے کے لئے مقرر کرو تو بہتر ہے - کیونکہ یہان خط لکھنے کا موقع نہین ملتا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۷)

(فیلخانہ عظمت النسا کے مکان سے بھیجا گیا ہے روز اتوار -)

مائی ڈیر افضل النسا خانم - مین نے تم کو لکھا تھا کہ مین نے اس عرصہ مین کچھ غزلین کہی ہین وہ "محبوب الکلام" مین طبع کے لئے دیدی گئی ہین - بعد طبع تمہارے مطالعہ کے لئے روانہ کیجائین گی - لیکن اسوقت مجھے یہ مناسب معلوم ہوا کہ انمین کے بعض مشکل اور مفید اشعار کے معنی تمہین سمجھا دون تاکہ تم مطالعہ کے وقت اچھی طرح سمجھو -

کسکو کہتے ہین برا سب ہین حقیقت مین بھلے ‌ ‌ ‌ دیکھ چشم دل سے دشت خار بھی گلزار ہے

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ خدائی مین کوئی چیز بری نہین حقیقت مین

جسکو تم بُرا جانتی ہو وہ بھی اچھا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ عالم مین ذرے سے آفتاب تک اسی ایک ذات واحد کا ظہور ہے اور جتنے صفات ہین خواہ وہ بری ہون یا بھلی اور جتنے افعال ہین خواہ وہ نیک ہون یا بد سب اسی کے ہین تو اب تم غور کرو سب چیزین اور سب افعال اچھے ہی ہین مگر مرتبہ کا فرق ہے اور خلقت کے ظہور کے لئے مراتب کا ہونا لازمی ہے کیونکہ جب تک دو چیزون مین فرق نہین ہوتا وہ پہچانی نہین جاتین۔ دیکھو خداوند تعالےٰ کے تمام صفات باہم مخالف ہین۔ دنیا مین ہمیشہ ایک دوسرے کی ضد اور مخالف موجود ہے۔ اگر یہ ضدیت اور مخالفت نہ ہوتی تو کسی چیز کا ظہور ہی نہ ہوتا۔ مثلاً رات اور دن دونون باہم ضد ہین۔ اگر دن ہی ہوتا اور رات نہ ہوتی تو دن کی کبھی تمیز حاصل نہ ہوتی۔ اسی طرح سفید اور سیاہ۔ نیک و بد۔ خوبصورت اور بدصورت مخالف چیزین دنیا مین پائی جاتی ہین۔ اور ظہور عالم کے لئے یہ ضدیت ضروری ہے۔ خیال کرو کہ اگر مصیبتین نہ ہوتین تو راحت کا وجود ہی کب ہوتا۔ بس اب تم کو معلوم ہو چکا کہ اس کارخانۂ عالم کے لئے دو متضاد اور مخالف چیزون یا صفتون یا حالتون کی ضرورت ہے اور صوفیاے کرام کی اصطلاح مین ان حالتون کو جمال اور جلال کہتے ہین۔ صفات جمالی اچھی باتین ہین اور خدا ان کو پسند کرتا ہے اور صفات جلالی تمام بُری چیزون کو کہتے ہین۔ جنہین وہ ناپسند کرتا ہے۔ ایک نیک پارسا اور خوش خلق شخص خدا کا ظہور جمالی ہے۔ اور بدخصلت۔ شریر۔ عیاش اور شرابی آدمی خداوند تعالیٰ کا

ظہور جلالی ہے۔ مگر اچھے یا برے تمام اشخاص یا چیزین سب اسی کے ظہور ہین۔ صرف ان مین فرق مراتب اور حالت کا ہے۔ اگر تم غور سے دیکھو تو گل اور خار دونون اُسی کے ظہور ہین۔ مگر گل تو جمال کا ظہور ہے اور خار جلال کا شاعر نے اس شعر مین حقیقت پر نظر رکھی ہے اور سب کو جمع کے مرتبہ مین دیکھا ہے۔ اس لئے وہ گل اور خار کو ایک ہی ذات جانتا ہے۔ اور بھلے اور برے کو اس مرتبہ جمع مین ایک ہی سمجھتا ہے۔

افضل بیگم۔ اہل اللہ کی نظر ہمیشہ جمع پر رہتی ہے۔ یعنی وہ ہر چیز مین اُسی ایک ذات کو دیکھتے ہین۔ مگر عام لوگون کی نظر فرق پر رہتی ہے اور اسی لئے وہ اشیا مین خدا کو نہین دیکھتے۔ بلکہ ہر ایک چیز کو علحدہ سمجھتے ہین اور یہ لوگ محجوب کہلاتے ہین۔ کیونکہ وہ مخلوق کو حاضر اور خدا کو غائب جانتے ہین۔ اور اس لئے خدا بھی ان سے پردہ مین ہے اور ان کی آنکھون سے پوشیدہ ہے۔ مگر کامل انسان خدا کو ہر وقت دیکھتے ہین۔ اونکی نظر مین خدا موجود اور خلق غائب ہے۔ پس اب جو لوگ مشق کرتے کرتے اپنی نظر کو اسقدر وسیع کر لیتے ہین وہ خدا کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہین اور اسی کا نام ولایت ہے۔ اس وقت انسان کی آنکھہ خدا کی آنکھہ اور اس کے کان اور زبان خدا کے کان اور زبان ہوجاتے ہین۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ بی یبصر و بی یسمع یعنی مین اُس کا کان اور آنکھہ یعنی سماعت اور بصارت ہو جاتا ہون۔ پس اب تم غور کرو کہ جو آدمی دنیا مین پیدا ہو اور وہ ریاضت کی تکلیف گوارا نہ کرے اور اسی دنیا مین خدائی کے مرتبہ کو نہ پہنچے وہ کیسا بد قسمت آدمی ہوگا۔ کھانے پینے۔ عیش و آرام سے ہمکو یہ مرتبہ

نصیب نہین ہو سکتا حظوظ نفسانی کی کثرت کا انجام یہ ہے کہ ہم حیوانون سے بھی بدتر ہو جاتے ہین۔ اس لئے آدمی وہی خوش قسمت ہے کہ جو مفید علم سیکھے اور بندہ سے خدا ہونے کی کوشش کرے۔ خدا ہم کو بھی اس بات کی توفیق دے لو خدا حافظ فقط۔ تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۸)

مقام زمیلفسن روز جمعہ

مائی ڈیر افضل انسا خانم۔ اسوقت مین یہان بلایا گیا ہون۔ اور اب تک خالی بیٹھا ہون۔ اس لئے تمہین یہ خط لکھتا ہون۔ اس سے پہلے مین تمہین ایک خط مین دو باتون کی نصیحت کر چکا ہون مجھے امید ہے کہ تم نے ان دونو باتون پر عمل کرنا شروع کر دیا ہوگا۔ کیونکہ بغیر عمل کے ہدایت ہی بیکار ہے۔ اب مین تمہین ایک اور ضروری بات بتاتا ہون۔ اگر تم اس پر کاربند ہو گی یعنی پوری طور سے عمل کرو گی تو ضرور تمہین دنیا اور آخرت مین نجات حاصل ہو گی۔ مین تمہین یہ راز کی باتین بتاتا ہون مجھے اُمید ہے کہ تم لوگون کو نہ تو میرے خط کبھی دکھاؤ گی اور نہ میری خفیہ باتون کا تذکرہ سوائے عظمت النسا بیگم کے اور کسی سے کرو گی اور ان خطون کو روز پڑھ کر ایک صندوق مین بحفاظت تمام رکھتی جاؤ گی۔ یہ میری تحریرین تمہین آئندہ بہت کارآمد ہونگی۔ اور شاید اور لوگون کو بھی ان سے فائدہ پہنچ جائے۔ مگر بالفعل ان باتون کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔

اب تم کان لگا کر سنو۔ دنیا مین جسقدر رنج اور تکلیفین اور آخرت مین جسقدر عذاب کہ ان خواہشون سے انسان کو پہنچتے ہین وہ اور کسی چیز سے نہین

پہنچتے اگر کوئی شخص اپنی خواہشون پر قابو کرلے گا تو وہ دنیا مین آرام اور راحت سے رہے گا۔ اور کوئی چیز اسکو تکلیف یا رنج نہ پہنچا سکے گی۔ اب مین تمہین خواہش کو سمجھاتا ہون اور وہ یہ ہے کہ اگر تمہارا جی کسی دنیوی چیز کو چاہے تو حتی المقدور اسکو روک دو۔ مثلاً اگر تمہارا جی کباب کھانے کو چاہے تو اسکو پکوا کر نہ کھاؤ۔ یا تمہارا دل اسوقت عمدہ کپڑے یا کسی اور ایسی قسم کی چیز کی خواہشگاری کرے تو تم اسکو وہ کھانا اور کپڑا نہ دو۔ اسی طرح اپنی طبیعت یا نفس کی چھوٹی چھوٹی خواہشون کو آہستہ آہستہ چھوڑتی جاؤ۔ پہلے تو تمہین ان کے ترک کرنے کی کوشش مین کسیقدر تکلیف معلوم ہوگی۔ مگر پھر کوئی بار نہ ہوگا۔ اور بعد ازان تمہین خواہشون کے چھوڑنے مین جس قدر خوشی حاصل ہوگی۔ اسقدر ان کے پورا کرنے مین نہ ہوگی

دیکھو یہ سبق ایسا عمدہ مین نے تمہین بتایا ہے کہ اگر تم ذرا بھی اسپر عمل کروگی تو تمہین اسقدر فائدہ ہوگا کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔

یہ مضمون لمبا ہے۔ مگر اسوقت مجھے فرصت کم ہے۔ انشاء اللہ کسی اور وقت لکھون گا۔ اسوقت جبکہ تمہارا خط عظمت النسا بیگم کے مکان پر ملا ہے یہان مین اگرہ میں بقیہ خط لکھ رہا ہون۔

اس وقت کتاب والے کا بل ملفوف کرتا ہون اور اتوار کو پھر تمہین خط لکھون گا۔ فقط

تمہارا خیر خواہ محب حسین

خط نمبر (۱۹)

سیف آباد روز دو شنبہ ۵ ربیع الثانی

مائی ڈیر افضل النساء خانم۔ آج طول طویل خط لکھنے کی فرصت نہین ملی

اسکی معافی چاہتا ہون - غزل کہنے مین بہت وقت صرف ہوا - کیونکہ اس غزل کی ردیف اور طرح بہت مشکل تھی - گھنٹہ گھنٹہ بھر مین ایک ایک شعر ہوا ہے - وہ بھی خدا جانے اچھا ہے یا برا -

افضل النسا خانم - قرآن شریف کی یہ آیت کتنی عمدہ ہے کہ - وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ - یعنی صبر اور صلوٰۃ سے مدد طلب کرو - اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان پر کوئی مصیبت آئے تو چاہیے کہ صبر کرے اور نماز بہت پڑھے - تو بہت جلد مصیبت چلی جاتی ہے اب اسکی فلاسفی سنو تم کو معلوم ہے کہ انسان مجبور ہے - اور خداوند تعالیٰ قادر مطلق ہے - اور مصیبت ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے - تو اب جب تک اعمال کا کفارہ پورا نہ ہو جائے گا مصیبت جانے والی نہین - اور مصیبت کو فوراً دور کر دینے سے اعمال کی سزا پوری نہین ہونے پاتی - اور جو کثافت دل پر گناہون کی وجہ سے آگئی ہے اس کے دور ہونیکے لئے ایک وقت تک تکلیف اٹھانا ضرور ہے اس لئے صبر بھی لازمی شئے ہے - جب آدمی مصیبت پر صبر کرتا ہے - اور خدا کی مرضی پر راضی ہو جاتا ہے اور زبان سے اس مصیبت کی کوئی شکایت نہین کرتا - بلکہ اسی مین خوش رہنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ مصیبت ہی میرے لئے بہتر ہے - کیونکہ خداوند تعالےٰ نے اسکو میرے لئے پسند فرمایا ہے - تو آدھی مصیبت تو اس خیال ہی سے چلی جاتی ہے اور دل کو بہت بڑی تسلی ہو جاتی ہے - برخلاف اس کے جو لوگ مصیبت مین روتے چلاتے ہین

اور خدا کی شکایت اور بے صبری کرتے اور اسکے دفعہ ہونے مین جلدی کرتے ہین وہ اپنی مصیبت کو زیادہ کر لیتے ہین۔ کیونکہ تلوار نرم چیز کو نہین کاٹتی۔ کڑی چیز کو خوب قطع کرتی ہے۔ اس لئے جو لوگ قضائی الٰہی اور مشیت ایزدی کا مقابلہ نہین کرتے۔ بلکہ خدا کی مرضی پر راضی ہوجاتے ہین۔ انہین مصیبت کی تکلیف بھی کم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن جو لوگ روتے اور چلاتے ہین وہ قضا آلٰہی کا مقابلہ کرتے ہین۔ اور انھین مصیبت سے بہت بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے قرآن شریف مین یہ اصول بتایا گیا ہے کہ مصیبت مین آدمی کو صبر کرنا چاہئے۔ اور یہی صبر بہت بڑا علاج ہر مصیبت کا ہے۔ اب رہا دوسرا امر صلوات اس کے معنی یہ ہین کہ مصیبت مین خدا کو بہت یاد کرے اور یہ امر فطری بھی ہے۔ کیونکہ ہر شخص خواہ وہ مذہبی ہو یا نہو مصیبت اور تکلیف مین ضرور خدا کو یاد کرتا ہے اور درد کی حالت مین خود بخود زبان سے اللہ اللہ نکلتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک دل تکلیف کی حالت مین اپنے آپ بغیر کسی کی ہدایت کے اس خالق مطلق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور جب کوئی خدا کی طرف رجوع ہوتا ہے تو خداوند تعالےٰ بھی اسکی طرف توجہ فرماتے ہین اور اسکی مصیبت کو بہت جلد دور کردیتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ لوگون کو ان باتون پر پورا یقین نہین ورنہ مصیبت کے وقت صبر اور صلوات یعنی یاد خدا سے ضرور کام لین۔ اور اسی اصول پر مذہبی لوگون نے مختلف اوراد اور وظائف نکالے ہین۔ اور ان سب

مین خدا سے مدد چاہی گئی ہے۔ اور ان کے پڑھنے سے تکلیف دور ہو جاتی ہے فقط
تمہارا خادم محب حسین

خط نمبر (۲۰)

فیلخانہ روز یکشنبہ

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ اس عرصہ مین مین نے کئی خط تمہین بھیجے مگر تم نے ایک خط کا جواب بھی نہ دیا۔ معلوم نہین کہ تمہاری طبیعت کا حال کیا ہے۔ بہتر ہے کہ کہین ہوا خوری کے لئے چلی جاؤ۔ یا اپنی دوست عورتون کو بلا بھیجو اور انکی باتون مین دل بہلاؤ۔ بہر حال اپنے دلکو رنج وغم کے صدمہ سے بچاتی رہو۔ مگر مین جانتا ہون کہ تم سے کوئی بھی علاج نہ ہو سکے گا۔ اور تم خود کوئی ایسا علاج نہ کروگی جس کی مین نے تمہین رائے دی ہے تو اب خدا کا ذکر ہی کرتی رہو۔ اس سے تمہارے دلکو بڑی راحت ملے گی۔ کیونکہ جو خداوند تعالےٰ کا ذکر خواہ دل مین خواہ تسبیح پر کرتے ہین انہین رنج وغم سے نجات مل جاتی ہے۔ یہ نسخہ تو سہل ہے تم خدا کی یاد کیا کرو۔ اور اگر یہ بھی تم سے نہ ہو سکے تو سمجھنا چاہئے کہ ابھی تمہارے نفس کو پاک کرنے کی بہت ضرورت ہے کیونکہ جب نفس یا شیطان کا غلبہ ہوتا ہے تو آدمی خدا کے ذکر کی طرف متوجہ نہین ہوتا اور یہ بڑے خطرے کی بات ہے۔ اگر خدانخواستہ تمہارا دل خدا کے ذکر کی طرف متوجہ نہ ہو تو تم اپنے دل مین اپنے گناہون سے توبہ کرو۔ اور دل مین جہان تک ممکن ہو اسی ترکیب سے جس کو مین تمکو بتا چکا ہون خدا کا ذکر کرتی رہو۔ پھر اس ذکر سے تمہارا نفس کمزور ہونے لگے گا

بشرطیکہ تم اس کے فقروں مین نہ آجاؤ۔ جہان تک ممکن ہوگا وہ تمھین اس ذکر پر جمنے نہ دے گا۔ مگر تم بھی اوس کے مخالفت مین کوئی وقیقہ اٹھا نہ رکھنا۔ اور اس ذکر کو دل مین کئے جانا۔ اس ذکر سے تمہارا آئینۂ دل صاف ہونے لگے گا۔ اور تمہارے دل مین صفائی اور لطافت پیدا ہوگی۔ مین نے تمکو ایک ایسی اعلے درجہ کی بات بتائی ہے جسکی قدر تم کو اسوقت معلوم ہوگی جب ایک چلہ بھر یعنی چالیس روز تک تم اس شغل کو جاری رکھوگی۔

افضل النساخانم۔ تم ابھی روحانی خوشیون اور لذتون سے آگاہ نہین۔ جب تم ایک دفعہ بھی اسکی لذت کو پاؤگی تو تم ان تمام دنیوی چیزون کو حقیر سمجھوگی جنھین تم اس وقت بہت کچھ سمجھ رہی ہو۔ مگر دودہ پیتے بچہ سے بریانی کا مزہ کس طرح بیان کیا جائے۔ وہ تو اپنے دودہ ہی کو سب کھانون سے اچھا جانتا ہے۔ اسیطرح تم نے ابھی روحانی غذاؤن کا مزہ نہین چکھا۔ اس لیئے مین تم سے انکا حال کیا بیان کرون مجھے اسقدر تو معلوم ہوا ہے کہ خدا کے ذکر مین جو لذت ہے وہ کسی چیز مین نہین۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ خدا ہمارے دل مین موجود ہے۔ جب ہم اسکو پکارتے ہین تو وہ ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور جسقدر ہم اس کو یاد کرتے مین وہ بھی ہمین یاد کرنے لگتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ اس یاد سے خدا اور بندے مین محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور دونون کو بغیر ایک دوسرے کے چین نہین آتا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ لوگ خدا کے

عاشق پائے جاتے ہین۔ اور خدا بھی ان پر مہربان ہو جاتا ہے۔ تم اگر اس بات کو باور نہ کرو تو تم ایک سال تک اسکی یاد کرتی رہو۔ پھر تمہین معلوم ہو جائے گا۔ کہ خدا بھی اپنے بندے سے کسطرح محبت کرتا ہے۔

افضل النسا خانم۔ اس شخص کی کیا قسمت ہوگی جس سے خداوند تعالے محبت کرے۔ اور مجھے امید ہے کہ اگر تم اسکی طرف متوجہ ہوگی تو تم کو بھی یہ راز کھل جائے گا۔ میرے ان خطون کا حال کسی سے نہ کہنا۔ اور نہ ان خطون کو کسی کو دکھانا۔ اور مجھے یہ ضرور لکھنا کہ آیا تم میری کسی ہدایت پر عمل بھی کرتی ہو یا نہین۔ مجھے تمہارا بڑا خیال ہے۔ مین یہ چاہتا ہون کہ تم اس دنیا مین کامل عورت ہو۔ اور اپنی زندگی کو بڑی خدا پرستی اور پاکی مین صرف کرو۔ کیونکہ جو لوگ اس زندگی کو فضولیات مین صرف کرتے ہین انہین بجز افسوس کے اور کچھ ہاتھ نہین آتا۔ وہ دنیا کی لذتون سے کوئی لطف نہین اٹھاتے۔ بلکہ وہ لذتین اون کے لئے ستم قاتل ہو جاتی ہین۔ دنیا کی لذتون کو چھوڑنے مین جو مزہ ہے وہ اُن کے حاصل ہونے مین نہین۔ دیکھو جب کوئی خوشی دنیا کی حاصل ہوتی ہے تو اُسی وقت اسکا اثر چلا جاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ ناگوار ہونے لگتی ہے۔ برخلاف اس کے اُس کے ترک مین ایک عجیب کیفیت ہے۔ جو نفس کو روکنے کے بعد حاصل ہوتی ہے فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۲۱)

حیدرآباد دکن روز پنجشنبہ
ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ ہجری

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ مین یہان گلبرگہ سے چہارشنبہ

گذشتہ کو آیا تھا۔ اور اسی روز تم کو خط لکھا تھا کہ حسب معمول پنجشنبہ کو عظمت النسا بیگم کے مکان پر جاکر وہ خط تمہین بھجوا دونگا۔ مگر اپنی بدقسمتی سے مین اُسی دن سے زکام اور حرارت مین مبتلا ہو گیا۔ اور اٹھ روز تک گھر سے باہر نکلنے کی طاقت نہ ہوئی۔ آج اٹھوین روز گھر سے نکل کر کچھ دور ہوا خوری کو گیا تھا۔ اور تمہین یہ خط لکھ رہا ہون۔ مگر اس بیماری کے زمانہ مین عظمت نے میرا حال دریافت کرنے کے لئے اپنا چھوکرا بھیجا تھا۔ اُس کے ہاتھ مین نے تم کو خط بھیجا ہے۔ شاید پہنچا ہوگا۔ اگر مہربانی کرکے اس کی رسید سے مطلع کرو تو بہتر ہے۔ اب مین اچھا ہون اور دو ایک روز مین سیف آباد بھی جاؤنگا۔ معلوم نہین کہ آجکل کہان ہین۔ اگر کہین ہین تو اس سے بھی اطلاع دو تاکہ اون کے پڑھانے کو مین آؤن۔

افضل النسا خانم۔ اس اٹھ روز کی بیماری سے مجھے معلوم ہوا کہ گو میرا جسم بہت دبلا اور ناتوان ہو گیا۔ مگر روح مین صفائی پیدا ہوئی۔ عالم مثال تک زیادہ رسائی ہوئی۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے جس کو مین صرف تمہین سے ظاہر کرتا ہون کہ...... پر کوئی عام آفت آنیوالی ہے۔ اس بات کا ذکر تم کسی سے نہ کرنا یہ میرا صرف خیال ہی خیال ہے۔ مگر تم اس کو یاد رکھو کہ شاید سچا ہو۔ اور تم سے ظاہر کرنے مین اسوقت یہ فائدہ ہے کہ اگر یہ خیال صحیح نکلا تو تم میری نصیحت کو بہت یقین کے ساتھ مانوگی۔ اور میرے کہنے کو باور کروگی۔

افضل النسا خانم۔ یہ دنیا ایک تماشہ گاہ ہے اور جو کچھ یہان ہو رہا ہے

وہ ایک گہر اطلسم ہے۔ اور نظر ایک بات آتی ہے اور ہے حقیقت مین اُس کے خلاف۔ یہان ہر شخص مرنے سی ڈرتا ہے۔ مگر جبدن یہان مرتا ہی اُسی دن عالم آخرت مین پیدا ہوتا ہے۔ توگویا مرنا عین پیدا ہوتا ہی۔ مگر اسبا تکو کون یقین کرسکتا ہی کوئی آدمی مرتا نہین صرف ایک عالم سے دوسرے عالم کو سفر کرتا ہے اور یہان کا لباس یہین چھوڑ جاتا ہے یعنی جب ایک عالم مین مرتا ہے تو دوسرے عالم مین پیدا ہوتا ہے۔ خیر۔ زیادہ باریک باتون کی بیان کرنے سے شاید تم کو بار معلوم ہو۔ اس لئے مرنے کے بعد کی زیادہ حالت بیان کرنا بہتر نہین۔

معلوم نہین کہ جو سوانح عمریان مین نے تم کو بھیجی تھین وہ تم نے پڑہی بھی ہین یا نہین۔ اور آیا وہ تم کو دلچسپ معلوم ہوئین یا نہین۔ تم نے مجھ سے چند کتابون کی فرمایش کی ہے مین اب انشاء اللہ ان کو مہیا کرکے یا کہین سے منگا کر روانہ کرون گا۔

اب شعر شاعری بھی سُن لو۔ شاید غالب کے معرکہ آرا اشعار تمہین پسند ہون گے کیونکہ تم ان کے کلام کو بہت ہی پسند کیا کرتی تھین۔ لو اب انہین کے کچھ اشعار سناتا ہون۔

اسد زندانی تاثیر الفت ہائی خوبان ہون شعر خم دست نوازش ہو گیا ہی طوق گردن مین

اس شعر کی نثر عبارت یہ ہے کہ۔ اے اسد! خوبون کی الفتون کی تاثیر کا زندانی ہون۔ نوازش کے ہاتھ کا خم گردن مین طوق ہو گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگون کی محبت یا خوش خلقی نے مجھے

قید کرلیا ہے۔ اور اون کی مہربانی کا ہاتھ میری گردن مین طوق ہوگیا ہی یعنی دوستون کی محبت اور عنایتون نے مجھے گرفتار کرلیا ہے اور مین اب اس دامِ محبت سے رہائی نہین پاسکتا ہون۔

افضل النسا خانم۔ جسم کے قید کرنے کے لئے تو جیل خانے اور محبس اور مکانون کے تنگ و تاریک حجرے۔ پہرے چوکی۔ ہتکڑی بیڑی۔ اور طوق ہوتے ہین اور اُن سے صرف جسم ہی قید مین آتا ہے۔ مگر دل پر کوئی اثر نہین ہوتا۔ آدمی کے دل کو قید کرنے کا ذریعہ صرف محبت اور خوش خلقی ہے۔ اور اس کے سوا کچھ نہین۔ تم جس کے ساتھ خاطر تواضع سے پیش آوگی اور اوس کے ساتھ سلوک کروگی وہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔ اور تمہارا دوست ہوجائے گا۔ برخلاف اس کے کہ جس سے ترش روئی۔ کج خلقی۔ بے رحمی سے برتاؤ کروگی وہ تمہارا دشمن ہوجائے گا۔ غرضکہ محبت اسقدر سخت بند ش ہے کہ جس کی گرفت مرنے کے بعد بھی دل سے نہین جاتی۔ رباعی

ہر رنگ مین اُس شوخ کو دیکھا ہم نے ہر برگ سے علم اُسی کا سیکھا ہم نے
ظاہر مین ہین یہ عاشق و معشوق رقیب دیکھا جو انہین خدا ہی سمجھا ہم نے

دیگر

پیتا ہے کوئی اور نہ پلاتا ہے کوئی کھاتا ہے کوئی خود نہ کھلاتا ہے کوئی
افعال و صفات سب خدا کی ہین محب دیتا ہے کوئی اور نہ دلاتا ہی کوئی

تمہارا دعا گو محب حسین

نیلخانہ حیدرآباد دکن
ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

خط نمبر (۲۲)

مائی ڈیرا فضل النسا خانم۔ اس سے پہلے مین تم کو ایک خط لکھ چکا ہون
مگر اس کے جواب سے محروم ہون۔ یقین ہے کہ تم اِن خطون سے فائدہ
اٹھاتی ہو گی گو تم نے مقام تبدیل نہین کیا جس سے تمہارے خیالات
مین تغیر پیدا ہوتا اور دل پر جو سخت صدمہ ہوا ہے وہ باہر جانے اور نئی
نئی چیزون کے دیکھنے سے کسیقدر کم ہوتا۔ تاہم اگر تم گھر ہی مین قصے
کہانیون۔ ناولون۔ تاریخون۔ اور اولیاء اللہ کے تذکرون کو پڑھو گی تو کچھ تو تمہارا
خیال دوسری طرف ہو گا۔ اور خیال کے بٹنے سے رنج دور ہو گا معلوم نہین
کہ جو شغل روحانی مین نے تمکو بتایا تھا اسکو بھی تم کرتی ہو یا نہین۔ اگر کرو گی
تو بہت کچھ فائدہ ہو گا۔ اور سب سے پہلے اب تم پانچ وقت کی نماز پڑھنا
شروع کرو اور دل وجان سے خدا کی طرف مصروف ہو جاؤ۔

افضل النسا خانم۔ تم کو اس چھوٹی سی عمر مین دنیا کا بہت کچھ تجربہ ہو گیا ہے
اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ دنیا کی ساری امیدین خواب وخیال سے زیادہ
وقعت نہین رکھتی ہین اس دنیا مین کوئی کسی کا دوست نہین اور نہ اِن
اہل دنیا سے کسی کو کوئی بھلائی کی امید رکھنا چاہیئے۔ دیکھو خبردار ہو جاؤ۔
اور خدا کو مضبوط پکڑو اور اسی سے اپنی امیدون کو وابستہ کرو۔ سوائے خدا
کے کسی کو اپنا دوست نہ سمجھو اور نہ کسی سے کوئی خوف کرو۔ کیونکہ دنیا کی
تمام چیزین ایک فقیر سے لیکر شہنشاہ تک مُردہ ہین کسی مین کوئی قوت وطاقت
نہین۔ صرف خدا ہی مین قوت ہے۔ وہ انکے اندر بیٹھا ہوا کام کرتا ہے۔
اور تم اسکو نہین پہچانتی ہو۔ وہی ہمکو مارتا ہے اور وہی جلاتا ہے۔ وہی

مصیبت بھیجتا ہے اور وہی اسکو دور کرتا ہے۔ وہی آرام دیتا ہے۔ اور وہی نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ فلان شخص زید عمر یا بکر مجھے ستاتے ہین۔ یا آرام پہنچاتے ہین۔ یہ لوگون کا محض وہم وگمان ہے جو لوگ خدا کو ہر بات مین دیکھتے ہین اور سب افعال اسی کے جانتے ہین وہ دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پاتے ہین۔

افضل النسا خانم خداوند تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ یعنی خدا صبر کرنیوالون کے ساتھ ہے۔ اس آیت سے ثابت ہے کہ صابرون کا درجہ بہت بڑا ہے۔ اور جو کوئی شخص مصیبت اور رنج وغم کے وقت صبر کرتا ہے وہ خدا کے دوستون مین شمار کیا جاتا ہے۔ صبر کے معنی یہ ہین کہ انسان مصیبت اور صدمہ کے وقت زبان سے اُف بھی نہ کرے اور کسی سے کوئی شکایت کا کلمہ نہ کہے اور دل مین یہ سمجھے کہ جو کچھ مصیبت مجھ پر آئی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور میرے ہی اعمال کی سزا ہے۔ اور خدا نے اس رنج وغم کو جو کڑوی دوا کے طور پر ہے میرے فائدہ کے لئے بھیجا ہے اور وہ اس ذریعہ سے میری غفلت دور کرنا چاہتا ہے۔ خدا ظالم نہین ہے جو اپنے بندون پر ظلم روا رکھے۔ بلکہ وہ مان سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اس لئے جو کچھ وہ کسی کے ساتھ کرتا ہے وہ اسی کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے گو بظاہر رنج اور دکھ معلوم ہو۔ مگر اسی رنج مین ہزارون راحتین چھپی ہوئی ہین۔ تم اپنے جسم مین غور کرو کہ جب بیماری آتی ہے تو وہ درحقیقت کسی فاسد مادہ کو جسم مین سے دور کرتی ہے۔ اور طبیعت اور

اور قدرتی علاج مین کشمکش واقع ہونے سے تکلیف محسوس ہوتی ہے
دیکھو جب بدن مین سانس یا پانی کے ذریعہ سے ایک قسم کے باریک
کیڑے چلے جاتے ہین اور وہ خون کو خراب کرنے لگتے ہین تو طبیعت
انکو خود دور کرتی ہے اور خون مین اس غرض سے حرارت زیادہ ہوجاتی
ہے کہ کیڑے جوش دے کر مار ڈالے جائین - یعنی وہ ابال دئے جائین
اور اس ترکیب سے وہ جسم کے اندر سے دفع کر دئے جائین - خون کی
حرارت اس فائدہ کے لئے زیادہ ہوجاتی ہے اور جسم کے اوپر بخار معلوم
ہوتا ہے - اور نادان آدمی اس بخار کی شکایت کرتا ہے - مگر وہ یہ نہین
جانتا کہ اس بخار سے اس کی جان بچے گی - اگر یہ بخار نہ آتا تو ضرور وہ ان
کیڑون کے زہر سے ہلاک ہوجاتا - اسی طرح جو مصیبت یا حادثہ انسان پر
آتا ہے وہ کسی مصلحت سے ہوتا ہے - مگر انسان کو معلوم نہین ہوتا کہ
اس حادثہ یا مصیبت سے کیسی کیسی آفتین اور بلائین رک گئین - جن کے
ہاتھون سے وہ بدرجہا زیادہ تکلیف اٹھاتا - اب تم کو معلوم ہوا کہ جو کچھ
خداوند تعالے کرتے ہین وہ عین حکمت ہے اور اس کے سوا انسان
مجبور ہے - اسکو کسی شئے پر کوئی اختیار ہی نہین - اس لئے صبر تمام
تکلیفون کا علاج ہے اور ساتھ ہی اس کے خداوند تعالے صابرون کی
امداد فرماتے ہین - اور ان سے خوش رہتے ہین - دیکھو اگر دنیا مین
رنج اور مصیبتین نہ ہوتین تو خوشی کا وجود بھی نہ پایا جاتا - اور انسان کو
صبر کرنے کا موقع ہی نہ ملتا - اور نہ صابرون کو خدا کی نزدیکی نصیب

ہوتی۔ کسی بزرگ نے خوب کہا ہے کہ جن لوگون پر کوئی بلا یا واردات
نازل ہوتی ہے انھین بہت جلد رحمت اور خوشی حاصل ہونے والی
ہوتی ہے۔ کیونکہ رنج کے بعد راحت کا آنا ضرور ہے اور اسکو سب جانتے
ہین۔ اور جو لوگ عیش و آرام اور دنیا کی نعمتون مین مصروف ہو گئے
جاتے ہین۔ وہ حقیقت مین خوف کی جگہہ مین ہوتے ہین۔ کیونکہ انہین
مصیبتون کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو اب اس تمام تقریر کا حاصل مطلب
یہ ہوا کہ رنج اور خوشی دونون یکسان ہین مگر آدمی اپنی ناوانی سے
حقیقت کو نہین سمجھتا۔ اور اس لئے خداوند تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ
جو لوگ مصیبت اور رنج مین صبر کرتے ہین خدا اُن کے ساتھ ہوتا ہے
خدا نے یہ نہین فرمایا کہ جو لوگ راحت و آرام مین ہوتے ہین خدا انکی
ساتھ ہوتا ہے۔ بلکہ صابرون کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب خیال کرنا
چاہئے کہ مصیبت اور تکلیف بھی کچھ نعمت سے کم نہین ہے کہ انہین
صبر کرنے سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا
اچھا شعر لکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اگر میری بیماری سے میرا
مسیحا میرے پاس آئے تو وہ بیماری صحت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔
اسی طرح اگر مصیبت اور رنج مین خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے تو وہ
عیش اور خوشی سے بدرجہا اچھی ہے۔ یہ باتین معمولی نہین ہین۔
لو اب کاغذ ختم ہوا تمہین بھی اس طول طویل تقریر کے پڑھنے سے
تکلیف ہوگی فقط

تمہارا دلی خیر خواہ محب حسین

فیلخانا: - روز چہارشنبہ

خط نمبر (۲۳)

مائی ڈیر افضل النساخانم - تمہاری فرمائش کی تعمیل کے لئے آج مین خود بازار گیا اور تمام دکانون پر پھرا مگر اردو کی تفسیر حسینی کہین نہ ملی - آخر ایک دوست کے پاس سے خدا کا شکر ہے دستیاب ہوئی - چونکہ تم نے اسکی بڑی ضرورت ظاہر کی تھی - اسلئے چند روز کے لئے حامل ہذا کے ہاتھ روانہ کرتا ہون - بالفعل کام چلاؤ کل یا پرسون نول کشور کے مطبع کو لکھکر منگوالون گا - مجھے تمہارے خط کے پڑہنے سے بڑی خوشی ہوئی - خدا تم کو جیتا رکھے تم ضرور کار لائقہ سے مجھے یاد کرتی رہو -

مین اس سے بہت خوش ہوا کہ تم کو میرے خطون کا انتظار رہتا ہے - یہ صرف تمہاری خوش اعتقادی اور قدر افزائی ہے جو میرے خطون کی اسقدر قدر کرتی ہو - ورنہ من آنم کہ من دانم - خدا کا شکر ہے کہ عورتون نے تو قدر دانی کی - گو مرد مجھے بُرا جانتے ہین اور کیون نہ ہو مین نے بھی تو حتی الامکان اپنی سمجھ کے موافق عورتون کی خدمت مین کوئی کوتاہی نہین کی -

افضل النساخانم - سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ خدا کی مخلوق کو بغیر کسی توقع اور امید نفع کے کوئی فائدہ پہنچایا جائے - جہان تک ممکن ہو نفع رسانی مین کوتاہی نہ کرنا - دشمن کے ساتھ بھی گو وہ کیسا ہی بُرائی سے پیش آئے کبھی انتقام یا بدلہ لینا نہین چاہئے بلکہ دلمین اُسکی معافی کی دعا مانگ لینا چاہئے - کیونکہ جب کوئی مظلوم ظالم کی تکلیف پر صبر کرتا ہے

تو خدا کی طرف سے اسپر انتقام نازل ہوتا ہے۔ اس لئے اعلیٰ درجہ کا آدمی وہ ہے جو اپنے مخالف سے خود بھی عوض نہ لے اور خدا سے بھی اس کے حق مین کوئی برائی نہ چاہے۔ بلکہ اس کو معاف کرے۔ تم جانتی ہو کہ اہل توحید کسی کی دل آزاری نہین کرتے۔ اور دشمن کو بھی اُسی کا ظہور جانتے ہین۔ اور جو کچھ تکلیف و اذیت کسی کے ہاتھ سے اُن کو پہنچتی ہے وہ خدا ہی کے طرف اسکو منسوب کرتے ہین۔ اس نسبت سے اونکے دلونکو آرام آجاتا ہے۔ اور کسی کی طرف سے کوئی رنجش اور کدورت باقی نہین رہتی۔ صبر کے فائدے کہان تک بیان کئے جائین تم خود اسپر عمل کرکے تجربہ کرلو۔ ہر ایک تکلیف اور مصیبت صبر سے راحت مین بدل جاتی ہے۔ اور جو مراد چھپائی جاتی ہے اور اوس کے حصول مین جلدی نہین کیجاتی خدا اُس کو بہت جلد بر لاتا ہے۔ دیکھو ساری تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہی ہے کہ آدمی مین مصیبتون کے برداشت کرنے کا صبر و تحمل حاصل ہو۔ اگر کسی مین تعلیم و تربیت کے بعد بھی صبر کی عادت نہ ہوئی تو وہ ساری تعلیم و تربیت ہی بے نتیجہ ہے۔ اس لئے تمہین لازم ہے کہ ہر کام مین صبر کو اپنا رہبر بناؤ۔ اور کسی بات مین جلدی نہ کرو۔

تمہاری سمجھ مین توحید کا مسئلہ تو آہی چکا ہے اب یہ بھی سمجھ لو کہ ہر شخص کی قسمت معین ہو چکی ہے اس مین کمی بیشی ہو نہین سکتی ہے۔ جو لوگ تقدیر کو نہین مانتے ہین اور صرف اپنی تدبیر ہی پر بھروسہ رکھتے ہین۔ وہ اس دنیا ہی مین دوزخ مین ہین۔ اور جو لوگ اپنے تمام کامون کو خدا کے

سپرد کر کے بیٹھ رہتے ہین اور تسلیم و رضا یعنی خدا کی مرضی پہ گردن جھکا دیتے ہین وہ اسی جہان مین جنت مین ہین۔ انہین کوئی رنج نہین۔ آدمی کو چاہیئے کہ دنیا کے تمام تعلقات کو تھوڑا تھوڑا قطع کرتا رہے۔ مال و دولت کی حرص اور محبت کو ترک کرے خواہشون کو مارے غصہ کو دور کرے۔ غرور کو پاس نہ آنے دے۔ اسی طرح اور بہت سی مہلک باتین ہین۔ ان کو جاننے اور ان پر عمل کرتا رہے۔ اور اپنے تمام وقت کو ایسا تقسیم کرے کہ سونے کے وقت تک بہت ہی کم اُس کے دل کو فرصت ہو۔ اکثر وقت علم اور عمل مین صرف کیا جائے۔ اور بہت کم وقت اور کامون مین لگایا جائے۔ مین معافی چاہتا ہون کہ مین تمہین مکرر سہ کرر وہی باتین لکھا کرتا ہون فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۲۴)

فیل خانہ۔ موسیٰ خان کا احاطہ
۲۷ ذیلحجہ ۱۳۲۵ھ

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ اس عرصہ مین مین نے تمہین کئی خط لکھے۔ مگر ان مین سے ایک کا جواب بھی نہ آیا۔ کیا اس سے مطلب یہ ہے کہ مین تمہین خط لکھا کرون اور کچھ تم مجھے نہ لکھو۔ اگر زیادہ لکھنے مین تکلیف ہوتی ہو تو دو کلمے خیریت ہی کے سہی۔ اس وقت مین تمہین یہ لکھنا چاہتا ہون کہ تم اب ناولون کو زیادہ نہ پڑھو۔ ان کے دیکھنے سے کوئی زیادہ فائدہ نہ ہوگا۔ اگر میری بات مانو تو مین تم سے یہ کہون گا کہ تم اب سوانح عمریان اور تاریخین پڑھو۔ ان کے پڑھنے سے تمہاری آنکھین کھلین گی۔ اور تم دنیا کے صحیح واقعات سے مطلع ہوگی اور دلچسپی کے

ساتھہ تمھین یہ بھی بڑا فائدہ پھنچے گا کہ تم اپنی حالت پر صابر اور قانع ہو جاؤ گی
جو لوگ تاریخین نہین پڑھتے ہین وہ بچون کی طرح ہوتے ہین بچے مین
اور بوڑھون مین فرق اتنا ہی ہے کہ بچہ دنیا کی حالات سے ناواقف
ہوتا ہے اور بوڑھے کو دنیا کے حالات تجربے سے معلوم ہو جاتے ہین اسلیئے
اس مین عقل زیادہ ہوتی ہے۔ بالفعل جو کچھ تمھارے پاس سوانح عمریان
اور تاریخین ہون ان مین سے ایک ایک کو لے کر پڑھنا شروع کرو۔ اور
ہر ایک کتاب مین پچیس دفعہ دہراؤ اور بار بار پڑھو۔ کیونکہ ایک دفعہ کسی کتاب
کو پڑہ لینا بالکل وقت رائگان کرنا ہے۔ ایک بار کے پڑھنے سے کتاب کا
مطلب یاد نہین رہ سکتا۔ جب کسی کتاب کا مضمون ہی یاد نہ رہا۔ تو انسان
اسپر کیا غور و فکر کرے گا۔ اور روزمرّہ کی زندگی مین اس کتاب سے کیا
فائدہ حاصل ہوگا۔ ایک وقت مین ایک ہی کتاب کو پڑھو۔ اور دوسری
کتاب کو نہ لو۔ اور جب اُس کو کئی دفعہ پڑہ لو تب دوسری کتاب کو ہاتھ
لگاؤ۔ اس کے علاوہ جس کتاب کا مطالعہ کرو اُس کے مطالب پر کبھی
کبھی تنہائی مین سوچتی بھی رہو۔ اس سے تمھین سوچنے سمجھنے کی طاقت
پیدا ہوگی اور تم تھوڑی مدت مین ایک لایق آدمی ہو جاؤ گی۔ جو لوگ کتاب کے
مطالب پر غور نہین کرتے ان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی پیٹ تو کھانے سے
بھر لے مگر اُس کو ہضم کر کے جزو بدن نہ بنائے۔ دیکھو بکری یا بیل پہلے
گھانس کھا لیتا ہے پھر فرصت سے بیٹھ کر جگالی کرتا ہے۔ اسی طرح آدمی
کو چاہئے کہ جو کچھ پڑھے یا دیکھے اُسپر سوچتا اور غور و فکر کرتا رہے۔ سوچنے سے

بات خوب سمجھ مین آتی ہے۔ اگر تم میری اس ہدایت پر پوری تعمیل کروگی تو
تم بغیر اُستاد کی امداد کے لائق ہو جاؤگی۔ اور تمہین کوئی لفظ معلوم نہ ہو تو اُس
کے معنی لغت مین دیکھ لیا کرو۔ اور کتاب کے مطالب بار بار پڑھنے اور غور
کرنے سے خود سمجھ مین آتے ہین۔ کسی کے بتانیکی ضرورت نہین پڑتی۔
مین نے خود بھی اسی ترکیب سے ہر ایک علم کو حاصل کیا ہے۔

افضل النسا خانم۔ سنو انسان اس گوشت پوست کا نام نہین ہے
بلکہ انسان وہ شخص ہے کہ جس کی عقل اور خیالات درست ہون۔ اور
اور وہ حیوانی زندگی سے باہر نکل گیا ہو۔ اگر یہ باتین نہ ہون تو سمجھو کوئی
شخص گو کیسا ہی پڑھا لکھا ہو وہ انسان نہین ہے اب مین تمہین انسان
کی حقیقت کو بتاتا ہون مگر خوف یہ ہے کہ تم میری تحریر کو مشکل سے
سمجھوگی۔ اس لئے بہت ہی کم بیان کرونگا۔ دیکھو انسان جسم اور روح سے
مرکب ہے۔ جسم تو مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے مگر روح باقی رہتی ہے
اور وہ ابدی اور ازلی ہے۔ وہ پہلے بھی تھی اور مرنے کے بعد بھی ہمیشہ
رہے گی۔ کیونکہ روح خدا کا نور ہے جس طرح خدا کو زوال نہین اسیطرح
ہماری روح کو بھی زوال نہین۔ یہ باتین مین نے بڑی محنت سے تحقیق کی
ہین جنھین مین تمہین اسوقت لکھ رہا ہون۔ ہماری روح کو موت نہین۔
اور وہ مرنے کے بعد کوئی اور قالب مین آتی ہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ
جس طرح کوئی عورت رنگ برنگ کی پوشاکین بدلا کرتی ہے اسی طرح
آدمی کی روح بھی نت نئے قالب بدلا کرتی ہے مگر یہ قالب اعمال کے

نتیجے ہین۔ اگر دنیا مین اچھے اعمال کئے۔ تو مرنے کے بعد آدمی کو کوئی بہتر وجود دیا جاتا ہے۔ ورنہ موجودہ حالت سے بھی وہ پست ہو جاتا ہے۔ مثلاً جو شخص اس دنیا مین تماش بینی۔ بدکاری۔ شراب خواری۔ حرص وہوس مین مبتلا رہتا ہے اس کو مرنے کے بعد کتے اور خوک کا جسم ملے گا۔ اور جو رات دن پڑھنے اور نیک کام کرنے مین رہتا ہے اسکو حور کا قالب ملے گا۔ اور اسی نسبت سے اسکو عمدہ مکان بھی دیا جائے گا۔ اور خراب آدمی کو اسکی اعمال کی وجہ سے برُے مکان مین رہنا ہوگا۔ جس کو مذہبی آدمی دوزخ کہتے ہین۔

افضل النساخانم۔ تم شاید خیال کرو گی کہ مین بوڑہا ہو گیا ہون اور جیسے اور بوڑہے دنیا مین دوزخ سے ڈر کر نماز پڑھتے ہین۔ مین بھی ایسا ہی کرنے لگا ہون۔ یہ خیال تمہارا غلط ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا شخص جسنے تمام عمر فلسفہ کے پڑھنے اور لامذہبی مین گذاری ہو۔ وہ سنی سنائی باتو نسے اپنے خیالات کو بدل دے۔ مین ابھی تک عام مسلمانون کے عقیدون کا قائل نہین ہون۔ بلکہ ان کے خیالات کو معمولی اور سطحی خیال کرتا ہون۔ اور جانتا ہون کہ ہمارے آج کل کے مولوی صاحب بھی قرآن شریف کے معنی کو سمجھ نہین سکتے مین نے پانچ برس سے جبکہ تم سے جدا ہوا ہون تمام کاروبار چھوڑ دیے ہین۔ اور بجز خدا کی تحقیقات کے اور کوئی کام نہین کرتا۔ یا تو بڑے بڑے صوفی حکیمون کی کتابون کو پڑھتا ہون۔ یا روحانی صفائی ریاضت اور مجاہدہ مین اپنے وقت کو گذارتا ہون۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ مین تم کو

صرف کتابون کی پڑھی ہوئی باتین لکھا کرتا ہون ۔ بلکہ مجھے روحانی خاص
طریقون سے یہ باتین معلوم ہوئی ہین جنہین مین تمکو ابھی نہین بتا سکتا
خدا کا شکر ہے کہ اوس نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور اب مین دنیا
اور دین دونون کو چھوڑ بیٹھا ہون ۔ میرا مذھب خدا کا عشق ہے ۔ اور
شغل میرا یا تو اسکی یاد یا تصوف کی کتابون کا پڑھنا ہے ۔ اس سے مجھکو
جو کچھ روحانی فائدے ہوئے ہین اور ہوتے جاتے ہین انھین مین تمکو لکھ
نہین سکتا ۔ مین چاہتا ہون کہ جسطرح خدا نے مجھے اپنی طرف کیا ہے اور
اس ناپاک دنیا سے چھڑایا ہے ۔ خدا تمہین بھی اسی سیدھی راہ پر چلائے
ترک دنیا سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ مین نے بیوی بچون کو چھوڑ دیا ہی
بلکہ اس سے میری غرض یہ ہے کہ مین اپنی نفسانی خواہشون کو حتی المقدور
چھوڑتا جاتا ہون ۔ اور اسکی کوشش کرتا ہون کہ دل مین خدا کے خیال کے
سوا اور کسی چیز کا خیال نہ آئے ۔ اگرچہ تم اس بات کو تعجب سے پڑھوگی ۔ مگر اسکے
بھی طریقے ہین ۔ اگر کوئی انھین سیکھے تو وہ خود اپنی آنکھون سے دیکھہ لیگا
کہ اس دنیا کے سوا اور کوئی عالم بھی ہے ۔ جہان روح کو نہایت ہی آرام
اور راحت ملتی ہے ۔

افضل النسا خانم ۔ مین تم سے نہین کہہ سکتا کہ علم تصوف کیا چیز ہے
اگر دنیا مین کوئی نعمت ہے تو یہی ایک علم ہے ۔ اگر یہ علم نہ پڑھا تو کچھ بھی
نہ آیا ۔ مین نے ساری عمر کتابون کے پڑھنے مین کھوئی اور اس دُر بے بہا
کو نہ پایا ۔ افسوس ہے کہ اس آخری عمر مین یہ نایاب گوہر ہاتھ آیا ہے ۔ مین

تمہین نصیحت کرتا ہون کہ تم ضرور اس طرف توجہ کرو اور کم از کم اولیاء اللہ کی تذکرون کو دل سے پڑھا کرو۔ عظمت النسا بیگم کو مین نے ایک تذکرہ لا دیا ہے اگر تم بھی اسکو پڑھو اور ہمیشہ اپنے مطالعہ مین رکھو تو تمہاری بڑی قسمت ہے

افضل النسا خانم۔ مین تمہین بھی نصیحت کرتا ہون کہ تم نفس کشی اختیار کرو۔ اور اس دنیا کی حرص و ہوس سے بچی رہو۔ اور مقدس اور پاک لوگون کی سوانح عمریان پڑھتی رہو۔ میری طرف سے چھوٹے بہادر کو پیار کرنا۔

تم کنڈر گارٹن کے کھیلون کے ذریعہ سے اپنے بچہ کو ابھی سے تعلیم کیون نہین کرتین فقط

تمہارا دعا گو محب حسین

خط نمبر (۲۵)

فیلخانہ۔ روز شنبہ۔ جنوری ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ کل مین ایک خط تمہین بھیج چکا ہون۔ تمنے اپنی خط مین جو یہ لکھا ہے کہ "آپ کو خط لکھنے مین تکلیف ہو گی اور مین اس تکلیف کی معافی چاہتی ہون" اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے جو مسرت تمہارے خط کے پڑھنے اور لکھنے مین ہوتی ہے اُس کو مین بیان نہین کرسکتا اور نہ اسکے ظاہر کرنے کی ضرورت ہے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہین تمہین میرے طول طویل خطون کے پڑھنے سے تکلیف نہ ہو اسکی معافی چاہتا ہون۔

اس وقت یہ دو رسالے تمہارے لئے روانہ کئے جاتے ہین انمین سے ایک مین تو میری ایک غزل طبع ہوئی ہے دوسرے مین ایک اخلاقی مضمون عورتون کے لئے لکھا گیا ہے امید ہے کہ تم اس اخلاقی مضمون کو کئی دفعہ پڑھ کر فائدہ اٹھاوگی۔

افضل النسا خانم۔ دنیا مثال ایک گوکھرو کے کانٹے کے ہے۔ گوکھرو کا
کانٹا تم نے دیکھا ہوگا کہ ہر پہلو مین ایک نوک یا خار ہوتا ہے اور ہر طرف سے
وہ چبھتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی ہر حالت مین رنج اور تکلیف لازمی ہے۔ دنیا
مین کوئی ایسی حالت موجود نہین جس مین سب طرح خوشی اور راحت ہی ہو
اور کوئی رنج اور تکلیف نہ ہو۔ دیکھو جن کے پاس دولت و حکومت ہے انہین
خانگی رنج و غم موجود ہین۔ اور جنہین خانگی خوشی ہے انہین افلاس وغیرہ کا
رنج ہے جس کو اولاد اور خاوند میسر ہے اسکو دوسری شکایتین موجود ہین۔
غرض کہ دنیا مین بادشاہ سے لے کر گدا تک سب اپنی اپنی حالت کے شاکی
ہین۔ تو اب بتاؤ کہ اصلی راحت اور سچی خوشی کسی کو بھی نصیب نہین۔ اسلیئے
عاقلون نے یہ اصول قایم کیا ہے کہ خدا جس حالت مین ہمین رکھے اسی مین
خوش رہنا چاہیئے۔ اور خود اپنی حالت کو بدل لینے کی فکر نہ کرنی چاہیئے۔ بلکہ اپنی
موجودہ حالت ہی کو گو وہ کیسی ہی خراب ہو اچھا سمجھنا چاہیئے۔ اور خدا کا شکر
کرنا چاہیئے کہ ہمین موجودہ حالت سے بدتر حالت مین نہین رکھا۔ انسان
ہمیشہ اپنے اوپر کے درجہ والون کو دیکھا کرتا ہے۔ کبھی نیچے کے طبقے کے
لوگون پر نظر نہین ڈالتا۔ اگر وہ دوسرون کی حالت کو دیکھے تو ضرور وہ خدا کا
شکر بجالائے گا۔ دنیا مین ہزارون آدمی ایسے ہین جن پر صدہا طرح کے
تکلیفین موجود ہین۔ پیٹ کو کھانا نہین رہنے کو مکان نہین۔ جورو نہین۔
خاوند نہین۔ اولاد نہین۔ غرض کہ ہماری ہر حالت سے بدتر حالتین بھی
پائی جاتی ہین۔ مگر ہم انہین نہین دیکھتے اور خدا کا شکریہ نہین ادا کرتے۔

کسی انسان کا کوئی حق خدا پر نہین جو کچھ اسکو دیا وہ اسکی عین عنایت ہے۔ پھر اس عطیہ پر غمگین اور رنجیدہ رہنا ناواقفی اور ناشکری ہے۔

افضل النسا خانم۔ دیکھو۔ دنیا مین لوگ تین چیزون کی طرف مائل ہین۔ (۱) دولت (۲) عزت (۳) جسمانی خوشی جسکو پلیثر کہتے ہین۔ مگر یہ تینون چیزین وبال جان ہین انھین پر عاشق ہونے سے تکلیفین اٹھانی پڑتی ہین۔ اس لئے آدمی کو چاہیئے کہ ان چیزون کو حتی المقدور ترک کرے۔ اور اونکی محبت کو دل سے دور کرتا رہے۔ جس شخص نے ان تینون سے دست برداری کی اُس کو سچی خوشی نصیب ہوئی اور وہ خدا کے قریب ہوگیا۔ جہان دائمی سرور ہمیشگی کی خوشی ہر وقت موجود ہے اور جو شخص ان خرافات چیزون کا فریفتہ ہوا اُس کو دنیا اور آخرت دونون مین طرح طرح کے عذاب نصب ہوئے۔ اب کاغذ ختم ہوا کل عظمت النسا بیگم کے ہان سے انشاء اللہ تعالیٰ خط لکھون گا۔ تم یہ لکھو کہ آیا تمہین میرے ان مضامین سے کوئی دلچسپی ہے یا نہین۔ اور آیا یہ باتین تمہین کوئی فائدہ دیسکتی ہین یا نہین فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۲۶)

فیل خانہ۔ ۲۰۔ محرم

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ مین نے تم کو جو دل کے درست کرنے کا نسخہ بتایا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کو عمل مین لائی ہوگی۔ وہ ایک ایسی اچھی دوا ہے جس سے آدمی کا دل بہت تندرست رہتا ہے اور پھر اس کو کوئی قلبی بیماری ہونے نہین پاتی۔ دنیا کی تمام بلاؤن سے دل محفوظ

رہتا ہے۔ دل کا درست رکھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ دل کی صحت پر بدن کی صحت منحصر ہے۔ جو لوگ بدن کی تندرستی کی تو فکر کرتے ہین اور دل کی صحت کا ذرا بھی خیال نہین رکھتے۔ وہ کبھی تندرست نہین ہو سکتے اور چاہین ہزارون دوائین کھائین مگر ان سے کوئی اصلی فائدہ نہین ہو سکتا جو دوا مین نے تمہین بتائی ہے وہ کیمیا ہے اور اس سے روح کندن کی طرح صاف ہو کر چمکنے لگے گی۔ اور اسی کو قرآن مین شراباً طہوراً کہا گیا ہے۔ جو بات مین نے تمہین بتائی ہے اس سے وہ لطف حاصل ہوتا ہے جو کسی شراب مین موجود نہین۔ اس کے سرور اور نشہ کے مقابلہ مین اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی شراب ناچیز ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس شغل کو روز جہان تک ہو سکے جاری رکھو۔

افضل النساخانم۔ آدمی نہین مرتا۔ مگر جانور مرتے ہین۔ یا یون کہو کہ انسان کامل کو موت نہین ہے۔ صرف ڈھیر چار۔ مر جاتے ہین۔ اس کہنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی روح کو اس شغل سے پاک کر لیتا ہے جس کو مین نے تمہین بتایا ہے اور لذات نفسانی کو روکے رہتا ہے۔ اس کو موت سے کوئی خوف نہین۔ وہ ہرگز نہین مرتا۔ صرف موت ظاہری سے اسقدر ہوتا ہے کہ اس کا موجودہ جسم جو ایک اوورکوٹ کی طرح ہے۔ اتر جاتا ہے۔ اور ایک دوسرا کوٹ جو اس سے بھی اعلیٰ درجہ کا ہے اس کو دیا جاتا ہے۔ مگر جو لوگ اپنے دل کی صفائی کی طرف متوجہ نہین ہوتے اور دنیا کے دھندون اور لذتون مین گرفتار رہتے ہین وہ جانورون کی طرح مر جاتے ہین

اور مرنے کے بعد پست حالت مین ہو جاتے ہین پھر انھین انسانیت کا جامہ پانے مین ہزارون برس کی مدت لگتی ہے۔ تو اب تم خیال کرو کہ دل کی تندرستی کسقدر ضروری ہے اور جو باتین شغل مین نے تمہین بتائی ہے۔ اسپر عمل ورآمد کسقدر لازمی ہے۔ تم اُسکی یاد سے ہرگز غافل نہ ہونا اور ناولون وغیرہ کتابون کے پڑھنے کو ترک کرو۔ اپنے وقت کو اُسی شغل مین لگاؤ۔ اس سے تم کو روحانی اور جسمانی اور دوسرے دنیوی فائدے ہون گے۔
افضل النساخانم۔ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ سوائے خداوند تعالےٰ کے اور کوئی چیز موجود نہین۔ اور جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسی کی طرف سے ہے۔ بندہ کو کوئی اختیار نہین۔ اس لئے آدمی کو چاہیے کہ اگر کوئی مصیبت یا آفت آئے تو اُسکو خدا کی طرف منسوب کر دے اور یہی خیال کرے کہ یہہ مصیبت اُسی کی طرف سے ہے۔ اس نسبت سے اسکی روحانی تکلیف جاتی رہے گی اور وہ آفتون مین بھی خوش رہے گا۔ اور خوشی ہو تو سمجھے کہ یہ خوشی بھی اُسی کی طرف سے ہے۔ غرض کہ ہر ایک فعل کو خواہ وہ اچھا ہو یا برا خدا ہی کے طرف منسوب کرے اگر ہمیشہ ایسا کرتا رہے گا تو وہ دنیا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔ اور پھر اُس کو ابدی راحت نصیب ہو گی۔ نہ کوئی اُس کا دشمن ہوگا اور نہ کوئی دوست۔ کیونکہ وہ یہ جانے گا کہ سب آدمی مردے ہین۔ اور انمین کوئی قوت نہین۔ ان مین بیٹھکر جو کام کرتا ہے وہ خدا ہے۔ اور یہی بات سچی ہے اب تم کو معلوم ہوا کہ آدمی مین کوئی طاقت نہین جو کچھ کرتا ہے وہ خدا ہی کرتا ہے۔

افضل النسا خانم۔ تم کو جب یہ معلوم ہو چکا جو مصیبت یا دکھ آدمی پر آتا ہے تو وہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے بس اسی صورت مین آدمی کو بجز صبر اور شکر کے اور کیا چارہ ہے۔ خدا کے پاس صابرون کے بڑے درجے ہین۔ صبر کے معنی یہ ہین کہ آدمی کسی مصیبت یا ناگوار امر کی شکایت زبان پر نہ لائے اور نہ کسی بلا کے دور کرنے مین جلدی کرے بلکہ اُس کو خدا پر چھوڑ دے اور دل مین یہی کہے کہ جو تجھکو منظور ہے وہ بہتر ہے۔ جہان تک عقل سلیم کے بموجب ہو وہان تک علاج کرے مگر کسی آفت یا ناگوار بات کے دور کرنے مین بہت بڑی کوشش نہ کرے۔ سب سے زیادہ اچھی بات تو یہ ہے کہ خدا پر اپنے کامون کو چھوڑ دے اور خود اپنے آپ کوئی تدبیر نہ کرے مگر اسقدر اعلیٰ صبر ہر شخص کا کام نہین۔ اسلیئے مین تم کو یہ ہدایت نہین کر سکتا۔ اگر تم سے ایسا ہو سکے تو کیا پوچھنا ہے۔ تم دیکھو گی کہ خود بخود تمہاری خواہش کے مطابق کام ہو جائے گا۔ اگر تم اپنی خواہش کو خدا کے لئے چھوڑ دو گی تو وہ خواہش تمہاری غیب سے پوری ہو گی۔ اس لئے تقدیر الٰہی کا مقابلہ نہین کرنا چاہئے۔ تم جانتی ہو کہ تلوار کا مقابلہ جو کڑی چیز کرتی ہے وہ فوراً کٹ جاتی ہے مگر نرم چیز بہت کم کٹتی ہے

اب کاغذ ختم ہوا اور تمہین بھی طول طویل خط کے پڑھنے مین تکلیف ہو گی۔ اس لئے اس خط کو تمام کرتا ہون فقط

تمہارا خیر خواہ محبت حسین

خط نمبر (۲۷)

عظمت النسا بیگم کا مکان – ۱۸ جون

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ بہن نے توحید کا مسئلہ اچھی طرح سمجھا دیا ہے

اور مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم اسکو خوب سمجھ گئی ہو۔ مگر صرف سمجھنا ہی کافی نہین
اُس پر عمل ورآمد بھی ضرور ہے تم کو دنیا مین ہر وقت عمل کا موقع ہے تم ہرگز
ایسے موقع کو ہاتھ سے نہ دینا اگر کوئی تم کو برا کہے تو تم فوراً خدا کے طرف
نسبت کر دینا یعنی اُسی نے مجھے برا کہا اور اگر کوئی تمہاری تعریف کرے تو
بھی تم اُسی کی طرف نسبت کرنا۔ تمہارے منھ مین اگر کوئی حلوے کا نوالہ دے
تو تم یہی سمجھنا کہ حضرت حق نے نوالہ دیا ہے اور اگر کوئی تمہارے طمانچہ مارے تو بھی تم اسکا
فعل جاننا غرضکہ ہر ایک فعل خواہ وہ برا ہو یا اچھا سب اسی کا فعل جاننا۔ اسیکو توحید افعالی
کہتے ہین جب کوئی تمکو تکلیف ہو تم یہی خیال کرنا کہ یہ تکلیف اسی کی طرف سے
ہے۔ اور جب کوئی راحت و آرام آئے تو تم اُسکو بھی اُسی کی طرف منسوب کرنا
جہان تک تم سے ممکن ہو ہر وقت اور ہر لحظہ ہر چیز مین اسی کو دیکھتی رہنا۔ اور
یہ خوب سمجھ لو کہ سوا حق کے اور کوئی دو عالم مین موجود نہین قرآن شریف مین
آیا ہے کہ ہو الظاہر و ہو الباطن۔ ہو الاول ہو الآخر یعنی اللہ ہی ظاہر اور
اللہ ہی باطن اور وہی اول اور وہی آخر ہے۔ اس آیت سے صاف
ثابت ہے کہ جو کچھ ہمکو اپنی آنکھون اور حواس خمسہ سے دکھائی دے
رہا ہے وہ سب حق ہے اور جو کچھ ہمارے اندر چھپا ہوا ہے وہ بھی حق ہے
تو بھلا ایسی صورت مین سوا حق کے اور کیا ہے۔ جو شخص تمہین برا کہتا ہے وہ
بھی تو حق ہے۔ پھر برا خدا نے کہا اور اُس کے برا ماننے کی ضرورت کیا
ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنے کسی خادم یا عاشق کو غصہ مین آکے برا کہے
تو کیا یہ زیبا ہے کہ وہ خادم یا عاشق اس کے کہنے سے برا مانے۔ اگر ایسا

کرے گا تو امتحان مین پورا نہ اترے گا۔ اور مالک یا معشوق اس کو کبھی اچھا نہ سمجھے گا۔ دیکھو توحید کے مسئلہ کا پرکٹس یا استعمال کوشش اور محنت سے کرتی رہنا۔ اور اپنی اس بے بہا زندگی کے لحظون کو رائگان نہ کرنا۔ پھر دوبارہ یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ اگر تم توحید کے مسئلہ پر حتی الامکان عمل کرتی ہو گی تو تم اپنے آپ کو نجات یافتہ سمجھنا۔ اگر تمہین اس مسئلہ مین کوئی شک پڑے تو مجھے لکھنا مین فوراً خط کے ذریعہ سے تمہین سمجھا دونگا۔

میرے اس خط کو لوگون کی نظرون سے چھپانا۔ اور توحید کے مسئلہ کو عام لوگون پر ظاہر نہ کرنا۔ کیونکہ خداوند تعالی بڑا غیرت والا ہے وہ یہ نہین چاہتا کہ لوگون پر بے پردہ ہو کے ظاہر ہو اور اس کے رازون کو ظاہر کرنا اوسکی جناب مین بڑی بے ادبی ہے۔ اس لئے اولیائے کرام منہ سے کوئی راز کی بات نہین نکالتے ہین۔ اس لئے تم بھی کسی غیر سے توحید کے مسئلہ کو بیان نہ کرنا۔ غیر وہ لوگ ہین جو توحید کے مسئلہ سے واقف نہین ہین۔

...... اور ...... نے کیون پڑھنا چھوڑ دیا مجھے امید تھی کہ ...... مدت تک پڑھینگی مگر افسوس ہے کہ انھین کوئی دلچسپی نہین ہوئی۔

افضل النسا خانم۔ خداوند تعالی تم کو ان مصیبتون مین صبر عنایت کرے اور تم صبر اور استقلال سے اس صدمے کے اثرون کو برداشت کرو جو خدا نے تمہارے اوپر ڈالا ہے۔ مین تمہاری بہبودی اور بہتری کے لئے ہر وقت خدا سے دعا مانگتا ہون اور مجھے امید ہے کہ وہ تمہارے اوپر بڑا فضل کریگا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

مکان عظمت النسا بیگم۔ بروز دوشنبہ

خط نمبر (۲۸)

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ اس درمیان مین مجھے کئی سمع کی مجلسون مین جانے کا اتفاق ہوا۔ تم نے کوئی حال قال کی مجلس نہین دیکھی اس لئے اس کا کچھ مختصر حال لکھنے سے تمہین دلچسپی ہوگی۔ ان مجلسون مین قوال ڈھولک اور ستار پر گاتے ہین۔ اور اکثر عشق حقیقی اور معرفت کی غزلین ہوتی ہین۔ بعض لوگون کو بعض بعض مصرعون پر ایک کیفیت طاری ہوتی ہے اور وہ یا تو رونے لگتے ہین یا بے ہوش اور بیتاب ہوکر تڑپتے ہین۔ مین پہلے ان باتون کو خرافات سمجھتا تھا۔ مگر اب تو مین بھی قائل ہوگیا۔ کہ انسان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے اور یہ کیفیت اسوقت تک میسر نہین ہوتی جب تک کہ وہ عشق حقیقی مین مبتلا نہ ہو۔ صوفیائے کرام کے ہان عشق اللہ سے بڑھ کر کوئی مقام اور درجہ نہین اور اسی لئے گانا سننا ایک بہت بڑی عبادت خیال کیا گیا ہے کہ اسی سے آدمی روح کے مقام یا اتما کے "دو پلین" پر پہنچ جاتا ہے زاہدون کو یہ مقام بہت بڑی ریاضت اور نفس کشی کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ مگر اہل عشق اکثر گانا یا عشقیہ غزلون کو سننے ہی سے بغیر کسی سخت ریاضت کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہین اور ان پر جو ایک سرور کی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ روحانی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اسقدر عرصہ تک مقام روح مین رہتے ہین سمع کی مجلسون مین اکثر فراقیہ غزلین گائی جاتی ہین۔ مین نے دیکھا کہ کئی بوڑھے آدمی اور بعض جوان بھی ان غزلون کے سننے سے متاثر تھے۔ ایک صاحب کی آنکھون سے تو آنسو جاری تھے جن مصرعون پر لوگون کو یہ کیفیت طاری

ہوئی۔ انہین سے بعض مجھے یاد رہے ہین کا یہان تمہاری آگاہی کے لئے۔
لکھنا ضرور ہے اور وہ اشعار یا مصرعے یہ ہین۔ شعر کفر سر زلف تو بہ ایمان نفروشم
این لذت درد تو بہ درمان نفروشم" یعنی تیرے عشق کے کفر کو مین ایمان کے
بدلے مین نہ بیچون گا اور تیری جدائی کی درد کی لذت کو مین علاج کی قیمت پر
بھی فروخت نہ کرون گا۔ یعنی اس درد کے علاج کو بھی قبول نہ کرونگا مصرعہ
درد جان دادی و درمانی ہنوز" یعنی تو ہی نے مجھے اپنی محبت کا درد دیا ہی
اور تو ہی اس کا علاج بھی کر رہا ہے شعر قیمت خود ہر دو عالم گفتئی نرخ بالا
کن کہ ارزانی ہنوز" تو اپنی قیمت دونون عالم کو بتاتا ہے۔ تیرے مقابل
مین یہ قیمت بھی تھوڑی سی ہے۔ اور زیادہ کر۔ غرض کہ ایسے ہی اشعار بہت سے
تھے جو مجھے یاد نہین رہے تم کو معلوم ہے کہ میرا حافظہ بالکل خراب ہوگیا ہے۔
ہر چند دماغ پر زور دیتا ہون مگر کچھ اور یاد نہین آتا۔

افضل النساخانم۔ تمام عبادتون۔ ریاضتون اور نفس کشیون کا مقصود
یہ ہے کہ خدا کی محبت دل مین قایم ہو۔ اور اسی لئے صوفیائے کرام نے عشق
و محبت پر زور دیا ہے وہ ہر طرح خدا کی محبت حاصل ہونے کی کوشش کرتے
ہین۔ اور اسی کو جذب بھی کہتے ہین۔ اب تم کو یہ بتایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ
کی چار قسمین ہین (۱) مجذوب اور یہ وہ لوگ ہین جنہین کسی کا عشق ہو جاتا ہی
اور پھر وہ ہوش مین نہین آتے (۲) سالک وہ ہین جو زہد و پرہیز گاری اور
نفس کشی سے خدا کی عبادت کرتے ہین۔ اور قلبی عبادات سے خدا تک
پہنچتے ہین۔

۳- **مجذوب سالک** - وہ اولیاء اللہ ہین جو پہلے عشق کی منزل طے کرتے ہین اور پھر ہوش مین آکے زہد و تقوے اور عبادت الٰہی مین مصروف رہتے ہین - ۴- **سالک مجذوب** وہ ہین جو نفس کشی اور زہد و تقوے کے ذریعہ سے خدا کا عشق حاصل کرتے ہین - تم کو معلوم ہے کہ ہر ایک دل مین خدا کی محبت پوشیدہ ہے اور ریاضت سے ظاہر ہو جاتی ہے -

ان چارون قسم کے اولیاء اللہ مین سے مجذوب سالک کا مرتبہ زیادہ ہے اور یہی اشخاص اکثر اہل کرامت ہوئے ہین - کیونکہ جذب یا عشق تمام دل کی کثافتون کو پاک کر دیتا ہے - اور پھر زہد اور تقوے کی ضرورت کم رہ جاتی ہے مجھے امید ہے کہ تم اچھی طرح ہو گی - چھوٹے بہاور کو میرے طرف سے بہت پیار کرنا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۲۹)

مائی ڈیر افضل النساخانم - مجھے نہایت افسوس ہے کہ تم نے میری تمام کتابین یہان تک کہ قلمی دیوان کے اوراق تک واپس کر دئے - مین امید کرتا ہونکہ میری خاطر سے تم ان تین کتابون کو تو اپنے مطالعہ کے واسطے رکھو - مجھے امید تھی کہ تم اور کتابین مجھ سے طلب کرو گی - مگر تم نے میری تمام کتابونکو واپس کر دیا - خیر - مگر مین تو ضرور تم سے تمہاری کتابین پڑھنے کے لئے طلب کرون گا - پسند ہونگی تو واپس بھی نہ کرونگا - لو اب مہربانی کر کے اپنی ان کتابون مین سے چند کتابین مجھے پڑھنے کے لئے بھجوا دو جو بنارس سے منگائی گئی ہین فقط

آپکا خادم محب حسین

خط نمبر (۳۰)

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ تمہارا خط آیا بہت خوشی ہوئی۔ تم کو جو کتاب میری پسند ہو اسکو بے تامل رکھ لیا کرو۔ واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہین۔ ......کے پاس میری ایک کتاب "احیاء العلوم" ہے تم لے کر اسکو روانہ کرو۔ اگر تم دیکھتی ہو تو رکھ لو۔

مین نے کہا تھا کہ تم احیاء العلوم کی دونون جلدون کا مطالعہ کرنا تفسیر جو مین نے بھیجی تھی اس کو پڑھنا وہ تم نے پڑھین یا نہین پڑھین اسوقت تمہاری پانچ کتابین رکھ لی گئی ہین۔ انھین پڑھکر دوسری کتابین منگالون گا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

عظمت النسا بیگم کا مکان

خط نمبر (۳۱)

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ مین معافی چاہتا ہون کہ تم کو اکثر اپنے طول طویل خطون کے پڑھنے کی تکلیف دیتا ہون کل بھی ایک خط لکھا تھا اور پرسون بھی۔ مگر چونکہ یکشنبہ اور پنجشنبہ کا دن تمہارے خطون کے لئے معین کر لیا ہے۔ اس لئے اسوقت لکھنا ضرور ہے۔ تم نے کل خط مین جو بہت سی معافی مانگی تھی اُس نے مجھے اس اندیشہ مین ڈالدیا کہ کہین خدانخواستہ تم مجھ سے کسی کتاب کی فرمائش ترک نہ کر دو۔ مجھے تمہارے کام مین کوئی تکلیف نہین۔ بلکہ عین راحت ہے۔ خادمون سے زیادہ معافی کی ضرورت نہین۔ خیر اب مین نفس مطلب کی طرف رجوع کرتا ہون۔

نیکے افضل النسا خانم۔ آدمی اپنی غلطیون کو بہت کم محسوس کرتا ہے اور دوسرو

عیب بہت جلد معلوم کرلیتا ہے۔ مگر ہم کو اپنے عیبون سے واقفیت حاصل کرنی ضرور ہے۔ دوسرونکی برائی کے جاننے سے کوئی فائدہ نہین۔ اس لئیے انسان کو چاہیئے کہ وہ مختلف تدبیرون سے اپنی برائیان معلوم کرے۔ اسکے دو طریقے مجھے معلوم ہین۔ ایک تو یہ کہ آدمی دن مین کئی بار اپنے نفس سے محاسبہ یعنی حساب لیا کرے۔ اس اصول کو عمل مین لانے کے لئے یہ ضرور ہے کہ تم چار وقت مقرر کرو۔ ایک تو صبح کو ناشتہ کے بعد۔ دوسرا دوپہر کے کھانے کے بعد۔ تیسرا سہ پہر چائے پینے کے بعد۔ چوتھا رات کے کھانے یا پلنگ پر جانے کے بعد تم ہمیشہ چند منٹ اپنے دل سے مخاطب ہوکر یہ سوال کیا کرو کہ (۱) کیا اتنا وقت خدا کی یاد مین گذرا یا غفلت مین۔ اسکا جواب خود تمہارا دل تمہین دیدے گا۔ اور تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اتنا وقت غفلت مین گذرا یا حضوری مین (۲) نفس سے کیا کیا برائیان سرزد ہوئین۔ یعنی اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اس وقت کیا مین نے غصہ کیا؟ کیا غرور کیا؟ کسی کی دل آزاری کی؟ کسقدر فضول باتین کین؟ ان باتون پر سوچنے سے اپنی برائیان معلوم ہونگی (۳) زبان کی نسبت سوال کرنا چاہیئے کہ اس وقت زبان سے کسقدر لغو باتین نکلین۔ کس کس کی غیبت کی اور کیا کیا بُری باتین زبان سے سرزد ہوئین۔

ان سوالون پر جب دن مین چار بار غور کیا جائے گا تو ضرور بتدریج آدمی کو اپنے عیبون سے آگاہی ہوتی جائے گی۔ اور اس کی اصلاح شروع ہوگی۔ اور پھر اسکے افعال و اعمال درست ہونے لگین گے۔ اعمال سے پہلے علم کی ضرورت ہے اور اپنا علم کسی کتاب مین نہین ملسکتا۔ بجز اس کے کہ آدمی خود اپنے آپ مین

غور و فکر کیا کرے اور اپنی برائیون کو دیکھا کرے۔

افضل النساخانم۔ آدمی باتین بہت بناتے ہین۔ علم بہت رکھتے ہین۔ مگر عمل بہت مشکل چیز ہے۔ اور بغیر عمل کے سب علم بیکار ہے۔ آج کل کے مرشدون مین عمل بہت کم ہے۔ اس لئے ان سے کوئی کشف و کرامت بھی ظاہر نہین ہوتی۔ اگلے زمانے مین لوگ عمل بہت کرتے تھے۔ اور اس نیک عمل کی وجہ سے بڑے بڑے درجے پاتے تھے۔

تم نے تفسیر پڑہنے کا شوق کیا ہے۔ بہتر ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ تفسیرین جن کو تم پڑہوگی اہل شرع کی لکھی ہوئی ہین۔ اور شرع دین کا ابتدائی مرتبہ ہے وہ اہل حقیقت کے رموز کو نہین پاسکتے۔ خیر تمہین ابھی ابتدائی درجون کا طے کرنا ضروری ہے۔ مگر تم قرآن کی تفسیر پڑہتے وقت اس توحید کے مسئلہ کو اپنے ذہن مین رکھنا جسے مین نے تم کو بتایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن کا مطلب اچھی طرح سمجھوگی۔ قرآن کے دو معنی ہین ایک ظاہری جس کو علمائے ظاہری سمجھتے ہین۔ اور دوسرے معنی باطنی ہین۔ جس کو صرف اہل اللہ یا حقیقت والے ہی سمجھ سکتے ہین۔ علمائے ظاہری کی سمجھ سے باہر ہین۔ خیر ابھی تم کو ہر طرح سے جہان تک ہوسکے علم حاصل کرنا چاہئے۔

افضل بیگم۔ تم اپنا پڑہنا ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ علم خود ایک نعمت ہے۔ تم خود بعد ازان سمجھدار ہوتی جاؤگی۔

افضل النساخانم۔ تم دن مین ایک یا دو گھنٹے ان کتابون کے مطالعہ مین صرف

کیا کرو۔ جنہین مین نے تمہین پڑھا دیا ہے۔ صرف وہی کتابین نہین جو مین نے تمہین اس ڈیڑھ مہینے مین پڑھائی ہین۔ بلکہ وہ کتابین بھی جو مین نے اس سے پہلے تمہین پڑھادی تھین۔ مثلاً ابن بطوطہ۔ ''ابن جبیر کے سفرنامے ''تمدن عرب وغیرہ آموختہ کو دہرانے سے بہت بڑے فائدے ہوتے ہین۔ کسی کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینا آسان ہے۔ مگر اُس کے مطلب کو ہضم کرنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔ جو مضامین یاد رہتے ہین وہ ہماری جائداد ہو جاتے ہین۔ اور وہ دنیا مین ہر روز ہمین کام دیتے رہتے ہین۔ مین نے بہت تجربہ کے بعد یہ معلوم کیا ہے کہ زیادہ کتابین پڑھنا کچھ ایسا مفید نہین جیسا کہ ایک کتاب کو یاد کرنا ہے۔

اس عرصہ مین مین نے کئی غزلین لکھی ہین۔ جب طبع ہو جائین گی تو اُسکی ایک کاپی تملکو روانہ کیجائے گی۔ مجھے امید ہے کہ تم کار لائیقہ سے مجھے کبھی فراموش نہ کروگی لو خدا حافظ۔ مین نے تم سے اتنی دیر باتین کر لین۔ اب پھر دوشنبہ کو انشاء اللہ خط لکھنے کا موقع ہوگا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

اودونی۔

خط نمبر (۳۲)

مائی ڈیر عظمت النسا بیگم۔ مین تمہارے اس یاد کا بہت بڑا شکریہ ادا کرتا ہون۔ تمہارا ایک خط مجھے ابھی ملا مین بھی تم کو ہر جگہ جہان جاتا ہون یاد کرتا ہون۔ مجھے خط کے لکھنے کا اس لئے موقع نہین ملا۔ کہ تمہارے شوہر ٹاٹ پڑی کو گئے ہین اور مجھے بذل اللہ صاحب کے مکان پر چھوڑ گئے ہین۔ وہان سے وہ مدراس جائین گے پھر یہان آکر مجھے لے جائین گے۔ مولوی بذل اللہ صاحب

میری بہت خاطر کرتے ہین۔ اور ان سے بھی دوستی اور بے تکلفی ہوگئی ہے۔ وہ مجھے روکتے ہین۔ مگر مین نے کہا ہے کہ انشاء اللہ پھر کبھی آؤنگا۔ اس لئے اگر خدا نے چاہا تو مین چار روز مین حیدرآباد روانہ ہون گا۔ مولوی بذل اللہ کی بیوی بہت لائق لیڈی ہین۔ کیونکہ وہ اخبار انگریزی پڑھتی ہین اور میری کتابین منگا کر مطالعہ کرتی ہین۔

عظمت النسا بیگم۔ اگر تم یہان ہوتین تو خوب لطف ہوتا۔ کیونکہ تمہاری رشتہ دار عورتین یہان موجود ہین۔ مریم بیگم نے مجھے خط مین لکھا ہے کہ بنگال گورنمنٹ ان کو احمدآباد کالج مین تعلیم کے واسطے روانہ کرتی ہے۔ امتحان کے بعد ڈیڑھ سو کی نوکری ملے گی۔ انھون نے مظہرالدین صاحب کی رائے بھی دریافت کی تھی مگر وہ آج کل یہان نہین ہین۔ جب وہ یہان آئین گے تو انکی رائے بھی لی جائے گی مسٹر بذل اللہ اس کو پسند کرتے ہین۔ کہ مریم کو احمدآباد بھیجدیا جائے۔ اس بارہ مین تمہاری کیا رائے ہے ضرور لکھنا۔ اپنی والدہ امتہ اللہ صاحبہ کو میری بہت بہت دعا اور سلام کہدینا۔ اور کہنا کہ مین اننتاپور سے آپ کے لئے کیا تحفہ لاؤن۔ یہان کوئی چیز لانے کے لائق نہین ہے فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳۴)

اودنی۔

مائی ڈیر عظمت النسا بیگم۔ بعد دعا کے معلوم ہو کہ مین بڑے آرام و راحت سے سفر کر رہا ہون۔ گھر سے زیادہ بے فکر اور آرام سے ہون۔ اور میری زبان نہین ہے جو مین تمہارے شوہر کے عمدہ اخلاق اور خاطرداری کی تعریف

کرون۔ ایسے صاف دل اور پاک خیالات کے لوگ دنیا مین قابل صحبت
ہین۔ اور شکر ہے کہ خدا نے اپنی مہربانی سے تمکو ایسا لایق شوہر عطا فرمایا ہے
اب مین زیادہ اون کے بارہ مین کچھ اور نہین لکھ سکتا۔ میرے دل مین
اونکی محبت اور دوستی اچھی طرح پیدا ہو گئی ہے۔ خدا سے امید ہے کہ آیندہ
ترقی ہوتی رہے گی۔

مسافر بنگلے مین جہان ہم اترے ہین انگریز اور اسکی بیوی بھی اتری تھی
اور وہ صاحب بھی مدراس کے انسپکٹر تھے عورتون کی آزادی سے جو
راحت و آرام انگریزون کو حاصل ہے وہ پردے کی وجہ سے ہمین نصیب
نہین۔ عورتین سفر مین بھی ان کی رفیق ہوتی ہین اور ہر جگہہ ان کو گھر کا
سا آرام ملتا ہے۔ مگر افسوس ہم اس نعمت سے محروم ہین۔ ہم اپنی عورتونکو
پردہ کے ساتھ سفر مین نہین رکھ سکتے۔ اگر ایسا کرین گے تو سخت تکلیف
ہوگی۔ مین نے دیکھا ہے کہ وہ لیڈی اپنے شوہر کو آفس کے کام مین
بھی مدد دیتی تھی۔ اور سب گھر کا کام بھی کرتی تھی اور شام کو اپنے شوہر
کے ساتھ ہم سب سے باتین بھی کرتی تھی۔ اس نے مجھے دمہ کی چند
دوائین دی ہین اور وہ ایسی ہوشیار تھی کہ اپنے ساتھ ایک چھوٹا سا
دواخانہ بھی رکھتی تھی۔

مین نے یہان اکثر مشہور مقامات دیکھے اور یہان کی تاریخ پڑھی۔ جس سے
یہان کے تمام حالات دریافت ہوئے۔ ہم دونون تمہین اکثر یاد کرتے ہین
اور بجز یاد کرنے کے تمہین اپنے ساتھ لا نہین سکتے۔ کیونکہ پردہ کی زنجیر تمہین

اس سے روکتی ہے اور بجز تکلیف کے اور کچھ حاصل نہین۔

تمہارے خطوط جو آتے ہین انمین تم مجھے یاد کرتی ہو۔ بیشک دل کو دل سے راہ ہے اگر تمہاری دوست افضل النسا بیگم نظام آباد سے آگئی ہون تو تم اُن کو میری دعا کہدینا اب پاس پیٹ سے تمہین خط لکھونگا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

نیل خانہ

خط نمبر (۳۴)

مائی ڈیر افضل النسا خانم۔ مین تمہین خط لکھنا ہی چاہتا تھا کہ میرے دل مین تمہارے خط کا مضمون گذرا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک آدمی آیا اور تمہارا خط لایا۔

اس وقت یہ تفسیر حقانی جو میرے پاس موجود تھی روانہ کرتا ہون۔ شاید تم کو پسند آئے خدا حافظ۔ اگر اپنی خیریت سے کبھی کبھی اطلاع دیتی رہو گی تو عنایت ہو گی فقط

تمہارا خیرخواہ محب حسین

خط نمبر (۳۵)

نیلخانہ حیدرآباد دکن ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ روز جمعہ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ اسوقت مثنوی شریف کے یہ دو شعر لکھتا ہون اور وہ یہ ہین۔

بحر کو آبے بہر جوئے دہد ہر خسے را بر سر و روئے نہد
کم نخواہد گشت دریا زین کرم از کرم دریا نگردد بیش و کم

ان دونون شعرون کے معنی یہ ہین کہ دریا ہر ندی اور چشمہ کو پانی دیتا ہے اور ہر خس وخاشاک یعنی کچرے کوڑے کو اپنے منہ اور سر پر رکھتا ہے۔

اس مہربانی سے دریا مین کمی نہین ہوتی اور کرم سے دریا زیادہ اور کم نہین ہوتا۔ یعنی جسطرح دریا سب کو پانی دیتا ہے اور تنکون کو سر پر رکھتا ہے۔ اسی طرح لائق اور اعلےٰ درجے کے لوگ ادنیٰ آدمیون کو فیض پہنچاتے ہین۔ اور نہایت ہی حقیر اور ناچیز آدمیون کی بھی تعظیم اور عزت کرتے ہین۔ جسطرح دریا اس مہربانی سے جو وہ ندی نالون کے ساتھ کرتا ہے۔ کم نہین ہوتا اسی طرح اہل کرم خاطر و تواضع کرنے سے نہین گھٹتے۔ مولانا نے یہان یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ دنیا مین ہر شخص پر کرم کرنا چاہیے اور سخاوت کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جہان تک ہوسکے غریبون اور بیکسون کے ساتھ مہربانی۔ خیرات اور ہمدردی کیجائے۔ خیرات اور سخاوت سے دولت کم نہین ہوتی اور دنیا مین روپیہ اسی واسطے دیا جاتا ہے کہ مالدار لوگ فقط غریبون کی امداد کرین اس لئے نہین کہ جوڑ کر رکھین اور پھر ہاتھ خالی چلے جائین فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳۶)

حیدرآباد دکن۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۰ء روز دوشنبہ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہاری بیماری کا سلسلہ ابتک قایم ہے اور تم بہت دُبلی ہوگئی ہو۔ اس خبر کے سننے سے مجھے سخت افسوس ہوا۔ خداوند تعالیٰ اپنی مہربانی سے تمہین جلد شفا بخشے اور دنیا کی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ افضل بیگم بیماری سے گھبرانا نہین چاہیے۔ کیونکہ صحت و عیش و آرام تو جسم کو تازگی اور راحت بخشتے ہین اور بیماری او رنج و الم سے روح تازہ اور فربہ ہوتی ہے۔ اور تمہین یہ معلوم ہے کہ جسم

حادث اور متغیر ہے یعنی ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور روح قدیم اور غیر متغیر ہے
اس لئے روح کا آرام جسم کے آرام سے بہتر ہے۔ اور اُسکی خوشی اسکی خوشی
سے بدرجہا پائدار اور اعلےٰ ہے۔ تو بس اب بیماری سے رنجیدہ خاطر ہونا
اور درد و الم کو بُرا جاننا محض نادانی ہے۔

بعض لوگ جب ظالمون۔ خود غرضون اور بدکارون کو دنیا کے ہر کام مین
کامیاب اور خوش و بشاش دیکھتے ہین اور دولت و صحت اور ہر طرح کی راحت
جسمانی انھین موجود ہوتی ہے تو وہ دل مین یہ کہتے ہین کہ آہ نیک لوگ تو
ہمیشہ مصائب اور بیماریون کا شکار ہین اور بُرے لوگ خوش ہین۔ یہ بالکل
خدا کی ناانصافی اور غیر اعتدالی ہے۔ مگر ایسے لوگون کو اصلی معاملہ سے ذرا
بھی آگاہی نہین۔ وہ یہ نہین جانتے کہ اس دنیا مین معاملات الٹے معلوم ہوتے
ہین۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو عام لوگ کیون دہوکا کھاتے۔ اور ہر شخص حقیقت
دنیا کو آسانی سے سمجھ لیتا۔ پھر نہ مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت رہتی اور نہ علم و اکتساب
کی۔ مگر نہین دنیا کے اصلی معاملات کو ہزارون پردون مین رکھا گیا ہے۔
اور ان کی تہ تک پہنچنا سوائے عارف باللہ کے اور کسی کو میسر نہین۔

اب سنو جو لوگ دنیا مین کامیاب ہین اور جسمانی آرام و راحت جن کو
بافراط میسر ہے۔ وہ دراصل خدا کے عتاب مین گرفتار ہین۔ اسکی وجہ یہ ہے
کہ دنیاوی کامیابیون اور نفسانی لذائذ نے اِن کے نفس کو اسقدر موٹا
اور فربہ کر دیا ہے کہ وہ اب اژدہو سے زیادہ ان کے لئے خطرناک ہے۔
دولت و حکومت کی وجہ سے انھین تمام شیطانی اور نفسانی خصلتین پیدا

ہو گئی ہین۔ یعنی غرور۔ تکبر۔ دوسرون کو حقیر جاننا۔ حسد۔ بغض۔ طمع۔ حرص وغیرہ جسقدر بُری قوتین ہین وہ سب زوروار ہین۔ اور انہین اپنی حالت کا ذرا بھی علم نہین۔ انہین بُرے اعمال کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے دل سیاہ ہو گئے ہین اور روح کمزور پڑ گئی ہے۔ جسکا لازمی انجام یہ ہے کہ یا تو ان کی اعمال کی سزا دنیا ہی مین شروع ہو جاتی ہے یا آخرت مین سخت عذاب مین گرفتار ہوتے ہین۔ فرعون کو ساری عمر کبھی ایک دفعہ بھی سر مین درد نہین ہوا تھا۔ نمرود کبھی بیمار نہین پڑا تھا۔ ان کی دولتون اور حکومتون ہی نے انہین خدائی کے دعوئی پر مجبور کیا تھا۔ اور آخر کو جو کچھ ان کا انجام ہوا وہ تم ان کے قصون مین خود مطالعہ کر لو۔

برخلاف اس کے اکثر جو لوگ بیمار رہتے ہین اور جنھین دنیا کی ناکامیان پیش آتی رہتی ہین اور جو ذلت اور خواری کی بند مین گرفتار رہتے ہین۔ وہ خدا سے بہت قریب ہو جاتے ہین۔ کیونکہ تکلیفون سے روح کو ترقی ہوتی ہے اور نفس ٹوٹتا ہے۔ غرور خود بخود عاجزی اور انکسار سے بدل جاتا ہے جو خداوند تعالی کو بہت پسند ہے۔ غرور تو شیطان کی خصلت ہے۔ کیونکہ اسی غرور و تکبر نے اسکو حضرت آدم کے سامنے سر جھکانے نہین دیا تھا۔

خدا کے دوستون کی تین پہچانین بیان کیجاتی ہین۔ اور جہان تم ان تینون باتون کو دیکھو یقین کر لو کہ یہ خدا کا دوست ہے۔ وہ تین صفت یہ ہین (۱) علت۔ (۲) قلت۔ (۳) ذلت۔ علت سے مراد بیماری ہے

یعنی خدا کے دوست ہمیشہ کسی نہ کسی بیماری مین مبتلا رہتے ہین۔ قلت سے مراد افلاس اور محتاجی۔ یعنی ہمیشہ ان کے ہاتھ مین روپیہ پیسہ نہین رہتا ہے۔ اور فقر و فاقہ مین گزرتی ہے۔ ذلت سے مراد یہ ہے کہ وہ اہل دنیا مین بدنام ہوتے ہین کوئی انکو زندیق کوئی اوباش۔ کوئی بد مذہب کوئی کافر اور کوئی رند بتلاتا ہے۔ غرضکہ اہل دنیا کے پاس ان کی کوئی عزت نہین ہوتی۔ اصلی خدا کے دوست تو یہی لوگ ہین جن مین یہ تین باتین اعلے درجہ پر ہون۔ دیکھو تمام پیغمبرون اور نبیون کی زندگی مین انکی حالت یہی تھی اور بڑے بڑے اولیاء اللہ اور فیلسوف سب انھین حالتون مین مبتلا تھے۔ امام عربی جن کی تصنیف کا آج تک جواب نہین ہوا اور جنھون نے علم غیب اور علم تصوف کی باتون کو سب سے پہلے قلمبند کیا ہے۔ اپنے زمانہ مین ملحد اور کافر مشہور تھے۔ ان کے مرنے کے بعد صدیون تک انکی کتابون کی عزت نہین کی گئی۔ امام غزالی کو بھی بھاگنا پڑا اور ہمارے رسول مقبول صلعم کا حال تو تمکو معلوم ہے کہ پیٹ سے بھوک کے مارے پتھر باندہے رہتے تھے۔ غرضکہ جن لوگون کی دولت دنیا ہے اون سے خدا کو کوئی تعلق نہین اور جو لوگ دنیا کی آفتون اور بیماریون مین مبتلا ہین ان پر خدا کی رحمت اتر رہی ہے۔ مگر انہین خبر نہین تم ابھی نوعمر ہو اور فلسفہ الٰہیات سے واقف نہین اس لئے تمکو تمہاری بیماری بہت ستائیگی ورنہ جو لوگ بیماری کی اصلیت سے واقف ہین وہ تو اسکو بھی برا نہین جانتے۔ بلکہ صحت سے بہتر سمجھتے ہین۔ اب کچھ مولا روم کے اشعار سناتا ہون۔ دیکھو

ان شعرون مین کیا کیا نازک باتین بتائی گئی ہین -

تن چو بابرگست روز و شب ازان   شاخ جان در برگ ریزست و خزان

برگ تن بے برگی جانست زود   این بباید کاستن آن را فزود

نثر عبارت - چون تن بابرگ است - روز و شب ازان شاخ جان در برگ ریز و خزان است - برگِ تن از بے برگی جانست این برگِ تن را زود بباید کاستن و آن شاخ جان را زود بباید افزودن - ترجمہ - جب جسم موٹا اور ترو تازہ ہے تو رات دن درخت روح یا جان سے پتے جھڑتے ہین - یعنی جسم کی تازگی سے روح کو خزان ہوتی ہے - اور جسم کا موٹا اور تازہ ہونا روح کی پژمردہ اور ضعیف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اسلئے چاہیئے کہ جہان تک جلد ہو سکے جسم کو گھٹائے اور روح یا دل کو تازہ کرے -

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جسم کی تازگی اور فربہی اسپر گواہ ہے کہ روح کمزور اور نحیف ہے اور جسم کی لاغری اور پژمردگی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روح زندہ اور تازہ ہے - اسی لئے عام لوگ بھی ہمیشہ موٹے آدمی کو بھدا جانتے ہین - اور دُبلے کو ذہین خیال کرتے ہین اور تجربہ سے ایسا دیکھا بھی جاتا ہے کہ جو لوگ رات دن جسم کی پرورش مین مصروف رہتے ہین ان مین عقل اور روح کے ادراک بہت کم ہوتے ہین بچون کو اسی لئے بورڈنگ ہاؤس مین غذا مقدار سے زیادہ نہین دیجاتی تاکہ ان کے جسم قوی ہونے سے ان کی روح پر بُرا اثر نہ پڑے -

اب تم غور کرو - تو بیماری اور تکلیف انسان کے بدن کو گھٹاتی ہے -

اور روح کو بڑھاتی ہے - بس جو لوگ دنیا مین کامیاب ہین اونکی روحین ادنی حالت مین ہین - اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ بڑے خود غرض - حریص اور ناسمجھ ہوتے ہین - وہ دنیا کے خرافات کی طرف توہمہ تن متوجہ ہین - مگر خدا کی طرف سے جو اصلی وجود ہے از حد درجہ غافل ہین - الماس کو چھوڑنا اور ٹھیکریون کو جمع کرنا کونسی عقلمندی کا فعل ہے - جو لوگ حقیقت کو نہین جانتے وہ اہل دنیا پر رشک کرتے ہین اور اپنی حالت کو نظر حقارت سے دیکھتے ہین - مگر جنکی باطنی آنکھہ خداوند تعالی نے ذرا بھی کھولدی ہے وہ دیکھتے ہین کہ اصل حقیقت کیا ہے - بُرے لوگ تو کامیاب اور اچھے ناکام ہین - خیر یہ بحث طویل ہے پھر کبھی لکھی جائے گی - تم اپنے مزاج سے جلد جلد اطلاع دیتی رہو - اور خدا پر بہروسہ رکھکر علاج کرو - فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳۷)

حیدرآباد دکن - ۱۴ ذوالحجہ ۱۳۲۶ھ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم - مین معافی چاہتا ہون کہ مین نے تمکو اسقدر اپنے خط کے انتظار مین رکھا - اب مین اسبات کی کوشش کرون گا کہ ہر جگہہ سے جہان کہین مین ہون گا خط لکھکر بحفاظت تمام بھیجدیا کرون گا - تم خاطر جمع رکھو - مجھے بڑی خوشی ہے کہ تم میرے خطون کو اسقدر دلچسپی سے پڑھتی ہو اور اُن سے فائدہ اٹھاتی ہو -

مین اسوقت تمہین ایک کارآمد کتاب نذر کرتا ہون - تم اسکو اپنے پاس رکھو اور یہ تمہین بہت کارآمد ہوگی - تم اکثر اپنی تحریر مین لفظون کی تذکیر اور تانیث

مین غلطی کیا کرتی ہو۔ اس لئے مین ایک تذکیر و تانیث کا مکمل لغت تمہارے لئے بھیجتا ہون۔ تم جس لفظ کی تذکیر و تانیث دریافت کرنی چاہو گی تم کو اس مین ملے گی۔ انگریزی لغت کی طرح پر اس کی ترتیب بھی ہے اور ہر لفظ باسانی نکل آتا ہے۔

تم نے اپنے خط مین لکھا تھا کہ مین "آپ کی کتابین بہت جلد پڑھکر واپس کرون گی"۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتابین تمہاری ہی ہین۔ انہین واپس کرنے کی ضرورت نہین۔ مین ان کتابون کو تمہین نذر دیتا ہون امید ہے کہ میرے ہر ناچیز تحفہ کو تم بغیر کسی عذر کے منظور کیا کرو گی۔ ورنہ میرے دلکو بہت رنج ہوگا اور غیریت ثابت ہوگی۔ اگر مین انہین سے کسی کتاب کو پڑھنا چاہون گا۔ تو تم سے منگا کر اور پڑھکر تم کو واپس کرون گا۔ وہ تمہاری ہی کتابین ہین جب جی چاہے پڑھنا۔ مگر میری خواہش یہ ہے کہ میری بھیجی ہوئی کتاب کو کم از کم ایک بار تو ضرور پڑھ لیا کرو۔ خواہ تمہاری طبیعت کو اس مین دلچسپی ہو یا نہ ہو۔ اگر کسی کتاب کا کوئی مطلب سمجھ مین نہ آئے تو تم پنسل سے اُس پر نشان کر دیا کرو۔

مجھے معلوم نہین کہ اردو شاعری کی کتابون سے بھی تمہین دلچسپی ہے یا نہین۔ اگر ہو۔ تو بہت سے اُستادون کا کلام میرے پاس موجود ہے۔ انہین بھی ایک ایک کرکے تمہارے مطالعہ کے لئے بھیج سکتا ہون۔ مگر خوف ہے کہ شاعری اور موسیقی دل کو اسقدر فریفتہ کر لیتی ہے کہ پھر وہ کسی مشکل کتاب کے مطالعہ کرنے کے لائق نہین رہتا۔ میرے نزدیک تاریخ۔ سوانح عمری اور سفرنامے سب سے زیادہ دلچسپ ہین۔ تم فی الحال انہین مین اپنا جی لگاؤ۔

افضل بیگم - تم اپنے دل کو سنبھالو اور رنج و غم کو اس مین زیادہ جگہ مدو -
اس سے میری غرض یہ ہے کہ جب آدمی کو کوئی صدمہ ہو - تو تھوڑا تھوڑا
اسکو کسی کام مین لگائے اور تمہارے لئے مطالعہ اور گھر کے کام سے
بہتر کوئی کام نہین - تم آہستہ آہستہ اپنے دلکو اسمین لگاؤ - کبھی کسی مفید
کتاب کو پڑھو - جب جی اس سے اُکتا جائے تو کوئی گھر کا کام کرنے لگو - پھر
کسی لڑکی کو پڑھاؤ - اسی طرح ہر وقت اپنے دلکو کسی نہ کسی کام مین مصروف رکھو
اور اسکو بیکار نہ چھوڑو - تم دیکھو گی کہ اس تدبیر سے بہت جلد تمہارا رنج و غم
دور ہو جاوے گا - اس لئے کہ دل تو کبھی بیکار نہین رہتا - جب تم خالی بیٹھو
گی - تو ضرور تمہین رنج و غم کے خیالات آئینگے - اور تمہارے دل کو پریشان کرنگے
اگر دنیوی کامون کے ساتھ خدا کی عبادت کا بھی کوئی مشغلہ رہے -
اور نماز وظیفہ یا مذہبی کتاب کا مطالعہ کرتی رہو - تو یہ بھی تمہاری پریشانی کا
بہت بڑا علاج ہے - کیونکہ خداوند تعالیٰ کا ذکر دل کو تسلی دیتا ہے - اور اُس سے
قلب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے -

مین اسوقت تمہین چند اصول ایک تھیا صوفی کی کتاب مین سے لے کر
بھیجتا ہون - جو مجھے بہت پسند آئے ہین - یقین ہے کہ تم بھی انہین پسند کرو گی
اور ان پر عمل بھی کرتی رہو گی اور وہ یہ ہین -

(۱) خدا ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی شئے موجود نہین - وہی
عالم کا پیدا کرنیوالا اور اس کا پالنے والا حاکم ہے - وہ ابدی اور ازلی ہے -
یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا - اسی کے یہ قوتین ہین جنہین تم عالم

کام کرتا ہوا دیکھتی ہو۔ خدا کی حقیقت کو کوئی سمجھ نہین سکتا۔ اور نہ اسکا بھید کسی کو معلوم ہو سکتا ہے۔

سارا عالم اس کے اندر ہے اور وہ تمام عالم کی چیزون مین موجود ہے غرضکہ ظاہر اور باطن حاضر اور ناظر وہی ایک ذات ہے اور اسی کا سب یہ ظہور ہے آیندہ کے حالات اُس کے سامنے موجود ہین اور گذشتہ حالات بھی اوسکے پیش نظر ہین۔ اس کے پاس نہ کوئی غائب اور نہ غیر حاضر ہے۔

(۲) اسکی صنعت اور کاریگری عجیب و غریب ہے۔ اور اسکی قدرت کے تماشے جنھین تم ہر روز دیکھتی ہو حیرت فزا ہین۔ انسان اسکے علم کی حقیقت کو سمجھ نہین سکتا۔ چنانچہ ہمارے پیغمبر صاحب نے صاف فرمادیا ہے کہ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ یعنی مین تجھے جیساکہ چاہیے پہچان نہین سکتا۔

(۳) خداوند تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ اس نے اس عالم کو اپنی ذاتی محبت اور رحم و کرم سے پیدا کیا ہے۔ اگر ہم اپنی آنکھون کو اوپر اٹھاکر دیکھین۔ تو ہمین اسکی قدرت کا تماشہ آسمانون پر نظر آتا ہے۔ اگر ہم زمین کو دیکھین تو ہر شئے مین اوسکا رحم و کرم ظاہر ہے۔ پہاڑ۔ وادی اور جنگل کے درخت۔ دریا و جانور غرضکہ ہر موجود جاندار اور بے جان سب اسی کی حمد و ثنا کر رہے ہین

(۴) انسان جب مرجاتا ہے۔ تو کوئی چیز اس بدن مین کم نہین ہوتی مگر کوئی ایسی شئے اس مین سے نکل جاتی ہے جس سے تمام بدن بیکار ہی نہین ہو جاتا۔ بلکہ خود بخود اس کے اجزا سڑاوٹ سے علحدہ ہونے لگتے ہین۔ اسی چیز کو روح کہتے ہین جو مردے سے الگ ہو جاتی ہے۔

یہ روح خدا کا نور ہے۔ اور وہ مادہ نہین ہے۔ یہ روح خدا کا جزو ہے۔ اور وہ ہمیشہ قایم رہتی ہے۔ وہ خود مختار ہے۔ اسی لئے اسکو ذمہ دار سمجھکر اس سے بازپرس ہوتی ہے اور اس کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑتا ہے۔

اے انسان تو اپنے آپ کو پہچان۔ تو وہ مخلوق ہے جس پر خدا کو ناز ہے اور تجھی کو تمام فرشتون سے سجدہ کرایا ہے۔ اور تو خدا اور مخلوقات عالم کے درمیان مین ایک واسطہ ہے یا ایک زنجیر ہے جس سے خدا اور عالم بندھے ہوئے ہین۔ اگر یہ زنجیر ٹوٹ جائے تو سارا عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ تیرے اندر خود حضرت حق جلوہ فرما ہین۔ تو اپنے مرتبہ کو ملحوظ رکھ اور برے کامون کی طرف متوجہ ہو کر خراب نہ ہو۔ اور تنزل اور پستی کے غار مین نہ گر۔

(۵) کیا تو نہین دیکھتا کہ وہی دھوپ گیلی مٹی کو سخت کر دیتی ہے اور کڑے موم اور برف کو پگھلا دیتی ہے۔ دھوپ یا آفتاب تو ایک ہے۔ مگر اس مین دو مخالف اور متضاد خاصیتین موجود ہین۔ اسی طرح روح تجھہ مین ایک ہے مگر اس مین بھی نیکی اور بدی دو ضد افعال کے کرنے کی قابلیت ہے وہی آدمی ایک کو مارتا ہے اور دوسرے کو پیار کرتا ہے۔ وہی شخص ایک کے لئے ظالم ہے اور دوسرے کے لئے بڑا رحم والا ہے۔ جسطرح تاریکی مین بھی مہتاب چمکتا ہے اور اس کے نور مین کوئی کمی واقع نہین ہوتی۔ اسی طرح روح بھی برے لوگون کی صحبت مین اپنی روشنی قایم رکھتی ہے۔ اسکو کوئی عمل داغ نہین لگا سکتا ہے وہ تو پاک ہے۔ مگر اس کے گرد تاریکی سے

اسکی روشنی باہر نہین آسکتی - جیسے ایک میلی اور کالی لالٹین مین شعلہ دھندلا نظر آتا ہے - مگر شعلہ ویسا ہی روشن ہے - صرف آئینون کی کثافت وہ ایسا خراب دکھائی دیتا ہے - فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳۸)

فیلخانہ حیدرآباد دکن - ۴ صفر ۱۳۲۲ھ روز پنجشنبہ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم - اسوقت مین مرزا غالب کے کچھ اشعار تمہین لکھتا ہون جنہین تم دل سے پسند کرتی ہو -

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

اس شعر کی نثر عبارت یہ ہے :- شرم ایک ناز کی ادا ہے - گو اپنے ہی سے کیجائے - وہ کتنے بے حجاب ہین کہ یون حجاب مین ہین -

پہلے مین اس شعر کے ظاہری معنی بتاتا ہون اور وہ یہ ہین کہ محبوب عاشق سے شرم کرتا ہے - جب وہ اس کے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے - تو منہ پر آنچل ڈال لیتا ہے - یا یون کہو کہ جب کبھی سامنا ہوجاتا ہے تو وہ اپنی ساری کا پلو فوراً منہ پر ڈال لیتا ہے اور عاشق کی تیز نظر سے منہ کو چھپا لیتا ہے یہ ایک ادا ہے جسکو عاشق ہی کا دل خوب جانتا ہے - اس ادا سے عاشق کے دل مین یار کی دیدار کی خواہش اور زیادہ ہو جاتی ہے - اور جو کام تیل آگ پر کرتا ہے وہی اثر اس ادا کا عاشق کے دل پر پڑتا ہے - تو گویا معشوق کی یہ ادا عین بے حجابی ہے - کیونکہ اس منہ چھپانے سے مشتاقان دیدار اور دیکھنے کے مشتاق ہوتے ہین - اور دیکھنے کی کوشش کرتے ہین - یعنی معشوق کا چھپنا عین بے پردگی ہے - اگر وہ منہ نہ چھپاتا تو کوئی اسکے

دیکھنے کا مشتاق بھی زیادہ نہ ہوتا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پارسی۔ یورپین اور ہندو عورتین بڑی بڑی صاحب حُسن وجمال بے پردہ روز سڑکون۔ باغون اور عام میلہ تماشون کی جگہہ دیکھی جاتی ہین۔ اور اون کا حُسن وجمال اور پوشاک اور لباس اسقدر عمدہ ہوتا ہے کہ جو دل کو فریفتہ کر سکتا ہے۔ مگر انہین کوئی بھی للچائی ہوئی نظرون سے نہین دیکھتا۔ مگر جو عورت میانہ گاڑی یا بگھی مین پردہ کے ساتھ نکلتی ہے اور اسکا ذرا سا ناخن بھی ظاہر ہوجاتا ہے تو عام طور پر لوگون کی نگاہین اوسطرف متوجہ ہوجاتی ہین۔ کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ الانسان حریصٌ فی ما منع۔ یعنی انسان اسی چیز مین زیادہ حریص ہے جس سے وہ منع کر دیا جاتا ہے۔ دیکھو بچون مین یہ بات بخوبی نظر آتی ہے کہ جب بچے کو کسی حرکت سے منع کیا جاتا ہے تو ضرور اسی حرکت کو کرتا ہے۔ اس لئے یہ ہمارا پردہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور عورت کا چھپنا دراصل مرد کو اس بات کی ترغیب ہے کہ وہ اس کے حسن وجمال کی مشاہدہ کی طرف زیادہ متوجہ ہو۔

عورتون مین حضرت حق کا ظہور حسن ہے۔ اس لئے ہر خوبصورت عورت بالطبع شرماتی ہے اور اپنے حسن وجمال کے چھپانے سے زیادہ نظر کو توجہ دلاتی ہے۔ تو گویا یہ حجاب عین بے حجابی ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس شخص سے عورت زیادہ تعلق پیدا کرنا چاہتی یا اسکو اپنے حُسن وجمال کا فریفتہ کرنا چاہتی ہے۔ تو اس سے زیادہ اپنا منہ چھپاتی ہے۔ دوسرے

ایسا نہین کرتی۔ مغربی شمالی کے اصلاع مین اب تک یہ دستور قائم ہے۔ کنئی دلہن اپنے شوہر سے مدت تک منہ چھپاتی ہے اور دیور سے پردہ نہین کرتی۔ اور اوس سے بےتکلفی سے باتین چیتین کرتی رہتی ہے۔ مگر جب شوہر آجاتا ہے تو فوراً اوسکی طرف سے گھونگٹ کرلیتی ہے اس کا اصلی سبب شرم ہے اور یہ شرم بھی ایک اور ہے۔ گویا یہ پردہ عین بےپردگی ہے۔ جسکے معنی اسلئے اسیجھے جاتے ہین یعنی جس سے عورت اس قسم کی شرم کرتی ہے۔ اس سے دل مین نہایت ہی بےشرم اور بےباک ہوتی ہے۔

اب مین تمہین ظاہری معنی تو بتا چکا۔ اب تم باطنی معنی سے بھی واقف ہوسکتی ہو۔ دیکھو حضرت حق۔ (خداوند تعالیٰ) کسقدر ظاہر ہین۔ کیونکہ سوا حضرت حق کے اور کوئی شئے ظاہر اور باطن موجود نہین مگر پہلے پہل کسی کو بھی یہ بات معلوم نہین ہوسکتی۔ سب لوگ یہی جانتے ہین کہ حضرت حق پردے مین ہین۔ جب کوئی شخص اون کے دیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور پیر کی ہدایت کے موافق ذکر وشغل شروع کرتا ہے۔ تو بہت ہی جلد کسی نہ کسی طرح نور کی ایک جھلک دکھادی جاتی ہے۔ اور پھر وہ نور غائب ہوجاتا ہے۔ اب سالک اس نور کی دید کے لئے اور بڑی بڑی ریاضتین اور مجاہدے کرتا ہے۔ مگر اس طرف سے کشیدگی ہوجاتی ہے۔ اور وہ نور پھر جلد دکھائی نہین دیتا۔ اب سالک طریق یعنی عاشق خدا جو ایک جھلک دیکھکر فریفتہ ہوا تھا بےقرار ہوتا ہی اور اوس کی بےچینی بڑھتی جاتی ہے۔ جب یہ بےقراری زیادہ ہوجاتی ہے تو پھر کبھی ایک جھلک دکھادی جاتی ہے اور پھر وہ نور غائب ہوجاتا ہے۔

اسی طرح سے مرتون ظاہر ہونے کی کارروائی جاری رہتی ہے۔ یہان تک
کہ عاشق کو پورا جذب اور استغراق حاصل ہو جاتا ہے۔ اور سوا معشوق کے
اور کوئی خیال اوس کے دل مین باقی نہین رہتا۔ اوسوقت معشوق کو اوس کی
حالت بیقراری اور اضطراب پر رحم آتا ہے اور وہ رفتہ رفتہ حجاب کو دور کرتا
جاتا ہے۔ یہان تک کہ وصال کی نوبت پہنچتی ہے اور عاشق حضرت حق کو
اپنے چارون طرف ہر وقت موجود دیکھنے لگتا ہے اور اسکو سوا معشوق کے
اور کوئی چیز دکھائی نہین دیتی۔ جیسے کہ جب معشوق مجازی اپنے عاشق کے
عشق سے پوری طور پر مطمئین ہو جاتا ہے تو پھر پردہ دور کرکے اُسی کی پاس
موجود رہتا ہے۔ اسی طرح حضرت حق بھی سالک کو ہر وقت اور ہر جگہ دکھائی
دینے لگتے ہین۔ اور وہ کبھی اسکی نظر سے غائب نہین ہوتے۔ یہ ہے
انتہائے وصال عاشقان خدا کا جسکو اصطلاع صوفیہ مین فنا فی اللہ اور بقا باللہ
بھی کہتے ہین۔ اسوقت سالک کا وجود بھی باقی نہین رہتا۔ اور وہ عین معشوق
حقیقی ہو جاتا ہے اور اوسکی نظر مین خلق غائب اور خدا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اسی
موت کی طرف قرآن پاک مین اشارہ ہے کہ موتوا قبل ان تموتوا۔ یعنی موت طبعی کے
پہلے مر جاؤ یعنی اپنے وجود کو معشوق حقیقی کے وجود مین گم کر دو اور فنا فی اللہ ہو جاؤ
یعنی اسکی ذات مین فنا ہو جاؤ۔ فنا کے معنی یہ نہین ہین کہ اپنے وجود خارجی کو
فنا کر دو۔ بلکہ اپنے خیال مین اسبات کا یقین کرو کہ مین نہین ہون حضرت حق ہی
ہین جو میرے لباس اور صورت مین ظاہر ہوئے ہین۔ اب تمہاری سمجھ مین
آگیا کہ حجاب عین بے حجابی ہے۔ اور اسی بات کو مرزا غالب نے یہان بیان

بیان کیا ہے۔ مگر اس باریک معنی کا سمجھنا بہت مشکل ہے۔
ہے غیب غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین
(شعر نمبر ۲۲)
اس شعر کی نثر عبارت یہ ہے۔ جسکو ہم مشہود سمجھتے ہین وہ غیب ہی غیب ہے۔ جو لوگ خواب مین جاگے ہین وہ ہنوز خواب مین ہین۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت حق باعتبار اپنی ذات کے ہمیشہ غائب ہین۔ اور باعتبار صفات یا لباس کے ظاہر ہین۔ افضل بیگم اب تم پہلے غیب اور شہود کے معنی کو اچھی طرح سے سمجھ لو۔ غیب کے لغوی معنی نظر سے پوشیدگی کے ہین اور شہود کے معنی نظر کے سامنے کے ہین۔ اور حضرت حق کی دو نشانین ہین۔ ایک تو تنزیہ اور دوسرے تشبیہ یا ایک غیب اور ایک شہود۔ دیکھو تمہاری روح جسکا تمہین یقین ہے تمہاری نظر کے سامنے نہین آسکتی اور تم کبھی اسکو نہین دیکھہ سکتی ہو۔ مگر تم اپنے بدن کو ان ظاہری آنکھون اور باطنی چشم سے دیکھتی ہو۔ تو روح عالم غیب مین ہے۔ اور جسم عالم شہود مین یعنی روح غائب اور جسم ظاہر ہے۔

دوسری مثال یہ ہے کہ جو پہلی دفعہ تمہارے دل مین خیال آتا ہے۔ وہ تمہاری باطنی آنکھہ سے بھی غائب ہوتا ہے۔ مگر پھر وہی خیال ایک ہلکا جسم اختیار کر کے تمہارے دل کی آنکھہ کے سامنے آتا ہے اور پھر عالم خارج مین وہی خیال جسم کثیف کے ساتھ آتا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ تمہین مکان بنانے کا خیال آیا اسوقت یہ صرف خیال ہی ہے۔ اسکی کوئی صورت و شکل تمہارے دل مین قائم نہین ہوئی اور اس وقت یہ خیال عالم

غیب مین ہے۔ یعنی تمکو خیال کا تو یقین ہے کہ میرے دل مین ایسا خیال
گذرا ہے مگر اس کی صورت تمہارے دل مین متعین نہین ہوئی۔ اب تم نے
اس مکان بنانے کے خیال پر زیادہ زور دیا اور دل مین سوچا کہ مکان کس
نقشہ کا ہوگا۔ اس وقت دل مین اس مکان کا پورا نقشہ تیار ہوا اور تم دل کی
آنکھ سے اُس کی صورت اور دیوار و در دیکھنے لگین جب یہ صورت تمہاری
ذہن مین قائم ہوئی تو وہ خیال اب عالم مثال مین اتر کر آگیا اور ایک ہلکا یا
لطیف وجود اس نے حاصل کرلیا۔ بعدازان تم نے اس ذہنی وجود یعنی
مکان کا نقشہ کھینچا اور جیسی صورت اس مکان کی تمہارے دل مین قائم ہوئی
تھی اوسکو ہوبہو تم نے کاغذ پر اُتار لیا اور وہی خیال عالم مثال سے ترقی کر
عالم خارج یعنی شہود مین پہنچ گیا۔ اور نقشہ کے مطابق عمارت تیار ہوئی جسکو
ہر کوئی دیکھتا ہے۔ اور تم اس مین رہتی ہو۔ اور وہ مکان کبھی گرتا ہے اور پھر
تعمیر ہوتا ہے۔ کبھی بالکل فنا ہوجاتا ہے اور اسکا نشان تک باقی نہین رہتا۔
مگر اس مکان کی تصویر تمہارے دل مین ہمیشہ قائم رہتی ہے اور جب تم اسکو
دیکھنا چاہتی ہو تو وہ تصویر تمہارے دل کی آنکھون کے سامنے آجاتی ہے
غرضکہ یہ ذہنی مکان کبھی برباد نہین ہوتا اور خارجی مکان چند مدت مین گر کر فنا
ہوجاتا ہے۔ اسی طرح سے آدمی مرجاتا ہے۔ مگر وہ عالم مثال اور عالم
خیال مین بدستور موجود رہتا ہے۔ دیکھو جو رشتہ دار تمہارے مرچکے ہین انکے
جسم فنا ہوگئے قبرون مین سوا مٹی کے کچھ باقی نہین۔ مگر تمہارے دل مین
وہ بدستور سابق موجود ہین۔ تم انہین ذرا دل مین غور کرو تو انکی تصویرین یعنی

مثالی شکلین تمہارے سامنے آجاتی ہین۔ کیونکہ اب ان کے جسم کثیف نہین رہے۔ اور اس لئے وہ تمہین ان ظاہری آنکھون سے دکھائی نہین دیتے۔ مگر وہ سب عالم مثال اور عالم روح مین بدستور سابق موجود ہین۔
افضل بیگم اب تمکو معلوم ہوچکا کہ روح یعنی ذات واحد ہمیشہ غائب رہتی ہے۔ مگر اس کا جسم ہر جگہ خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف نظر آسکتا ہے۔ مگر بغیر کسی جسم کے روح غائب ہی رہے گی۔
شاعر کہتا ہے کہ جن چیزون کو ہم حاضر اور ظاہر سمجھتے ہین وہ بھی دراصل غائب ہی ہین۔ دیکھو خواب مین انسان اسبات کا یقین کرتا ہے کہ جو کچھ مین دیکھہ رہا ہون وہ اصلی ہے۔ مگر جب نیند سے چونکتا ہے تو وہ سب شکلین غائب ہوتی ہین۔ اسی طرح زندگی مین ان ظاہری آنکھون سے دیکھتے دیکھتے ہزارون شکلین روز غائب ہورہی ہین۔ اس لئے یہ دنیا اور یہ زندگی بھی ایک طرح کی خواب ہی ہے۔ ایک گھنٹے پہلے جو آبادی حیدرآباد مین تھی وہ ایک گھنٹے کے بعد بالکل غائب ہوگئی۔ گویا کہ وہ اگلی آبادی اب خواب وخیال ہے۔ اسی طرح سے اگر ہم اپنی زندگی کی حالتون پر نظر ڈالین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ ہمارے اوپر کیا کیا حالتین آئین اور کن کن لوگون سے ہمکو سابقہ پڑا اور وہ اب کہان ہین۔ گویا وہ دنیا مین تھے ہی نہین اور جو کچھ اس عمر مین دیکھا تھا وہ سب خواب وخیال تھا اور آئندہ جو کچھ دیکھینگے یا جو کچھ اب دیکھہ رہے ہین وہ بھی خواب کی طرح سے غائب ہوجائیگا۔
غرضکہ اسی طرح ہم ہر ایک عالم مین مقام کرتے ہین اور وہان تھوڑی دیر

پھر کر دوسرے عالم مین جلتے ہین اور اسطرح سے ہم خدا جانے کب سے
اور کب تک بے تعداد عالمون مین رہتے چلے جائین گے۔ پیدا ہونے کے
معنی یہ ہین کہ ہم ایک عالم سے دوسرے عالم مین آئے یعنی ہم اس مادی دنیا
مین کسی اور عالم سے آئے ہین۔ اور مرنے سے یہ غرض ہے کہ ہم یہان
سے روانہ ہوئے اور کسی دوسرے عالم مین پیدا ہونگے۔ غرض کبھی ذات
مطلق مجرد یعنی لباس کے بغیر دکھائی نہین دے سکتی ہے۔ مگر مختلف جسمون
اور لباسون کے ساتھ نظر آتی ہے اور ہر آن وہ اس لباس کو اس دنیا مین
اور دوسرے عالمون مین بھی بدلتی رہتی ہے۔ اور مختلف دنیاؤن مین سیر
کرتی پھرتی ہے۔ مین تمھین اس سچی بات کو یقینی طور سے ثابت کرسکتا ہون
اور تم خود روز اس بات کو دیکھتی رہتی ہو۔ مگر کبھی اسبات پر غور نہین کرتی ہو۔
دیکھو پانی ایک شئے ہے۔ مگر وہ ہمارے سامنے کتنی حالتین
بدلتا ہے۔ پانی کو جب خوب گرم کیا جاتا ہے تو وہ دخان اور دھوین کی حالت
مین اکر اوپر چڑھتا ہے اور جب اسمین خوب آگ دیجاتی ہے۔ تو غائب
ہو جاتا ہے۔ یعنی دخان کی حالت مین جو ظاہر آنکھون سے دکھائی نہین دیتا
آجاتا ہے اور نظرون سے غائب ہو جاتا ہے مگر وہ اس عالم یعنی ہوا مین موجود
رہتا ہے۔ اور جب سردی آتی ہے تو وہی نامحسوس دخان ابر کی صورت
اختیار کرتا ہے۔ اور اسوقت ہمین آسمان مین روئی کے گالے سے
اڑتے ہوئے نظر آتے ہین۔ پھر زیادہ سردی لگنے سے یہ ابر پانی بن
جاتا ہے اور پگھل کر قطرون کی شکل مین زمین پر آتا ہے جسکو بارش کہتی ہین

پھر اس پانی کو خوب سردی اور دباؤ دیا جاتا ہے تو وہ برف یخ اور اولہ بن جاتا ہے۔ اور وہی رقیق پانی ٹھوس ہوکر برف کی صورت مین ہمارے سامنے آتا ہے۔ افضل بیگم اب تمہین معلوم ہوا کہ پانی تو وہی ایک شئے ہے مگر کبھی تو وہ رقیق ہو جاتا ہے اور کبھی ٹھوس اور کبھی ہوا کی صورت اختیار کرتا ہے۔ گویا ایک ہی شئے مختلف حالتون مین گردش کیا کرتی ہے اور طرح طرح کے لباس بدلتی رہتی ہے اسی طرح انسان بھی مختلف لباس بدلا کرتا ہے اور کبھی جسم کثیف کے ساتھ اس دنیا مین پیدا ہوتا ہے۔ اور کبھی لطیف جسم کے ساتھ عالم آخرت مین جاتا ہے۔ غرضکہ انسان ابدی اور ازلی ہے۔ تمہین اطمینان رکھنا چاہیئے کہ ہم اور تم کبھی نہ مرین گے۔ ہمیشہ زندہ رہین گے اور مختلف عالمون مین سیر کرتے رہین گے۔ جو لوگ موت کو نہین سمجھے وہ ہمیشہ اس سے ڈرتے ہین۔ مگر عاقل آدمی اسکو دوسری حیات جانتے ہین۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۳۹)

فیلخانہ روز دوشنبہ۔ ۲ رجب

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ مین پنجشنبہ کو تمہارے آدمی کا انتظار شام کے ۷ بجے تک کیا۔ مگر تمہارا کوئی آدمی خط لینے کے لئے نہ آیا۔ شاید تم کو جمعرات کا دن یاد نہ رہا ہوگا۔ یا تم اس روز کہین دعوت مین ہو گی۔ یا کسی ایسے کام مین مصروف ہو گی جس نے تم کو خط کی یاد بھلا دی ہو گی۔ خیر کچھ سبب کیون نہ ہو۔ اگر آج تمہارا آدمی آئے گا۔ تو دو تو خط روانہ کردون گا۔

مین اپنے پہلے خط مین مثنوی کے سادے ورق پر جو شعر پنسل سے

کسی نے لکھے تھے اور کسی غرض سے نشان کئی تھی انہیں نقل کرچکا ہون۔ واقعی پہلے شعر کے پڑہنے سے مین اسطرح دفعتاً چونک پڑا جیسے کوئی غافل سوتا ہوا آدمی کسی کی مستانہ ٹھوکر سے فوراً گھبرا کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ وہ شعر یہ تھا۔

کاسۂ چشم حریصان پر نشد   تا صدف قانع نشد پر دُر نشد

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ نفسانی خواہشین تمام رنج اور تکلیفون کی بنیاد ہین۔ اگر ایک نفسانی خواہش یا حرص توڑدی جائے۔ تو سیکڑون دکھ دردون سے نجات مل جاتی ہے۔ اور اگر پوری کیجائے تو صدہا تکلیفین موجود ہوجاتی ہین۔ دیکھو جب کوئی شخص عیش وآرام مین پڑجاتا ہے اور حلال وحرام مین اسکو تمیز باقی نہین رہتی تو اسکے جسم مین طرح طرح کے امراض پیدا ہوجاتے ہین۔ اُدہر تو وہ امراض مہلک کا شکار ہوتا ہے جن کے نامون سے ڈاکٹری کی کتابین بھری ہوئی ہین۔ اوہر جسم مین کمزوری لاحق ہوتی ہے اور چہرہ زرد۔ بدن نحیف اور مضمحل ہوجاتا ہے روپیہ پیسہ جدا غارت ہوتا ہے۔ دنیا مین بدنامی اور رسوائی سے قابل نفرت ہوجاتا ہے اور کوئی اپنے پاس عیاش کے کھڑا ہونے تک کو پسند نہین کرتا۔ لوگون کی نظرون مین حقیر ہوجانے کے علاوہ آخرت کو بھی برباد کرتا ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد یہی نفسانی خواہش عذاب کی کوئی شکل اختیار کرے گی اور اسکا جسم لطیف خواہش کے نہ پورا ہونے کی وجہ سے ایک سخت تکلیف مین رہے گا۔ کیونکہ مرنے کے بعد روح کے احساس زیادہ ہوجاتے ہین اور تکلیف اور رنج چہرصد(?) گنہ محسوس ہونے لگتے ہین۔

یہی حال شراب خواری کا بھی ہے پہلے پہل آدمی کو صحبت بد کے اثر سے شراب کا چسکا پڑتا ہے اور وہ زنگ کھلنے اور طاقت آنے کے لئے جو محض غلط خیال ہے پورٹ وائن شروع کرتا ہے پہلے تو ایک آدھ گلاس مین کچھ سرور آتا اور طبیعت خوش ہوتی ہے اور بھوک لگتی ہے۔ بعدازان اسی کیفیت کے پیدا کرنے کے لئے شراب کی مقدار بڑہائی جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ پورا شرابی ڈُرنکرڈ ہو جاتا ہے اور جو کچھ بُرے نتیجے اس بدعادت کے پیدا ہوتے ہین وہ ہزارون کتابون مین درج ہین یہان اون کے بیان کی گنجائش نہین۔ خدا ان دونو عادتون سے بچائے۔ اکثر امیرون اور مالدارون کو ان دونون بدخصلتون کے پیدا کرنے کی ترغیب دیجاتی ہے اور لوگ دوست و مصاحب بن کر اپنے فائدون کی غرض سے انہین تباہ کرتے ہین۔

افضل بیگم۔ اب تم غور کرو کہ اسی طرح ہر خواہش نفسانی کوئی نہ کوئی رنج اور تکلیف ضرور پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ہر خواہش نفسانی کا ترک کرنا ہی راحت ہے۔ اب مین خواہشون کو چار قسمون مین تقسیم کرتا ہون اور وہ یہ ہین۔

(۱) خواہش شیطانی۔ مثلاً لوگون کو اذیت پہنچانے کی خواہش۔

(۲) خواہش نفسانی مثلاً کہانے پینے حظ نفسانی اور لذتون کی خواہشین

(۳) خواہش ملکی۔ مثلاً عبادت۔ زہد و تقویٰ کی خواہش۔

(۴) روحانی۔ پاک محبت یا عشق۔ ہمدردی۔ نفع رسانی خلائق۔

پہلی قسم کی خواہشین تو بالکل منع ہین دوسری قسم کی خواہشون مین ضرورت

اور اعتدال لازم ہے۔ تیسری قسم کی خواہشین عمدہ اور قابل ترقی ہین۔ اور چوتھی قسم کی خواہشین تو اعلٰے درجہ کی ہین جن سے آدمی انسان کامل ہوجاتا ہے۔ ان دونون قسم کی خواہشون کو بڑہانا چاہیے اور شیطانی خواہش کو روکنا اور نفسانی خواہش کو اعتدال پر رکھنا ضروری ہے جو دنیا اور آخرت دونو مین عذاب کا باعث ہین۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ مولوی صاحب جو اتنی بڑی تقریرین کر رہے ہین کچھ عامل ہین۔ نہین نہین۔ مین بھی عام لوگون کی طرح سے ہون۔ اور مین اپنے آپ کو خواہشات نفسانی کا بندہ پاتا ہون۔ بلکہ تم باوجود دولت و ثروت کے صدہا باتون مین مجھہ سے اچھی ہو۔ خدا کے فضل سے جو تم عورتون مین نفس کشی ہے وہ ہم مردون مین بڑی ریاضت سے بھی حاصل نہین ہوتی۔ خدا نے تم کو فطرتاً محبت کی دیوی بنایا ہے۔ مگر پھر بھی اکتساب کی ضرورت ہے۔

اس وقت ناصر علی سرہندی کے چند عمدہ شعر یہان لکھتا ہون۔ جو شاید زیب النسا بیگم اورنگ زیب کی لڑکی کے شاعری مین استاد تھے۔ ان کا کلام اعلٰے درجہ کا ہے مگر بہت دقیق وہ لکھتے ہین۔ شعر

ہرچہ در دنیاست بر آزادگان آمد حرام   خاطر جمع است در زیر فلک سامان ما

یعنی دنیا کی تمام چیزین آزاد لوگون یعنی اولیاء اللہ اور اہل نجات پر حرام ہین آسمان کے تلے یعنی اس دنیا مین صرف خاطر جمعی ہمارا سامان ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ خوشی روحانی اور سرور دائمی یا جمعیت خاطر یعنی دل جمعی ہمکو اس دنیا مین ضروری ہین اور دنیا کی تمام چیزین ہمکو غیر ضروری یعنی حرام ہین۔

شرع نے بعض ہی چیزون کو حرام کیا مگر دنیا سے آزاد لوگ دنیا کی تمام چیزونکو جو ضرورت اور حاجت سے زیادہ ہین حرام سمجھتے ہین۔ کیونکہ یہ سامان نشاط اور حظوظ نفسانی ہین۔ اور رنجون اور تکلیفون کی امان ہین جو طرح طرح کے بچھو اور زہریلے سانپ روز جنا کرتی ہے۔ جب یہ دنیوی عیش و نشاط یعنی دنیوی خوشیان اور لذتین ترک کی جاتی ہین تو خاطر جمعی یا سرور روحانی پیدا ہوا۔ تاآگے

افضل بیگم۔ تم کو مین کئی دفعہ بتا چکا ہون کہ یہ کائنات یعنی مخلوق پانچ عالمون سے مرکب ہے اور وہ یہ ہین۔ (۱) عالم ناسوت (۲) عالم ملکوت (۳) عالم جبروت (۴) عالم لاہوت (۵) عالم ہاہوت۔

(۱) عالم ناسوت مین عوام الناس پڑے ہوئے ہین جو اپنی نفسانی خواہشون اور شہوتون کے غلام ہین اور یہ دنیا انہین کے لئے ہے وہ اسی مین مر مر کے پھر آتے ہین اور جب تک اپنی خواہشون سے نہین چھوٹتے عالم ملکوت تک رسائی نہین ہوتی۔ انہین لوگون کے لئے یہان بھی تکلیفین ہین اور آخرت مین بھی عذاب ہے۔ جب تک کوئی شخص حیوانی جذبات سے باہر نہ آئے گا عالم ملکوت تک کبھی نہ پہونچے گا۔

(۲) عالم ملکوت۔ اس عالم ناسوت یعنی دنیا سے وسیع ہے۔ وہان اسقدر تغیر تبدل نہین جو یہان ہین۔ زہد اور تقویٰ اور پرہیزگاری سے اس عالم مین رسائی ہوتی ہے۔ جو لوگ جتنی دیر عبادت الٰہی اور پرہیزگاری اور ریاضت علمی مین معروف رہتے ہین اتنی دیر وہ عالم ملکوت مین ہوتے ہین۔ اور مرنے کے بعد ان کا جائے قرار یہی عالم ہوتا ہے اور اسی کو جنت اور بہشت

کہتے ہین - (۳) عالم جبروت اور عالم لاہوت اسوقت حاصل ہوتا ہے - جب آدمی عشق الٰہی مین مبتلا ہوتا ہے اور انسانی ہمدردی اور نفع رسانی خلائق کو کام صرف خوشنودی خدا کی غرض سے کرتا ہے اگر ان کامون مین کوئی اپنی ذاتی غرض مثلاً شہرت وعزت اور صلہ جنت وغیرہ شامل ہے - توان کامون سے بھی عالم لاہوت تک پہنچ نہین ہوسکتی - یہی مقام خاصان خدا کا ہے - اوریہین تک اکثر اولیاء اللہ کی دوڑ ہے - یہ وہ مقام ہے جسکی کوشش ہر انسان عاقل کو ضروری ہے - کیونکہ انسان حیوانی زندگی کے لئے پیدا نہین ہوا - کھانا پینا اور بچے پیدا کرنا تو تمام حیوانات کا کام ہے - بلکہ انسانون سے بھی کہین زیادہ وہ ان خواہشون سے لطف حاصل کرتے ہین - (۴) عالم ہاہوت فنافی اللہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے اور (۵) یاہوت اعلےٰ درجہ ہے پیغمبرون اور اولیاء اللہ کا مقام ہے - جو صرف خدا کے فضل وکرم سے مل سکتا ہے - ان تمام عالمون مین سے عالم ناسوت مشکل ہے - جب اس سے رہائی ہوئی توسب مقامون مین پہنچنا آسان ہے - افضل بیگم اب مین اپنے خط کو بند کرتا ہون - تم دعا کرو کہ مین بھی ان خواہشون کے پنجے سے رہائی پاؤن فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۴۰)

فیلخانہ حیدرآباد دکن - ۵ رجب ۱۳۲۴ ھ روز شنبہ

مائی ڈیر افضل النساء بیگم - افسوس ہے کہ اب تم کو میرے خط بھی دلچسپ معلوم نہین ہوتے جسکی شکایت تم نے کہلا بھیجی ہے - مین تو مفید باتون کے لکھنے مین حتی الامکان کوشش کرتا ہون تاکہ تمہارے معلومات اور خیالات مین وسعت

پیدا ہوا اور تم الٹی شکایت کرتی ہو۔ اسمین کوئی شک نہین کہ جو خیالات خطون مین
لکھے جاتے ہین وہ کڑوی دوا کی طرح ہوتے ہین اور بچون کو شیرین دوا
مناسب ہے۔ مگر دوا کی تلخی تھوڑی دیر رہتی ہے لیکن اس کے فائدے
کثیر اور پائیدار ہوتے ہین۔ اسلئے مین تمہاری دلچسپی کی زیادہ پروا نہین کرتا۔
مین تمہارا اوستاد اور معلم ہون اور تم میری شاگرد رشید ہو۔ اسلئے مجھے
ضرور ہے کہ تم کو نصیحت آمیز اور مفید باتین لکھون۔ مجھے یقین ہے کہ تم
اب بھی میرے خطون کو ایک دفعہ تو ضرور پڑھ لیتی ہوگی اور اُن سے ابھی
زیادہ نفرت پیدا نہوئی ہوگی۔ مگر اندیشہ ہے کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو
کہین بغیر پڑھے ہوئے میرے علمی خطون کو رکھ ندو۔ تو میری محنت اور
جانفشانی کا اتنا صلہ بھی نہ ملے۔ اگرچہ اس آرزو کو بھی مجھے کرنا اپنے اصول
کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جب ہم اپنا کام کر چکے یعنی خط لکھ چکے تو پھر
ہم کو اس امر کی تمنا بھی نہین کرنا چاہئے کہ آیا مکتوب الیہ انہین پڑھتا ہے
یا ردی کے ٹوکرے مین ڈال دیتا ہے۔ یہ پڑھنے والے کا اختیار ہے
ہمین اسکے دل پر تو کوئی قابو نہین کہ ہم اس کے دل مین بھی دلچسپی پیدا کر دیتے
ہمیشہ ایک ہی چیز کو پڑھتے پڑھتے دل مین وقعت نہین رہتی۔ کل جدید
لذیذ البتہ درست ہے کہ آدمی نئی نئی شے کیطرف دل سے ہمیشہ راغب ہوتا ہے
مگر یہ جدت ہم کہان سے لائین۔ افضل بیگم۔ تمہین شاعری سے ضرور مذاق
ہے۔ اسلئے اگرچہ مین نے اب غزل اور ڈراما لکھنا چھوڑ دیا ہے۔ تاہم
تمہاری خاطر سے استادون کے ایک دو اشعار ان مین ضرور داخل کر دیتا ہون

کیونکہ مثل مشہور ہے کہ براے خاطر یاران توان کشید شراب۔ جب دوستونکی خاطر سے آدمی شراب تک پی لیتا ہے تو دو ایک شعر لکہنا کسی کی خاطر سے کیا بڑی بات ہے۔ گو مین اب شعر نہین کہتا۔ تصوف اور اخلاق کی طرف متوجہ ہون۔ تاہم کبھی کبھی ایک دو شعر لکہنا کوئی قباحت نہین جانتا۔ اور انکا مطلب بھی عشق حقیقی سے تعلق رکہتا ہے۔

افضل النسا بیگم۔ ہماری غرض یہی ہے کہ کسی طرح تمہاری تعلیم کا سلسلہ چلا جائے ہمارا بس نہین ورنہ تمہین ضرور علم گہول کر پلا دیتے۔ افسوس تم نے پڑھنا چھوڑ دیا۔ ورنہ اب تک تمہارے معلومات ایسے وسیع ہو جاتے کہ حیدرآباد مین کوئی بیگم یا خاتون تمہارا مقابلہ نہ کرسکتی۔ خدا نے تمہین وہ دماغ دیا ہے کہ اگر اسکو تربیت کیا جائے تو کوئی چیز ہوگا۔ مین تمہاری خوشامد نہین کرتا۔ بلکہ تمہین اسبات کی طرف توجہ دلاتا ہون کہ خداوند تعالیٰ نے جو اپنی مہربانی سے تمہین نعمت عطا فرمائی ہے اسکو اپنی غفلت اور نادانی سے کہین ضایع نہ کر دو۔

شعر

خیالِ یار مین رہتا ہون محو آٹھ پہر　　خدا وہ دن نہ دکھائی کہ ہوشیار ہون مین

اس شعر مین محویت اور ہوشیاری کے معنی سمجھنے کے قابل ہین۔ محویت اور استغراق اُس حالت کو کہتے ہین کہ انسان ایک شے کے تصور مین غرق رہے اور اپنے معشوق ہی کا خیال اور تصور اوسکے دل مین ہر وقت بنا رہے نہ اسکو اپنا ہوش ہو اور نہ دنیا کا کوئی خیال۔ اس حالت محویت کو شاعر اسقدر پسند کرتا ہے کہتا ہے کہ خدا وہ دن مجہے نہ دکہائے کہ اِس حالت سے

ہوشیاری یعنی بیداری ہو۔ یعنی یار کا یہ خیال دور ہو جائے اور پھر دنیا کی طرف متوجہ ہوں۔

ظاہر ہے کہ معشوق کے خیال میں جب اسقدر لذت ہے کہ عاشق ہمیشہ اس کے تصور میں ڈوبا رہتا ہے اور اس کے خیال ہی کو اسقدر عزیز رکھتا ہے کہ اگر وہ نہ ہو۔ تو میں زندہ ہی نہ رہوں تو اس کا عشق کس درجہ پر ہوگا۔ اور بیخودی کی کیا حالت ہوگی۔ ایسی حالت میں عاشق کو معشوق کی کوئی پروا نہیں رہتی۔ وہ خود عین معشوق ہو جاتا ہے۔ جسطرح کہ لیلیٰ جب مجنون کے پاس گئی تو اس نے کہا کہ انا لیلیٰ میں خود ہی لیلیٰ ہوں۔ یہ عشق کا آخری درجہ ہے۔ اس درجہ میں عاشق خود معشوق ہو جاتا ہے۔ اور معشوق کی نفرت اور محبت سے کوئی کام اور سروکار نہیں رہتا۔ خدا سب کو یہ عشق حقیقی عطا فرمائے یہی جذبہ ربانی ہے جسکی تعریف صوفیائے کرام نے بہت کچھ کی ہے۔ اور یہی عشق خدا ہے۔ حضرت زلیخا نے اسی عشق کی وجہ سے یہ وصال حقیقی کا مرتبہ پایا تھا اور اسی جذبۂ عشق کے لئے تمام عبادتیں اور ریاضتیں کی جاتی ہیں۔ مگر بعض کو باوجود عمر صرف کرنے کے بھی عشق کا ایک ذرہ عطا نہیں ہوتا۔ بعض کو وھبی طور پر دفعتاً عطا کر دیا جاتا ہے فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۱۴۲)

فیلخانہ۔ حیدرآباد دکن۔
۲۷ جمادی الثانی ۱۳۳۳ روز جمعہ

مائی ڈیر افضل النساء بیگم۔ یہ شعر بھی غالب کا قابل سماعت ہے۔

ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

اس شعر کی نثر عبارت یہ ہے۔ گھر کی رونق ایک ہنگامہ (مصدر فعل) پر موقوف

(منحصر) ہے اگر نغمۂ شادی نہین ہے۔ تو نوحۂ غم ہی سہی۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رونق شادی اور غم دونو پر منحصر ہے۔ اگر ان مین سے ایک نہ ہو تب بھی آبادی نہین۔ کہین شادیانے بجتے ہین۔ تو کہین صفِ ماتم بچھی ہے کوئی راتون کو بستر غم پر پڑا ہوا فراق یار مین آنسو بہاتا ہی تو کوئی مجلس نشاط اور بزم صحبت یار مین خوشیان مناتا ہے۔ کہین طوفانِ غم چھایا ہوا ہے۔ تو کہین جوش قلقل مینا کے قہقہے ہین۔ کہین خزان کا بھیانک سماں اپنی ڈراونی صورت دکھا رہا ہے تو کہین تر و تازہ گل پھولے ہوی ہین اور بلبلین انپر جوش مسرت سے نغمہ سنج ہین۔

غرضکہ دنیا کی آبادی اور رونق انہین دو چیزون یعنی رنج اور خوشی پر منحصر ہے صوفیاے کرام کی اصطلاح مین ان دونو حالتون کا نام جمال اور جلال ہے۔ ہر لحظہ خداوند تعالی جل شانہٗ کی یہ دونو شانین اپنا اپنا جلوہ دکھاتی رہتی ہین۔ کبھی جمالی شان کا رخ پھر جاتا ہے اور کبھی جلالی شان نظر آتی ہے۔ عارف یعنی عاقل آدمی ان دونون شانون کو یکسان جانتا ہے۔ اور کبھی کسی رنج سے ناراض نہین ہوتا۔ اگر کوئی اس سے محبت اور پیار کرتا ہے۔ تو وہ اسکو خدا کی شانِ جمالی خیال کرتا ہے۔ جب اُس سے کوئی نفرت اور حقارت ظاہر کرتا ہے اور پیار کی جگہ لاتین اور طمانچے مارتا ہے۔ تب اسکو وہ حضرت حق کی شان جلالی جانتا ہے اور مارنے والے سے ذرا ناخوش نہین ہوتا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اب شانِ جلالی کا رخ میری طرف پھرا ہے۔ اور اور جلال ایک ہی ذات پاک کی دو شانین ہین۔ خدا نے مجھے رنج و غم دیا ہے

وہ میرے ہی افعال اور اعمال کا نتیجہ اور پھل ہے۔ اسکو صبر و شکر سے برداشت کرلینا چاہیئے۔ کیونکہ تسلیم و رضا کا مقام اعلیٰ ہے۔ مصرع۔ سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے۔ جس نے پیار اور محبت کی تھی اور اوس سے ایک وقت خوشی اور سرور حاصل ہوا تھا وہی اب مارتا ہے۔ تو کیا اسکی مار سے ناخوش ہونا چاہیئے۔ مان اپنے بچے کو کسی قصور پر اسی کی ہدایت اور تعلیم اور فائدہ کے لئے مارتی ہے۔ مان کو اپنے بچے سے کوئی عداوت نہین ہوتی۔ تو گویا مان کی مار دوسرون کی پیار و محبت سے کچھ کم نہین۔ وہ پھر بچے کو اپنے پاس بلاکر آنسو پوچھتی ہے۔ اور دم دلاسا دیکر مٹھائی دیتی ہے اور آگے سے بھی زیادہ پیار و محبت کرنے لگتی ہے۔ مگر بچہ اس مار کے فائدون کو نہین جانتا جب وہ بڑا ہوتا ہے تو انہین سمجھتا ہے۔

افضل بیگم۔ اہل دنیا بچے ہین۔ یہ کسی بات کی حقیقت کے سمجھنے کی لیاقت نہین رکھتے اور اہل دل بالغ ہین جو ہر بات کی تہ اور اصلیت سے واقف ہوتے ہین۔ اہل دنیا رنج و غم اور مصائب مین پھوٹ پھوٹ کر روتے اور چلاتے اور خداوند تعالیٰ کی شکایت کرتے ہین اور رنج و غم کے دور کرنے کی فکرون مین اپنے ہاتھ پاؤن تھکاتے ہین۔ مگر عارفین رنج و غم کو خوشی کا دروازہ جانتے ہین اور اس کو روح کی صاف کرنے والی سیقل سمجھتے ہین۔ انہین معلوم ہے کہ اعمال کے فرشتہ کے روزنامچہ مین ہمارے عمل کے عوض یہ رنج ہمارے نام کو بطور قرض کے لکھا تھا۔ اسکی ادائی ضرور ہے۔ جب قرضہ ایک دفعہ ادا ہوگیا پھر ہمیشہ کو فراغت ہے۔ اس لئے اہل دل کبھی کسی مصیبت اور تکلیف سے ناخوش

نہین ہوتے بلکہ اس خیال سے خوشی مناتے ہین کہ آج کل ہمارا دین ادا ہوا اور ہم نے اعمال کی قرضداری اور قید سے نجات پائی۔

اب رنج و غم کا فلسفہ بھی کسیقدر صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہون امید ہے کہ تمہاری سمجھ مین کچھ نہ کچھ تو ضرور آجائیگا۔ اس مادی دنیا کی ہر چیز ہر لحظہ متغیر ہے اور کسی شئے کو بھی قرار نہین۔ ہمارا نفس جس کے ذریعہ سے ہم اس مادی دنیا سے تعلق رکھتے ہین۔ ہمیشہ مادی خوشیون کی طرف مائل ہے اور حواس خمسہ کے ذریعہ سے مادی لذتین حاصل ہوتی ہین۔ مگر جسطرح کہ مادی اشیا ہر لحظہ مبدل ہین اسی طرح مادی خوشیان اور رنج بھی فوری اور آنی ہین۔ یعنی رنج اور خوشی جو نفس کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہین وہ بہت جلد فنا ہو جاتے ہین۔ دنیا کے رنجون اور خوشیون کو ذرا بھی قرار اور ثبات نہین مگر روحانی خوشیان پائدار ہین اور روح کو کوئی رنج و غم نہین ہوتا رنج اور غم صرف نفس ہی کو ہوتا ہے۔ روح ان سے پاک ہے۔

افضل بیگم۔ اب تم مثالون سے اس مسئلہ کو سمجھو۔ دیکھو ایک بچہ ایک کھلونے سے بہت محبت کرتا ہے۔ جب وہ ضایع ہو جاتا ہے۔ تو کسقدر روتا چلاتا ہے۔ مگر یہ اس کا جوش و خروش بہت جلد جاتا رہتا ہے اور دوسرا کھلونا دیدینے سے فوراً پہلے کھلونے کا خیال چلا جاتا ہے۔ اسی طرح نفسانی خوشیون کا حال ہے۔ ایک آدمی کو دفعتاً خزانہ ملتا ہے۔ تو اسکی خوشی ایک ہفتہ سے زیادہ نہین رہتی شادی بیاہ کی خوشی شب عروسی ہی تک ختم ہو جاتی ہے۔ گھر مین کسی حادثہ کے واقع ہونے سے تین روز سے

زیادہ ماتم کا شور و غل نہین رہتا۔ یہ سب نفسانی خوشیان اور رنج ہین۔ جنکا زوال
بہت جلد ہو جاتا ہے۔

برخلاف ان کے روحانی لذتین کبھی زائل نہین ہوتین۔ اور مرنے کے
بعد بھی وہ کبھی زائل نہونگی۔ بلکہ ان کی لذت دس گونہ بڑھ جاے گی۔ دیکھو
جب کسی شخص کو کسی سے سچی محبت اور عشق ہوتا ہے۔ تو وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے
دنیا کا کوئی انقلاب۔ کوئی تغیر۔ کوئی بے رخی۔ کوئی بے مروتی۔ اس کو
دور نہین کرسکتی۔ اسکا سرور یا رنج جسکو سرور ہی کہنا چاہیے ہمیشہ روح کو
رہتا ہے۔ یا مسائل حکمت یا فلسفہ کا مطالعہ ہر روز اپنی خوشی کو دوبالا کرتا جاتا ہے
اور اس کے سرور اور لذت مین ذرا بھی کمی نہین ہوتی۔ یا عبادت یا ریاضت
روحانی مین جو مزا اور حلاوت آنے لگتی ہے وہ کبھی زائل نہین ہوتی۔ گو دنیا
مین ہزارون طرح کے تغیر و تبدل ہو جائین۔ مگر ان روحانی خوشیون مین کوئی
کمی واقع نہین ہوتی۔

افضل بیگم۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ نفسانی لذتین بہت ہی کم دیرپا اور ادنیٰ
درجہ کی ہین اور روحانی لذتین نہایت ہی پائدار اور لطیف اور اعلےٰ ہین۔
اسکی مثال یہ ہے کہ ایک تو گڑ کا شربت ہے اور دوسرا قند کا تو ظاہر ہے کہ
قند کی لطافت اور ذائقہ کو گڑ کی شیرینی اور غلاظت سے کیا نسبت۔ مگر بچے
ہمیشہ گڑ کے شربت ہی کو زیادہ پسند کرتے ہین۔ کیونکہ اسمین شیرینی زیادہ ہوتی
ہے۔ انہین اسقدر تمیز پیدا نہین ہوتی جو قند کی لطافت کو سمجھین۔ اسی طرح
اہل دنیا ہمیشہ بچون کی طرح نفسانی لذائذ اور حیوانی خوشیون پر فریفتہ رہتے

ہین اور کبھی روحانی پاک خوشیون کی طرف رخ نہین کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ نفسانی خوشی کے ساتھ ساتھ رنج بھی لگے ہوئے ہین۔ ایک نفسانی خوشی سے دس رنج اٹھانے پڑتے ہین مگر روحانی خوشی مین کوئی رنج پوشیدہ نہین۔ لوگ طرح طرح کے لذیذ کھانون پر مرتے ہین۔ مگر انہین معلوم نہین کہ ان مین مہلک بیماریون کے پیچ بھی پنہان ہین۔ حیوانی خواہشون پر جان دیتے ہین۔ مگر یہ نہین جانتے کہ ہزارون رنجون اور مصیبتون کا ساتھ بھی ہے زیادہ فضول فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۴۲)

فیلخانہ روز پنجشنبہ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ ہر آدمی روزانہ تین مختلف حالتون یا عالمون مین رہتا ہے اور ہر ایک عالم کا خود تجربہ کرتا ہے۔ مگر اس کو یہ امر معلوم نہین ہوتا کہ وہ ہر روز تین عالم کی سیر کرتا رہتا ہے۔ دیکھو جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کی مادی چیزون کو دیکھتا اور چلتا پھرتا اور دنیا کے تمام کام کاج کرتا رہتا ہے۔ دن بھر کی تکلیف اور محنت سے تھکا ہارا ت کو بستر پر لیٹتا ہے۔ اور کچھ نیند اُس پر غالب ہوتی ہے اور عالم خواب مین پہنچ جاتا ہے۔ وہ سوتے مین ایک ایسے عالم کو دیکھتا ہے جو دنیا کے بالکل مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی خواب ہی مین دوستون سے ملنا۔ عیش و سرور کے جلسون مین شریک ہوتا اور رنج و غم مین مبتلا پایا جاتا ہے لوگ اس حالت کو خواب کہتے ہین۔ مگر صوفیہ کی اصطلاح مین یہ حالت یا عالم عالم مثال کہلاتا ہے۔ عالم مثال بالکل اس دنیا کے ہو بہو ہے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ وہان کی چیزون کے اجسام یا بدن وزنی یا کثیف ہمارے ان

محسوس جسمون کی طرح نہین ہوتے جو مارنے سے کٹتے اور پھاڑنے سے پھٹتے ہین۔ وہان آئے دن کے انقلاب نہین جن سے لوگ تکلیفین اور مصیبتین اٹھاتے ہین۔ وہان کسی کو کوئی قیدو بند نہین۔ جسم ہلکے ہوا کی طرح جہان چاہین ایک آن واحد مین ارادہ کے ساتھ پہنچ سکتے ہین۔ وہان عاشق و معشوق مین جدائی نہین۔ وہان کے کھانون مین مزا ہے۔ مگر فضلہ نہین وہان سب طرح کے جسمانی حظوظ ہین۔ مگر رنج نہین۔ وہان عورتین زچگی کی تکلیف سے پاک ہین۔ وہان اجسام ہر قسم کے امراض سے صاف ہین۔ وہان بدہضمی نہین اور بے اعتدالیون سے کوئی نقصان نہین۔ تم نے خود خوابین دیکھی ہونگی اور انہین ہر طرح کے رنج و راحت کو پایا ہوگا۔ الغرض اس عالم مثال یا خواب مین بھی آدمی اس زندگی مین کبھی کبھی پہنچا کرتا ہے اور جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان آدمیون کو بھی اس عالم کا ذاتی تجربہ ہے۔ مگر عام لوگ یہ نہین جانتے کہ وہ عالم مثال مین ہین اور اس عالم کی بھی دنیا کی طرح کوئی حقیقت ہے۔ تیسری حالت یا عالم جہان آدمی کا روز پہنچنا ہے گہری نیند کی حالت ہے۔ یہ وہ عالم ہے جہان خود فراموشی ہے اور جہان سوا سرور اور خوشی کے اور کچھ نہین گو ہر آدمی رات کو اس عالم مین جاتا ہے مگر چونکہ اس کی دماغی حالت اچھی نہین ہوتی اس سلئے وہ وہان کے سین کو یاد نہین رکھ سکتا۔ صرف وہان کا سرور کسیقدر اسکو نصیب ہوتا ہے۔ جو اس عالم ظاہری یا مادی کی تھکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ اس عالم کو جسمین انسان گہری نیند کیوقت پہنچتا ہے عالم روح کہتے ہین۔ یہ عالم عالم مثال سے اعلیٰ و افضل ہے۔

وہان سواے راحت۔ آرام اور خوشی کے رنج اور دکھ کا نام بھی نہین ہوتا۔ رنج وغم دنیا کی طرح عالم مثال مین بھی پاے جاتے ہین۔ کیونکہ خواب مین اکثر آدمی روتا اور چلاتا اور ڈرتا ہے۔ جو لوگ اپنے دل کی آنکھین کھول لیتے ہین ان کو گہری نیند مین عالم روح دکھائی دیتا ہے اور وہ اس کی حالت سے بخوبی واقف ہین۔

یہ تجربہ جو مین نے تمکو لکھا ہے اس بات کو بخوبی ثابت کرتا ہے کہ اس جسم مادی کے ٹوٹ جانے سے جسم لطیف قائم رہتا ہے اور جسم لطیف کے ٹوٹنے سے پھر کوئی زیادہ لطیف جسم ملتا ہے جو عالم ارواح مین داخل ہو سکتا ہے۔ جب دنیا ہی مین انسان ہر ایک عالم مین پہنچتا ہے تو اب کیا شک ہے کہ مرنے کے بعد وہ ان عالمونکی سیر نکرے گا۔

جو لوگ اپنی روح یا آئینہ دل کو صاف کرتے رہتے ہین اور نفسانی خواہشون کو اعتدال پر رکھتے ہین انہین سچے خواب نظر آتے ہین اور جو کچھ وہ خواب مین دیکھتے ہین وہ صحیح ہوتا ہے۔ مثلاً اگر میرا کوئی دوست مجھے زیادہ یاد کرے اور وہ مجھ سے ملنے کا آرزومند ہو۔ تو وہ رات کو ضرور میرے خواب مین آتا ہے اور مجھ سے ملتا ہے مین نے بارہا اسکا تجربہ کیا ہے اور اس بات کو صحیح پایا ہے اگر تم کو اسکا تجربہ نہ ہو۔ تو تم خود کر سکتی ہو۔ مثلاً تم مجھے کبھی تجربہ کے لئے یاد کرو اور ایک کاغذ پر وہ دن اور تاریخ لکھہ رکھو اور مجھ سے استفسار کرو۔ اگر وقت اور تاریخ صحیح ملین تو تجربہ صحیح ہے۔ مگر تم کو یہ ضرور نہین کہ تم اپنے کسی عزیز یا دوست کو جب وہ تمہین یاد کرے تو خواب مین دیکھو۔ اگر تمہاری روح صاف ہو گئی ہے

اور آئینہ دل سے کدورت جاتی رہی ہے تو تمہین بھی ضرور سچی خوابین پڑی ہونگی یا پڑتی ہونگی یعنی جب تمہارا کوئی عزیز یا دوست یاد کرتا ہوگا تو تم بھی اسکو ضرور خواب مین دیکھتی ہوگی۔

اس تجربہ سے ثابت ہے کہ عالم مثال مین کوئی شک نہین اور ہماری روح جسم لطیف کے ساتھ اسی زندگی مین اس عالم مثال مین داخل ہوتی ہے اور وہان کی سیر کرکے پھر اس عالم مادی مین واپس آتی ہے۔ اس واقعہ سے جسمین شاید تمہین کوئی شک باقی نہ رہا ہوگا بخوبی واضح ہے کہ انسان کے جسم کے اندر کئی قالب ہین اور اس ظاہری عالم مین کئی عالم موجود ہین۔ جہان آدمی کی روح اپنے لطیف قالبون کے ذریعہ سے پہنچتی رہتی ہے۔ اس کا اور بھی ثبوت یہ ہے کہ حواس خمسہ کو ضبط کرنے اور نفس کو قابو مین لانے سے آدمی کو یہ اختیار ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے جسم مادی سے باہر نکل کر جہان چاہے چلا جائے۔ اور جس دوست سے چاہے مل آئے اور اسکو کوئی نہ دیکھے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے دوست نے بھی کسیقدر اپنی باطنی آنکھون کو کھولا ہو ورنہ اسکو جسم مثالی نظر نہ آئے گا بہت سے ارواح اپنے لطیف جسمون کے ساتھ ہمارے اطراف موجود ہین۔ مگر ہم انہین نہین دیکھ سکتے۔ کیونکہ ہماری باطنی آنکھین بند ہین اور ہم باطن کے اسی طرح اندھے ہین جیسے کہ ظاہری آنکھون کے اندھے ہوتے ہین جنھین باوجود سب چیزون کے موجود ہونے کے کچھ نظر نہین آتا۔ اس تقریر سے تم کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ باطنی آنکھون کا کھولنا کسقدر ضروری ہے مگر افسوس ہے کہ انسان اپنے آپ کو ذرا بھی نہین سمجھتا۔ وہ

جواہر بے بہا کو چھوڑ کر کوڑیون اور ٹھیکریون کو جمع کرتا ہے جیسے کہ بچے جنھین روپیہ پیسے مین تمیز نہین ہوتی۔ پیسون ہی کو بہت کچھ سمجھتے ہین اور اشرفیون کی کوئی قدر نہین کرتے۔ کیونکہ انہین پتھرون اور الماس مین کوئی تمیز نہین۔ یہی حال دنیاداروں کا ہے کہ وہ اس ادنی درجہ کی مادی دنیا ہی پر فریفتہ ہین۔ اور اس سے بڑی دنیاؤن کو نہین جانتے۔ وہ اس دنیا کی ناچیز خوشیون ہی کو بہت کچھ سمجھتے ہین جو تھوڑی دیر مین زائل ہوجاتی ہین اور اپنے پیچھے رنجون کا ذخیرہ چھوڑ جاتی ہین۔ اے کاش وہ کم از کم عالم مثال ہی کی حقیقت سے آگاہ ہوتے جس مین داخل ہونے سے آدمی دنیا کی ہر چیز پر حکومت کر سکتا ہے اور یہی عالم مثال جو بہ نسبت عالم ارواح کے ادنی ہے اس مادی دنیا سے کہین زیادہ وسیع ہے۔

افضل بیگم۔ اگر تم عقل مند ہو۔ تو ضرور میری تقریر کو سمجھو گی اور اس سے فائدہ اٹھاؤ گی اور جو کچھ مین تمکو نصیحت کرون گا اسپر صبر و استقلال سے عمل کرو گی۔ مین تمہارے اوپر اسقدر بار ڈالنا نہین چاہتا جس کو تم برداشت نہ کر سکو مین تمکو اسقدر آسانی اور سہل طریقہ سے تعلیم کر سکتا ہون اور تمہین گھر بیٹھے ہی بہت کچھ عملی طور سے تجربہ کرا سکتا ہون۔ بشرطیکہ تمہارا دل اس نہایت ہی ضروری تعلیم کی طرف متوجہ ہو۔ مین نے تمکو تھیا صوفی کا تحفہ دیا ہے۔ تم اس مین سے نمبروار ایک ایک بات کو لو اور اسپر غور کرو اور اُس پر عمل شروع کرکے روزانہ اپنی حالت کو دیکھتی جاؤ۔ ادھر سے مین بھی ایک ایک بات پر تمہین خط لکھتا جاؤنگا اس بات پر تم ہر روز غور کرتی رہو اور آہستہ آہستہ اُس پر عمل کرتی جاؤ جب کسیقدر

آسانی سے اسپر عمل ہونے لگے۔ تو دوسری بات لو۔ اسی طرح سے اس تختہ کی تمام باتون پر عمل درآمد سیکھو اور بتدریج مخالفت سے اپنے نفس کو توڑتی جاؤ۔ جو تمہارا برا دشمن ہے۔ جب تک تم اس دشمن کو قابو مین نہین لاؤگی تو کبھی زیادہ ترقی نہ ہوگی۔ برائیون کا آہستہ آہستہ ترک کرنے کو سلوک کہتے ہین اور اسطرح آدمی برسون مین سلوک کا راستہ طے کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ آسان طریقہ عشق ومحبت ہے جو ایک دم سے آدمی کو عالم ناسوت یا عالم مادی سے نکال کر عالم روح یا اتما مین پہنچا دیتی ہے۔ دیکھو جن لوگون کو آپسمین سچی محبت یا سچا عشق ہوتا ہے وہ لوگ عالم روح مین پہنچے ہوئے ہوتی ہین۔ ان کے دل اس محبت سے خود بخود صاف ہوجاتے ہین۔ کیونکہ عشق مین ہجر اور جدائی کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث مین صاف بیان کردیا گیا ہے کہ جو شخص کسی پر عاشق ہوتا ہے اور اسکے ساتھ گنہ نہین کرتا اور اپنے راز عشق کو چھپاتا ہے وہ شہید ہوکر مرتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عاشق عالم روح مین ہوتا ہے۔ اس لئے کہ شہادت سے زیادہ کوئی اور مرتبہ نہین وہ حدیث یہ ہے۔ "مَنْ عَشِقَ وَعَفَّ وَکَتَمَ فَمَاتَ شَہِیدًا" مگر عشق کا جذبہ اختیاری نہین۔ جن لوگون کی روحین اس جسم یا عالم ارواح مین بہت کچھ صاف وپاک ہوجاتی ہین انھین مین یہان عشق پیدا ہوتا ہے۔ جو لوگ نفس کے غلام ہین انھین سچا عشق ہو نہین سکتا ان کی محبت بوالہوسی ہے جو اور جانورون مین بھی نفسانی غرض کے لئے موجود ہے۔

افضل بیگم۔ اب مین تم سے اپنی تحریر ختم کرنیکے معافی چاہتا ہون۔ فقط تمہارا دعاگو محب

فیضانہ۔ حیدرآباد دکن۔ ۲۰؍ جولائی ۱۹۳۰ء **خط نمبر ۳۴**

مائی ڈیر افضل بیگم۔ تم میرے خط بڑی دلچسپی سے پڑھتی ہو اور تمہارا ارادہ یہ بھی ہے کہ تم انہین کبھی شایع بھی کروگی۔ اس لیئے مین مناسب سمجھتا ہون کہ تم میرے خطون کو جو تمہارے پاس ہین ایک سادی کتاب مین اپنے ہاتھ سے تاریخ وار لکھتی جاؤ۔ اس سے دو فائدے ہین ایک تو یہ کہ لکھنے اور نقل کرنے سے خطون کے مضمون تمہارے دل مین جمین گے۔ دوسرے یہ کہ مکتوبات کی کتاب تاریخ وار اور ترتیب وار تیار ہو جائے گی۔ اگر خطون مین سے کوئی خط ضایع بھی ہو جائے تو بھی کچھ ہرج نہ ہوگا۔ اس کے سوا دوسری عورتون کو سنانے اور دکھانے کا موقع ملے گا۔ اب مین اپنی غزل کا تیسرا شعر لکھتا ہون شعر۔

وہ دل پُرزور رہتا ہی بلاؤن مین بھی خوش ہے
جو ہر اک حالت مین صبر و شکر پر تیار آ

اس شعر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ہر ایک حالت مین صبر و شکر کی ریاضت کرتا ہے اور جس حال مین خدا اسکو رکھے اسی کو وہ اپنے لیئے بہتر سمجھتا ہے تو ایسا شخص بڑی سی بڑی مصیبت اور بلا مین بھی خوش حال مطمئن قلب اور خاطر جمع رہتا ہے اور دنیا کا کوئی رنج و غم اس پر اثر نہین کرتا۔ جو ہر حال مین گو دوسرون کے لیئے وہ حالت کیسی تکلیف دہ کیون نہ ہو خوش و خرم۔ آنند اور چین یعنی مسرور رہتا ہے۔ ایسی ہی حالت کو نروانا یا اطمینان قلب کہتے ہین۔ اور اسی کی نسبت قرآن شریف مین کہا گیا ہے۔ یاایہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃً مرضیۃً ۔ فادخلی فی عبادی وادخلی

جنتی پارہ (۳۰) سورۃ الفجر آیت (۲۷) یعنی اے نفس مطمینہ لوٹ اپنے رب کی طرف راضی اور خوشی سے اور داخل ہو میرے مقبول بندون مین اور داخل ہو میری جنت مین۔ اس آیت سے تمکو معلوم ہوا کہ صبر کا مقام تمام مقامات سے عالی اور بلند ہے اور صابرین خدا کے پاس سب سے زیادہ بلند رتبہ رکھتے ہین۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ صبر کی صفت آدمی کو جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب اسپر مصیبتین اور بلائین نازل ہون۔ اگر کوئی شخص بلا ہی مین مبتلا نہ ہو۔ تو کسطرح اسکو صبر حاصل ہوگا اور وہ کیسے خدا کے پاس بڑا رتبہ پائے گا۔ کیا وہ لوگ جو ہمیشہ عیش وآرام مین زندگی بسر کرتے ہین اور رات دن ڈزین کھاتے اور ناچ رنگ مین وقت گذارتے ہین اس صبر کی نعمت سے فیض یاب ہوسکتے ہین۔ نہین نہین ہرگز نہین اس دنیا مین جن لوگون پر مصیبتین اور تکلیفین ڈالی جاتی ہین وہی صبر کا درجہ حاصل کرتے ہین۔ اور اسی وجہ سے اہل بلا اور مصیبت خاصان خدا ہوتے ہین اور عیش وآرام اور دولت وثروت خدا کی دوری کی علامت ہے جن لوگون کو خداوند تعالیٰ اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے انہین دنیا کی خوشیان عنایت کرتا ہے اور جنہین اپنا دوست بناتا ہے ان پر رنج وغم طاری کرتا ہے۔ دیکھو جب کوئی مان اپنے بچے کو اپنے پاس سے جدا رکھنا چاہتی ہے تو اسے کھیل مین لگا دیتی ہے اور کچھ میٹھی چیز دیکر بہلا دیتی ہے۔ اسی طرح خدا بھی جنھین دور رکھنا چاہتا ہے انھین دنیا کی جاہ اور دولت مین لگا دیتا ہے۔ افضل بیگم۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ رنج اور غم

اور صدمات اور بلائین واقعی کوئی بری چیز نہین - بلکہ صفائی قلب اور تصفیہ روح کے لئے مصیبتون کا آنا تو ضرور ہے - اسی لئے ایک حدیث مین ہے کہ الدنیا سجنۃ المومنین و جنۃ للکافرین - یعنی دنیا مومنون یعنی دوستان خدا کے لئے تو دوزخ ہے - اور کافرین یعنی محجوبین (جو خدا سے دور ہین) کے لئے جنت ہے - اس کے معنی یہ ہین کہ خدا کے دوستون پر دنیا مین بلائین آتی ہین - اور کافرون یعنی منکرین خدا بہت کچھ ہمیشہ عیش و آرام مین رہتے ہین -

افضل بیگم - گو یہ باتین اسوقت تمہین حیرت مین ڈالین گی مگر درحقیقت بہت سچی ہین - اگر چاہو تو ان کا تجربہ کرلو - اصلی بات یہ ہے کہ جسمانی تکلیفون سے روح مین صفائی پیدا ہوتی ہے اور جسمانی راحتون اور خوشیون اور حظوظ نفسانی اور لذتون سے روح مین کثافت اور میل پیدا ہوتا ہے - جسطرح صاف آئینہ مین پھونکنے سے داغ پڑجاتا ہے - اسی طرح ہر ایک جسمانی لذت اور حیوانی خط سے بھی روح مین داغ آتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ یہ سیاہی تمام آئینۂ دل کو اندہا اور کثیف کردیتی ہے - اسی لئے اہل اللہ روح کی صفائی کے لئے ترک لذات اور حظوظ نفسانی کی ہدایت کرتے ہین - اور نفس کے خلاف کام بتاتے ہین - تم اگر ایک ہفتہ دن کو دو وقت بہت ہی کم کہانا کہاؤ - اور غذا بہت سادی ہو - یعنی دال اور روٹی - اور لوگون سے باتین کم کرو اور اپنی مرغوبات کو چھوڑدو اور خدا کے ذکر مین مشغول رہو یا عمدہ کتابین پڑھو - اور پھر دوسرے ہفتہ مین خوب عمدہ عمدہ کہانے پکواکے کھاؤ - مثلاً چاپ - پلاؤ وغیرہ

اوڑاؤ۔ لوگون مین بیٹھکر خوب ہنسو بولو اور قہقہے اور چہچہے کرو اور جس چیز کو طبیعت چاہے کھاؤ پیو۔ اور پھر اپنی روحانی حالتون کا مقابلہ کرو۔ تو تم کو معلوم ہوجائیگا کہ ان دونون حالتون یعنی پرہیزگاری اور بدپرہیزی مین کیا فرق ہے اور دلکی حالت کس صورت مین کیا تھی جو صفائی اور سمجھ اور ربانی خیالات پہلی حالت مین تھے وہ سب جاتے رہین گے۔ اور برخلاف ان کے دل پر کثافت خیالات مین کدورت اور ناپاکی پیدا ہوگی۔ غضب۔ غرور۔ حسد اور کینہ زیادہ ہوجائے گا اور اسی طرح دماغ اور روح کو صدمہ پہنچے گا۔ جس کو بدبر لوگ ہی دریافت کرسکتے ہین۔

افضل بیگم۔ اس چھوٹے سے تجربہ سے تمہین ثابت ہوجائے گا کہ نفس کشی ہی مین سرور ہے اور بدپرہیزی مین صدہا طرح کے رنج اور غم مخفی ہین۔ جنھین اہل دنیا نہین جانتے اور وہ ان نفسانی خوشیون اور حیوانی لذتون ہی کو خوشی سمجھتے ہین جو حقیقت مین رنج کی جڑ ہین۔ اب مین تمہین نفس کی مختلف حالتون کو سمجھاتا ہون۔

سنو انسان مین نفس چار قسم کا ہے (۱) نفس آمارہ (۲) نفس لوّامہ۔ (۳) نفس ملہمہ (۴) نفس مطمئنہ۔

(۱) نفس امارہ وہ ہے جو انسان کو شرارت۔ حسد۔ بغض و کینہ۔ دنائت وغیرہ برے خصائل اور رذائل پر تحریک کرتا ہے۔ بچون مین عموماً صرف نفس امارہ ہی پہلے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ہر چیز کو توڑتے پھوڑتے اور ہر ایک کو مارتے پیٹتے رہتے ہین۔ اور بجز کھانے پینے کھیلنے کودنے کے ان کو کوئی شغل اچھا نہین

معلوم ہوتا اکثر دنیا دار نفس امارہ ہی کے بندے ہین۔ جن لوگون مین بہت بڑی خودغرضی۔ حظوظ نفسانی کی سخت خواہش۔ مال ودولت کی حرص وہوس ہے وہ سب اسی نفس امارہ کے بندے ہین اور نفس امارہ مارنے کے قابل ہے۔ اور اسکی نسبت کسی شاعر نے کہا ہے۔ شعر۔ بڑے موذی کو مارا جس نے مارا نفس امارا۔ نہنگ واژدہا وشیر نر مارا تو کیا مارا۔ نفس امارا آدمی کو اس زندگی اور آخرت مین دوزخ مین لے جاتا ہے۔ اور اسی لئے اسکا مارنا آدمی پر فرض ہے۔ بغیر اس کے مارنے کے انسان راحت دنیا و آخرت حاصل نہین کرسکتا اور جب تک اسکی غلامی سے نہ چھوٹے کبھی آزاد نہین کہا جاسکتا۔

نفس لوامہ وہ ہے کہ آدمی خطا کرے اور پھر دل مین اسپر نادم ہو۔ اور آیندہ نکرنے کا ارادہ کرے اس حالت کو نفس لوامہ کہتے ہین۔ کیونکہ لوم کے معنی ملامت کرنے کے ہین۔ نفس امارہ کا غلام اپنے گناہون پر نادم نہین ہوتا بلکہ اسکو اپنی برائی ہی محسوس نہین ہوتی مگر نفس لوامہ رکھنے والے لوگون کو اپنے کئے کا پچھتاوا ہوتا ہے اور یہ ایک درجہ روحانی ترقی کا ہے۔ انگریزی مین اس نفس لوامہ کو کانشنس کہتے ہین۔

(۳) نفس ملہمہ وہ ہے جو نیک کامون اور اعلیٰ درجہ کی باتون کو بھی بغیر کسی غرض اور فائدہ کے کرتا ہے اور صرف نیکی کو خدا کی خوشنودی اور ہمدردی انسانی کے لئے کرتا ہے۔ جو لوگ دوسرون کو بغیر اپنی کسی ذاتی غرض کے فائدہ پہنچاتے ہین ان مین نفس ملہمہ ہوتا ہے اور یہ اولیاء اللہ اور پیغمبرون کا نفس ہے۔

(۴) نفس مطمینہ۔ ان لوگون مین ہوتا ہے جو فنا فی اللہ ہوتے ہین۔ یعنی جس چیز کو دیکھتے ہین اسکو خدا ہی جانتے ہین۔ اسی سے کلام کرتے ہین اسی کی خوشنودی سے غرض رکھتے ہین۔ وہ لوگ دنیا مین کسی سے نہین ڈرتے اور نہ کسی سے کوئی امید رکھتے ہین انھین رنج اور خوشی یکسان ہوجاتی ہے۔ مصیبت مین بھی راحت اور راحت مین سرور آتا ہے۔

افضل بیگم۔ مین نے ان چار قسمون کے نفسون کو مختصر طور سے بیان کردیا اب تم خود اس خط پر غور کرکے سمجھو اور پھر دیکھو کہ تمہارے اطراف وجوانب کس کس نفسون کے آدمی موجود ہین۔ ان کی حالتون پر غور کرتے رہنے سے تمکو نفس کی قسمین سمجھہ مین آئینگی۔ لو خدا حافظ فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۴۴)

حیدرآباد۔ ۔ جولائی ۱۹۰۸ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ اگر کسی کو شراب خواری اور تماشہ بینی کی بدعادت پڑگئی ہو اور وہ اسکو چھوڑنا چاہے تو اس کو لازم ہے کہ پہلے شراب اور تماشہ بینی کی برائیون اور نقصانون پر غور کرنا شروع کرے اور اکثر ان کو سوچتا رہے۔ اس غور و فکر سے اس کے دل پر ان جرائم کے نقصانات جم جائین گے اور ان سے دل مین نفرت پیدا ہوجائیگی اور ان کے چھوڑنے کا ارادہ پختہ ہوتا جائے گا۔ اور ارادہ کے بعد عمل شروع ہوجائے گا۔ پھر رفتہ رفتہ وہ بری عادتین چھوٹ جائین گی۔ ہر ایک بری عادت یا بدخصلت کے چھوڑانے کا یہی اصول ہے کہ آدمی پہلے اُس بری عادت پر اکثر غور کرتا رہے اور پھر ارادہ پیدا ہونے کے ساتھ عمل کرتا جائے۔ اس طرح سے ایک ایک عادت باسانی

چھوٹ سکتی ہے خدا بری عادتون سے بچائے یہی عادتین دنیا اور پھر آخرت مین انسان کو عذاب مین ڈالتی ہین اور انھین سے چھوٹنا نجات کہا جاتا ہے۔

افضل بیگم۔ نوجوان آدمیون سے یہ توقع کم ہوتی ہے کہ وہ اس طرح سے اپنی بری عادتون کو دور کرنے مین کوشش کرینگے جبکہ ان کے چارون طرف انہین عادتون کے لوگ جمع ہون حدیث مین آیا ہے کہ الصحبت متاثر۔ صحبت بہت بڑا اثر کرتی ہے جو لوگ جس صحبت مین بیٹھتے اٹھتے ہین۔ وہ اوسی صحبت کے آدمی ہوجاتے ہین۔ دیکھو جانورون تک پر صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ درختون پر رہنے والے کیڑے سبز ہی ہوتے ہین۔ پھول گلے مین رہنے سے رات بھر کے عرصہ مین بدن کے کپڑے معطر ہوجاتے ہین۔ برخلاف اس کے بُری صحبت کے لوگون مین بیٹھنے اوٹھنے سے نیک آدمی بھی خراب ہوجاتے ہین۔ مگر بعض صورتون مین مجبوری ہوتی ہے کہ اچھی صحبت کے آدمی نہین ملتے۔ ایسی صورت مین میرے نزدیک جانورون کو پالنا اور اون کی صحبت مین رہنا بہتر ہے۔ مگر بعض اوقات یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ جن لوگون مین خلقی استعداد اور اچھی سمجھ ہوتی ہے وہ برے لوگون کی صحبت سے بھی فائدہ اوٹھاتے ہین اور ان کے برے فعلون اور برے باتون اور بد عادتون کے نتیجون پر غور کرتے رہتے اور اون سے بچتے رہتے ہین۔ چنانچہ لقمان نے جو ایک غلام تھے شروع مین ادب بے ادبون ہی سے سیکھا تھا۔ لیکن بری صحبتون سے فائدہ اٹھانے کیلئے یہ ضرور ہے کہ اخلاق کے علم سے آدمی واقف ہو ورنہ وہ کسطرح خوش خلقیون اور بدخلقیون اور اچھے اعمال مین تمیز کرسکے گا۔ مجھے افسوس ہے

کہ تم نے اخلاق کی کتابون کا شاید مطالعہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور تم مجھے اپنی کتاب بینی وغیرہ کا کچھ حال بھی نہین لکھتی ہو۔ تھیاسوفی کی کتابین بھی شاید صندوق مین بند کرکے رکھ چھوڑی ہون گی۔ مین خیال کرتا ہون کہ انمین سنسکرت کے الفاظ زیادہ ہین اور ترجمہ کی عبارت بھی پیچیدہ ہے اس لئے تمہاری سمجھ مین نہ آتی ہون گی۔ اب مین تمہاری خاطر سے ایک ایک کتاب کا خلاصہ ایک ایک خط مین لکھتا جاؤن گا۔ شاید اس سے تم کو مدد ملے۔ مجھے معلوم نہین ہوتا کہ مین کیون تمہارے پڑھنے اور فائدہ پہنچانے کا اسقدر دلدادہ ہون۔ اور بہت سی عورتین ہین جنکو مین فائدہ پہنچا سکتا ہون۔ مگر تمہاری تعلیم مین مجھے خاص دلچسپی کیون ہے۔

میری لڑکی مریم بیگم کو بنگال گورنمنٹ نے احمدآباد کے کالج مین پڑھنے کے لئے منظوری دی ہے اور لکھا ہے کہ سال بھر کی پڑھائی کے بعد پہلی ملازمت ڈیڑھ سو روپیہ سے شروع ہوگی اور پھر ترقی بھی ہوتی جائے گی۔ اس روبکار کے آنے پر مین نے مریم بیگم کو بٹھا کر کہا کہ سنو بھائی۔ تمہاری شادی کی بات چیت ہورہی ہے اور سرکار سے یہ منظوری بھی آئی ہے۔ اب تم جو پسند کرو کردیا جائے اگر کہو تو تمہارا عقد کردیا جائے یا کہو تو تمکو احمدآباد پہنچا آؤن۔ اس کا خوب سوچ سمجھ کر جواب دو۔ ایک دن کے بعد مریم نے کہا کہ مجھکو سرکاری ملازمت منظور ہے انکی ماں نے بہت زور دیا کہ شادی کردی جائے مگر اس نے کسی کا کہنا نہ مانا اور کہا کہ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مین احمدآباد جانے سے باز نہ آؤن گی۔ مین ماں بیٹی کی باتون کو سنکر دل مین یہ کہہ رہا تھا کہ تعلیم نے کسقدر لڑکی کی طبیعت مین

اثر پیدا کر دیا ہے اور وہ باوجود اس پردے کی سختی کے پردیس تنہا جانے اور وہان رہنے پر آمادہ ہے۔ اسوقت مجھے تعلیم کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ معلوم ہوا کہ عورتین اپنے فائدہ اور مضرت کو علم سے سمجھنے لگتی ہین اور اسکے ساتھ انھین کام کرنے کی جرات اور ہمت بھی آجاتی ہے۔ وہ بے زبان حیوان بنکر رہنا پسند نہین کرتین۔ مین نے بھی مریم کی تائید کی اور اسکی اور بہنون نے بھی اسکی مدد کی اور بے تعلیم عورتون کی مخالفت کو پوری شکست ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پڑھی لکھی عورتون کی تعداد بڑھنے سے ان کا زور ہوتا ہے۔

اسوقت مجھے مدراس کا ایک جانکاہ واقعہ یاد آیا جو ابھی اسی سال مین گذرا ہے۔ وہان ایک معزز شخص کی لڑکی کسی شریف زادے سے محبت رکھتی تھی اور وہ بھی اسکو دل سے چاہتا تھا۔ مان باپ نے اس مقدس محبت کی ذرا بھی پروا نہ کی اور لڑکی کی شادی اسکی مرضی کے خلاف ایک دوسرے لڑکے سے ٹھہرا دی۔ نکاح کی تاریخ سے ایک دن پہلے دونون عاشق و معشوق چھپ کر بھاگے اور دونون سمندر مین ڈوب کر مر گئے۔ افسوس کہ یہ زبردستی کی شادیان کسطرح ظلم ڈھاتی ہین اور عورتون مردون کو اپنی شادی کرنے مین اختیار نہ دینے سے کسقدر نقصان آید ہوتے ہین اگر ان دونون کا نکاح کر دیا جاتا تو کس قدر آرام سے ان کی زندگی بسر ہوتی ہے۔ جب تک عورت کو شوہر انتخاب کرنے کا موقع نہ دیا جائے گا کچھ نہ ہوگا۔ عورتون کو بھی جرات سے کام لینا چاہئے اور جس سے جی چاہئے نکاح کر لینا چاہئے۔ کیونکہ بالغ مرد اور عورت خود مختار ہین۔ مگر افسوس ہے کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگون مین یہ اخلاقی جرات نہین۔

مجھے بہت سخت افسوس ہے کہ اکثر مسلمان نوجوان تعلیم یافتہ صرف روپیہ پیسے کو ڈھونڈتے ہین اور لایق اور شایستہ عورت جو قابل صحبت اور ہم جلیس ہو اسکو بمقابلہ جاہل عورت کے پسند نہین کرتے یہ کیا انکی خاک تعلیم ہے جو اپنا جلیس اور انیس ایک جاہل عورت کو بناتے ہین۔ انگلستان مین تو لوگ لایق اور تجربہ کار بیوہ عورتون کو زیادہ پسند کرتے ہین جبکہ ان کے ساتھ ان کو نسبت ہو جاتی ہے وہان تو مرد اور عورت صرف محبت اور اتحاد کو دیکھتے ہین۔ مگر ہماری قوم مین ابتک خوبصورتی اور روپیہ پیسے ہی کے دلدادہ ہین ان کو عورت کی قابلیت کی ذرا قدر نہین۔ اس سے تو بعض پرانے فیشن ہی اچھے ہین جو عورتون کو تعلیم دلانے کی کوشش تو کرتے ہین۔ ہندون کو دیکھو کہ اکثر ایم اے اور بی اے لائق اشخاص بیوہ عورتون کے ساتھ اس غرض سے شادیان کرتے ہین کہ قوم سے بُری رسم ٹوٹے اور آخرت مین ثواب حاصل ہووے۔ افضل بیگم مین نے تمہارا وقت بہت لیا شاید تم اور ضروری کامون اور باتون سے اتنی دیر معطل رہی ہو گی تمہارا معافی چاہنے والا اور دل سے تمہارے حق مین دعا کرنے والا محب حسین فقط۔

خط نمبر (۴۵)

نیل خانہ: حیدرآباد دکن۔ روز دوشنبہ جولائی ۱۹۰۹ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ مین نے تمہین لکھا تھا کہ تھیا سوفیکل سوسائٹی کی کتابین جو تمہین پڑھنے کو دی گئی تھین واپس کرنا۔ مگر وہ تم نے واپس نہین کین شاید تمہین یاد نرہی ہو۔ اب مہربانی فرماکر واپس کیجے کیونکہ ان کی واپسی کا تقاضا ہے اور اب تمہین بھی ان کی ضرورت نہین۔ تم نے

اپنے آدمی کو گذشتہ پیر اور جمعرات کو نہین بھیجا شاید یہ دن تمہین یاد نہ رہے ہونگے۔ حالانکہ مین نے یہ دونو دن مقرر کرکے تمہین اطلاع دی تھی امید ہے کہ تم اپنے آدمی کو ان دونو دنون کو بارہ بجے کے بعد روانہ کیا کرد گی۔

اب مین تمہین اپنی غزل کا ایک اور شعر لکھتا ہون جو بظاہر عاشقانہ ہے۔ مگر جس مین معرفت کا ایک بہت بڑا مقام دکھایا گیا ہے جو عام لوگون کی سمجھ مین نہین آسکتا تم اب خاص ہو۔ اس لئے تم سے عشق حقیقی کا کوئی راز چھپانا ضروری نہین ورنہ عام لوگون سے ایسی باتین بیان کرنا کفر ہے وہ شعر یہ ہے۔

کیا مریض عشق کا ہوگا مسیحا سی علاج وہ ادہر پہلو سی اٹھا جان بلب بیمار ہی

اس شعر کے ظاہری معنی یہ ہین کہ جب تک مسیحا یعنی معشوق بیمار یعنی عاشق کے پاس بیٹھا رہتا ہے اسوقت تک بیمار کی حالت درست رہتی ہے اور جب وہ نزدیک سے چلا جاتا ہے تو پھر بیمار جان بلب ہو جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ایسے بیمار کا علاج مسیحا سے بھی ممکن نہین کیونکہ یہ تو ممکن نہین کہ مسیحا ہر وقت بیمار کے پاس بیٹھا رہی اور کہین نہ جائے۔ اس شعر مین عشق کا وہ درجہ دکھایا گیا ہے جس مین عاشق اور معشوق کی روحون مین کمال اتحاد اور چسپیدگی ہو جاتی ہے۔ اسی حالت کو عام لوگ ایک جان دو قلب کہتے ہین اور اسطرح کا عشق دنیا مین شاید کم پایا جاتا ہے یہ تو ظاہری معنی تھے اب باطنی معنی سنو۔ کیونکہ انسان ظاہری حالت سے باطنی حالت کو آسانی سے سمجھ جاتا ہے۔ عاشقان خدا یا اہل اللہ مجاہدے۔ اور ریاضت عبادت اور ذکر و اشغال سے خدا کے ساتھ اس درجہ کی شدید محبت پیدا کرتے ہین کہ کوئی وقت بھی وہ اس کے ذکر اور خیال سے غافل نہین ہوتے

یہان تک کہ جو چیز وہ دیکھتے ہین اسکو معشوق حقیقی کی تصویر جانتے ہین۔ بلکہ اسی کے ساتھ باتین کرتے۔ اسی کو دیکھتے اور اسی کے باتین سنتے ہین اور تمام عالم مین اسکے سوا اور کوئی چیز انہین نظر نہین آتی۔ گو اسوقت تمہین یہ بات نہایت ہی مشکل معلوم ہوگی۔ مگر برسون کے ذکر اور مراقبہ سے یہ محبت کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس حالت کو "حضوری" کہتے ہین اور جب معشوق حقیقی کا خیال نہین ہوتا اسوقت کو "غیب" کہتے ہین۔ حضوری اور غیب کے وہی معنی ہین جو وصال اور جدائی کے ہین۔ یعنی جب تک خدا کی یاد یا خیال رہتا ہے گو وہ کسی طرح سے ہی کیون نہو۔ تو کہا جاتا ہے کہ وہ معشوق حقیقی کے پاس حاضر ہے۔ اور جب اسکو کوئی اور خیال ہوتا ہے جو خدا سے متعلق نہین تو کہتے ہین کہ وہ غائب ہے۔ یہ حضوری مشق سے اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ اہل اللہ کو معشوق حقیقی کے خیال کے سوا ایک دم کو چین نہین آتا۔ ایسی صورت یا حالت کو "فنا فی اللہ" بھی کہتے ہین

افضل بیگم۔ فنا فی اللہ کے اصلی معنی تو یہ ہین کہ آدمی اپنے آپ کو اور خلق دونو کو خدا کی ذات مین فنا یا غائب کر دے۔ فنا کے معنی یہ نہین ہین کہ مر جائے یا دنیا کے تمام کاروبار چھوڑ دے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہین کہ خدا کو موجود اور خلق کو معدوم سمجھے۔ جس چہرہ پر نظر پڑے اسکو خدا ہی کا چہرہ سمجھے جس سے کلام کرے تو متکلم اور مخاطب دونو کو حق سمجھے اور اسی طرح جب کوئی کام خود کرے تو پہلے دل مین خیال کرے کہ مین نہین کرتا حق کرتے ہین۔ جب کھانا کھانے یا پانی پیے تو دل مین خیال کرے کہ وہی کھاتا ہے یا پیتا ہے۔ اسی طرح سے مشق و ریاضت سے اپنی تمام حرکتون کو اس کے ساتھ منسوب کرتا رہے اور

اپنے وجود کی نفی کرتا رہے۔ یعنی لا الہ الا اللہ کے معنی پر عمل کرے اور اپنے
کو اور غیر کو دونون کو نفی کرتا رہے اور اللہ یا حق کو ثابت کیا کرے یہ ایک
اعلیٰ درجہ کا مراقبہ ہے۔ جس کی مشق سے انسان بہت جلد واصل حق ہو سکتا
ہے اور اسی کو فنا فی اللہ کہتے ہین۔ مین نے تم کو بارہا لکھا کہ تم بھی تھوڑی تھوڑی
مشق اس مراقبہ کی کیا کرو۔ اس سے زیادہ آسان اور کون سا ذکر اور شغل تمہارے
لئے تجویز کیا جا سکتا ہے۔ مگر معلوم نہین کہ تم نے اس بات پر عمل کرنا شروع کیا
یا نہین۔ افضل بیگم دیکھو وقت ہاتھ سے جا رہا ہے اور زندگی کا کوئی اعتبار
نہین۔ غفلت شیطان کی طرف سے ہے وہ تمہارے دل مین ایسے وسوسے
ڈالے گا کہ تم اس شغل پر جمنے نہ پاؤ گی۔ مگر ہمت مرد۔ مدد خدا۔ جب تم اوسکی طرف
متوجہ ہو گی۔ تو وہ بھی تمہاری طرف تم سے زیادہ توجہ کرے گا۔ تم دن مین جس قدر
ہو سکے اس شغل کو ضرور کرتی رہو۔ کیونکہ سچ تو یہی ہے کہ حضرت حق ہر رنگ مین
موجود ہین۔ مگر لوگ باطل کو جانتے ہین اور اونکو نہین پہچانتے ہین بچپن سے
تم نے یہی خیال سنا اور پڑھا ہے کہ خدا غائب اور خلق موجود ہے۔ اب اس
جمے ہوئے خیال کا دور کرنا آسان نہین۔ جب تک تم اس مراقبہ کو نہ کرو گی اور
دن مین پانچ وقت نماز کے بعد کم از کم پانچ تسبیح لا الہ الا اللہ کی نہ پڑھو گی۔ جبتک
تمہارے دل سے یہ باطل خیال دور نہ ہو گا کہ خلق موجود اور حق غائب ہے۔
افضل بیگم۔ تمہین پہلے اس مراقبہ سے کچھ حیرت ہو گی۔ مگر وہ حیرت اچھی ہے
خود پیغمبر صاحب نے اس حیرت کی دعا مانگی ہے۔ مگر پھر رفتہ رفتہ عادت سے
یہ حیرت چلی جائیگی۔ اور تم کو حق کا دیکھنا ایک معمولی بات ہو جائے گی اور

تم ہر چیز مین اسی کو دیکھو گی اور ہر وقت نماز مین رہو گی۔ تمہارے دل پر دنیا کا کوئی بد اثر آنے نہ پائے گا۔ لوگون کے دلون مین خود بخود تمہاری عظمت۔ محبت اور ہمدردی پیدا ہو گی۔ تم خود اپنی آنکھون سے ان باتون کو دیکھ لو گی۔ کیونکہ جو شخص حق کی طرف توجہ کرتا ہے۔ دنیا اور عالم کا ذرہ ذرہ اسکی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ تم دیکھو گی کہ خدا تمہاری ہر جگہ حفاظت کرے گا۔ مگر تم اپنے دل مین کسی کی خرابی کا خیال تک نہ کرنا۔ افضل بیگم مین نے تم کو آج ایسا مراقبہ بتا دیا ہے کہ جو کوئی پیر بھی اپنے مرید کو آسانی سے نہ بتائے گا۔ مگر افسوس جو بات سہل طور سے ملتی ہے اسکی قدر بہت کم ہوتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تم میری ہر بات کو گو وہ کیسی ادنیٰ ہو اپنی مہربانی سے اعلیٰ ہی سمجھتی ہو۔ اس لئے مجھے کامل یقین ہے کہ تم اس مراقبہ کو عزیز رکھو گی اور اسکو اپنے عمل مین کر لو گی۔ کیونکہ محض جاننے سے کوئی نتیجہ مرتب نہین ہوتا۔ عمل سے ہر ایک بات کا پورا علم حاصل ہوتا ہے اور عمل ہی پر نجات بھی موقوف ہے۔ افضل بیگم۔ اگر تم اس توحید کی مشق کرتی رہو گی تو تم ضرور انشاء اللہ تعالیٰ کسی دن واصل حق ہو جاؤ گی اور تمہین یقین ہو جائے گا کہ خدا تم کو مل گیا۔ اور اگر تم خدا کو یہان پہچاننے کی کوشش نہ کرو گی تو آخرت مین بھی خدا کو نہ دیکھ سکو گی۔ کیونکہ قرآن شریف مین وارد ہے کہ من اعمیٰ فی ہذہ الدنیا فہو اعمیٰ فی الآخرت "یعنی جو شخص اس دنیا مین خدا سے اندھا رہے گا وہ آخرت مین بھی اندھا ہی رہے گا۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ وہان ایک حسین کی شکل مین نمودار ہون گے اور یہ انھین آدمی سمجھے گا اور پھر ایک بدشکل کریہ منظر کی صورت مین نمودار ہون گے۔ تو اسوقت بھی یہ نہ پہچانیگا

اس لئے خدا کا مشاہدہ دنیا مین ضروری ہے۔ تم اس مشاہدہ کو یقین حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ افضل بیگم۔ جب تک کوئی مرید اپنے پیر سے یا شاگرد اپنے استاد سے اپنے دلکی کیفیت بیان نہ کرے کسطرح کوئی استاد اسکی حالت کا علاج کرسکتا ہے۔ دیکھو طبیب مریض کی حالت سنکر نسخہ لکھا کرتا ہے۔ ایسی ہی استاد بھی شاگرد کی دلی کیفیت سے اسکو تعلیم کرتا ہے۔ اس لئے جبتک تم مجھکو اپنی دل کی حالت سے وقتاً فوقتاً اطلاع دیتی نہ رہوگی۔ اس وقت تک مین کسطرح تمہین روحانی تعلیم دے سکتا ہون۔ تم یہ تو لکھا کرو کہ مین کیا کرتی ہون اور ان خطون سے کیا کیا فائدے حاصل ہو رہے ہین۔ مجھے اس بات کا معلوم کرانا ضروری ہے کہ تمہارا رنج و غم کسقدر دور ہوا اور دنیوی فکرون سے کچھ کچھ نجات ہونے لگی ہے یا نہین۔ جب تم مجھکو ضروری حالات سے اطلاع دیتی رہوگی تو مین تمہارے دل کی صفائی کیطرف بھی متوجہ ہونگا۔ اور اس قسم کے حالات ظاہر کرنے سے کوئی نقصان بھی نہین میری طرف سے پیارے بہادر کو بہت بہت پیار کرنا۔ دیکھو افضل النسا بیگم مان کی خدمت مین کوئی کوتاہی نکرنا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۴۶)

حیدرآباد دکن ۴ ہ اگست ۱۹۰۱ء

مائی ڈیر افضل بیگم۔ جمعرات کے روز مین عظمت النسا بیگم کے مکان پر حسب معمول آیا وہان دریافت ہوا کہ تم کوہ مولا پر ہو بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے میدہ کے دیکھنے سے طبیعت کو مسرور کیا۔ واقعی مقام کے بدلنے سے اور باہم دوستون کے ملنے سے آدمی کو تفریح اور خوشی ہوتی ہے اور ہر شخص اس قسم کی صحبتون

سے لطف زندگی اٹھاتا ہے علی الخصوص نوجوانون کو تو ایسے موقع ضرور ہین۔
اور اونکی طبیعتین تو ایسے میلون تماشون ہی کی طرف مائل رہتی ہین۔ کیونکہ
اگر انہین ایسے تماشون سے روکا جائے تو کوئی فائدہ نہین بلکہ ان تھوڑی
دیر کی خوشیون سے خود بخود ان کا دل بھر جاتا ہے اور پھر خود ان کو ان سے
نفرت ہوجاتی ہے۔ اس لئے بچون کو کھیل کود سے روکنا نہین چاہئے اور
نوجوانون کو میلون تماشون سے منع نہین کرنا چاہئے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو
لوگ جوانی مین اس قسم کی تفریح اور سیر کے دلدادہ ہوتے ہین وہ عمر ڈھلتے پر ان
تجربون سے علم حاصل کرکے خود بخود ان سے متنفر ہوجاتے ہین اور علمی مشغلہ
کی طرف راغب ہوتے ہین۔ دنیا مین تجربہ بڑی چیز ہے وہ خود آدمی کو سبق دیتا ہے
قرآن شریف کی یہ آیت نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی بات بتاتی ہے ہو کل دابتہ
آخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم۔ یعنی خداوند تعالیٰ ہر جاندار شئے کو پیشانی
کے بال پکڑے کھینچے لئے جارہا ہے اور تحقیق خدا سیدھی راہ پر ہے۔ اسکا مطلب
یہ ہے کہ ہر شخص خواہ برے راستہ پر ہے یا بھلے راستہ پر ہے وہ حقیقت مین
خط مستقیم ہی پر ہے اور خدا ہی اسکو ہر ایک راستہ پر خواہ ٹیڑھی ہو یا سیدھی چلا
رہا ہے۔ اور آخر انجام سب کا ایک ہی ہے یعنی سب اُسی ایک سرچشمہ سے نکلے
ہین۔ اور پھر آخر مین خواہ سیدھی راہ سے یا پیچ و خم کے راستے سے ہزارون ٹھوکرین
کھا کر اسی تک پہنچین گے۔ اور جس کے لئے جو راہ مقرر کی گئی ہے اسی پر چلایا
جارہا ہے۔ سچی بات تو یہی ہے۔ مگر اس کا سمجھنا ذرا کیا بلکہ بہت مشکل ہے۔
مین تمہین سمجھانے کی کوشش تو کرتا ہون۔ آئندہ اللہ ہی کے اختیار مین ہے۔

جو تمہارے ذہن مین اس مشکل بات کو آسانی سے جما دے۔

افضل بیگم۔ تمکو معلوم ہے کہ سوا خدا کے اور کوئی چیز موجود نہین۔ اس لئے جو افعال و اعمال جس شئے سے سرزد ہوتے ہین وہ خدا ہی کے افعال و اعمال ہین۔ اگر کوئی شخص اس بات کو سمجھتا ہے تو وہ اہل نجات سے ہے اور جو خدا کو ایک علٰحدہ شئے اور موجودات عالم کو ایک علٰحدہ چیز جانتا ہے وہ شرک مین گرفتار ہے۔ اور وہ افعال و اعمال کو اپنی اور اپنے غیر کی طرف نسبت کرتا ہے اور اس لئے وہ نجات یافتہ نہین ہے اور کبھی کسی حکمت اور فلسفہ کی تہہ کو نہین پہنچ سکتا۔ ایسے شخص کے لئے جو دوئی مین پڑا ہوا ہے شرع کی پابندی ضروری ہے اور جب وہ اپنا وجود مانتا ہے اور تمام اعمال و افعال کو اپنی طرف نسبت کرتا ہے۔ تو وہ ضرور ان افعال کا ذمہ دار ہے۔ اور اسکو سزا اور جزا بھی ہے۔ مگر اہل توحید سے کچھ بازپرس نہین ہے۔ چونکہ ہر فعل کا اثر ہے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ اہل توحید بھی اس اثر سے باز نہین رہ سکتے۔ مگر جب وہ توحید مین کامل ہوتے ہین تو اول تو ان سے برے افعال سرزد ہی نہین ہوتے اور اگر ہوتے ہین۔ تو ان کا اثر ان پر مرتب نہین ہوتا۔ تمہارے دل مین یہان یہ وسوسہ پیدا ہوگا کہ جب سب افعال خدا ہی کے ہین تو برے اور اچھے کا فرق کیا ہے اور ثواب اور عذاب کیا ہے اور کیا وجہ ہے کہ ہم گناہون مین مبتلا ہو کر ان سے حظ نفس حاصل نہ کرین۔ اس خیال کا جواب یہ ہے کہ خداوند تعالٰی خیر اور شر کا مالک ہے اور خیر اور شر سب اسی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ قرآن شریف مین آیا ہے کہ خیرہٖ و شرہٖ من اللہ یعنی خیر اور شر اللہ ہی سے ہین۔

افضل بیگم - اب سنو جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلے اس مین ٹہانے کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ یعنی میٹھی چیزون کی طرف اسکو رغبت ہوتی ہے۔ اور نو دس برس تک وہ کہانے پینے ہی کا دلدادہ رہتا ہے تو سب سے پہلا اس کو جسم کے نمو کی ضرورت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بڑھنے کے زمانہ مین غذا کی ازحد ضرورت ہے۔ اس لئے سب سے پہلے بچے مین قوت ذائقہ زیادہ زوروار ہوتی ہے اور بچہ ہر کہانے پینے کی چیز پر مچل جاتا ہے اور تمام چیزون کو اپنے پیٹ مین دہر لینا چاہتا ہے۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اس کا جسم بڑہے۔ تو اسمین ذائقہ کو زور دار کر دیا۔ اور کہانے پینے کی طرف اسکی تمام توجہ کو پہیر دیا۔ اسوقت بچہ کو نہ تو کپڑے کی تمیز ہوتی ہے اور نہ کسی اور حیوانی جذبات کو جانتا ہے۔ اب خیال کرنا چاہیے کہ اگر یہ قوت ذائقہ نہ ہوتی۔ تو بچہ کیونکر کھانے پینے کی چیزون کی طرف اس شدت سے راغب ہوتا۔ اور کیونکر اس کا جسم بڑہتا۔ حالانکہ بعد بلوغ کے یہی کھانے پینے کا مذاق بری نظر سے دیکہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت اسقدر کھانے پینے کی ضرورت باقی نہین رہتی۔

(۲) معصیت گردد عبادت وقت استیلائے نفس — راہزن چون در رسد ہمیان بزر اژدہاست

اب مین اس فارسی شعر کو پہلے نثر مین لکھتا ہون جس سے سمجھنے مین آسانی ہوگی۔ وقت استیلائے نفس عبادت معصیت گردد۔ زیراکہ چون راہزن در رسد ہمیانِ بزر اژدہا است۔ ترجمہ۔ نفس کے غلبہ کے وقت عبادت گناہ ہوجاتی ہے کیونکہ جب چور یا ڈاکو آتا ہے۔ تو روپیون کی بہری ہوئی ہمیانی یا تھیلی اژدہا یا سانپ ہوجاتی ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نفس کے غلبہ مین مبتلا ہین۔ یعنی حظوظ نفسانی اور خواہشات حیوانی جن لوگون پر غالب ہین۔ ان کی عبادت بھی معصیت یعنے گناہ ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سونا چاندی یا روپیہ پیسا نہایت کارآمد چیز ین ہین۔ مگر جب کسی گھر پر ڈاکہ پڑتا ہے تو گھر والون کے لئے یہ مال و دولت اژدہا بن جاتے ہین۔ یعنی اسی دولت کے پیچھے وہ مارے جاتے ہین۔ واقعی عبادت اچھی چیز ہے مگر نفس کے غلبہ کے ساتھ وہ بھی بری ہے جیسا کہ سونا اور چاندی بنفسہ نہایت مفید چیز ہے۔ مگر اسی کی وجہ سے چور اور ڈاکو آدمی کو قتل کرتے ہین۔ حالانکہ ایک مفلس آدمی سفر اور حضر یعنی وطن مین محفوظ رہتا ہے اور ایک مالدار آدمی کے مکان پر ڈاکہ پڑتا ہے۔ افضل بیگم۔ ابھی تمہاری سمجھ مین یہ بات اچھی طرح سے نہین آئی مین تمہین مثالون سے سمجھاتا ہون اور تم بھی خود اپنی سوسائٹی مین اسکا تجربہ کرو۔ دیکھو۔ بعض اشخاص نمازین پڑھتے وظیفے پڑھتے ہین۔ اور روزہ رکھتے اور حج کو جاتے ہین۔ خیرات دیتے ہین۔ مگر دوسرون کا مال ناواجب طور سے لینے۔ غیبت کرنے۔ دوسرون کو آزار پہنچانے۔ لوگونکا اپنے غصے سے دل دکھانے۔ غرور کرنے۔ دوسرون کو حقیر جاننے سے ذرا بھی نہین بچتے اور ایسے ہی حرکتون مین رات دن گذارتے ہین۔ مگر ان باتون کے ساتھ خدا کی عبادت مین بھی مشغول رہتے ہین اور اپنے آپ کو بڑا عابد جانتے ہین مگر ان کی ساری عبادت بھی گناہ ہے بجز نقصان کے اور کوئی فائدہ نہین۔ تم جانتی ہو کہ اگر کوئی بیمار پرہیز نہ کرے اور صرف دوا پیئے۔ تو دوا سے الٹا نقصان ہوتا ہے اور فائدہ بخشنے کے عوض وہ ضرر کرتی ہے۔

میرے نزدیک ایک رند اوباش شخص جسمین رحمدلی - بے غرضی انصاف پسندی اور انکساری ہے اس عابد شب زندہ دار یعنی راتون کے جگنے والے سے بدرجہا بہتر ہے - جو سخت دل ظالم - غصہ ور - کینہ ور - حاسد - اور مغرور ہے - حقیقت یہ ہے کہ تزکیۂ نفس اور صفائی قلب ان بری خصلتون کے دور کرنے سے پیدا ہوتی ہی جو لوگ ان رذیل عادتون کو اپنے دل پر جبر کرکے چھوڑ دیتے ہین - ان کے لئے تھوڑا سا ذکر خدا ہی کافی ہے - ایک دفعہ حضرت صلعم نے ایک شخص کی بڑی تعریف کی - عبداللہ بن عمر کو اون کے حالات دریافت کرنے کا شوق ہوا عبداللہ یہ بیان کرکے کہ میرے والد مجھ سے ناراض ہو گئے ہین - اس لئے مین آپ کے مکان مین چند روز رہون گا - اس حیلہ سے عبداللہ ان بزرگ کے مکان مین رہے اور اون کی عبادت کا حال دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ سوتے وقت پلنگ پر اور کروٹین لیتے وقت خدا کا ذکر کرتے ہین یعنی دل مین اللہ کا نام رٹتے ہین - اس کے سوا ان کی اور کچھ عبادت نہ تھی - اس حال کے دریافت کرنے سی انہین بہت تعجب ہوا کہ جو شخص صرف پلنگ پر لیٹ کر کچھ اللہ اللہ کہہ لیا کرے - اسکی تعریف رسول اللہ اسقدر فرمائین - پھر عبداللہ نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ اس مختصر عبادت کے سوا اور کوئی فعل بھی کرتے ہین - کہا ہان مین غصہ کو مارتا حسد و بغض کو دل سے دور کرتا رہتا ہون - اور لوگون کی خدمت بے غرض کرتا رہتا ہون اور غریبون اور بیکسون کے ساتھ ہمدردی کرتا ہون اور جہان تک مجھ سے ہو سکتا ہے اہل حاجت کی دستگیری کرتا ہون - یہ سن کر عبداللہ بن عمر کو ثابت ہوا کہ اصل عبادت یہی ہے کہ انسان بری خصلتون کو چھوڑے اور لوگون کے

ساتھ ہمدردی کرے۔ اگر کسی شخص مین غلیظ بھرا ہوا ہے۔ تو اوس کے کپڑونمین عطر ملنے سے کیا ہوگا۔ دل مین توحسد اور عداوت کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اور بظاہر نماز روزے سے کیا فائدہ ہوگا۔

جو لوگ شہوت اور غضب مین مبتلا ہین اور ان بری خصلتون کے ساتھ عبادت بھی کرتے ہین وہ دراصل خدا کے سامنے سر نہین جھکاتے بلکہ کتے اور سور کی پرستش کرتے ہین۔

اہل اللہ نے علم مکاشفہ کے ذریعہ سے دریافت کیا ہے کہ حرص وہوس کی شکل کتے کی ہے اور شہوت سور کی شکل رکھتی ہے۔ اور اسقدر تو مین بھی کہونگا کہ مین نے بھی تین دفعہ اپنے حرص وہوس کو تین مختلف رنگ کے کتون کی صورت مین دیکھا ہے۔ جب مین نے پہلی دفعہ ریاضت قلبی شروع کی۔ تو مجھے ایک کالا بڑا سا کتا نظر آیا۔ جسکی لال زبان باہر کو لٹکی ہوئی تھی۔ پھر ایک سال کی ریاضت کے بعد ایک چھوٹا کتا زرد رنگ کا دکھائی دیا اور اس کے بعد ایک موقع پر ایک دبلا کتا نظر آیا۔ یہ میری حرص تھی۔ جو کتے کی شکل مین مجھے دکھائی گئی تھی۔ اور مین نے معلوم کیا کہ میرے حرص مین جسقدر کمی ہوتی گئی اوسیقدر اس کتے کا جسم بھی لاغر اور چھوٹا ہوتا گیا۔ افضل بیگم یہ باتین کسی سے کہنے کی نہین۔ مگر صرف تم کو یقین دلانے کے لئے مین نے تم سے اسقدر کہا۔ تم خوب یاد رکھو کہ غصہ جڑ ہے۔ اور اسکی شاخین عداوت۔ بغض اور کینہ ہین۔ جب غصہ کسی کم زور پر آتا ہے۔ تو اسکو مارنے پیٹنے اور برا بھلا کہنے سے وہ فرو ہوجاتا ہے۔ مگر جب کسی ایسے شخص پر غصہ آتا ہے۔ جو برابر کا رتبہ رکھتا ہے یا جسکا مقابلہ کرنے سے نقصان کا

خوف ہے۔ تو اسوقت آدمی غصہ کو پی جاتا ہے اور زبان سے کوئی بات ظاہر نہین کرتا۔ مگر اس کے دل کے اندر وہ غصہ بغض اور عداوت اور کینہ کی شکل مین بدل جاتا ہے۔ عداوت اور کینہ مین فرق اتنا ہی ہے کہ عداوت اور دشمنی مین انسان اپنے دشمن کو نقصان پہنچانے کی سخت کوشش کرتا ہے۔ مگر کینہ ہلکا ہوتا ہے۔ کینہ ور آدمی موقع اور محل پر اپنے دشمن کو نقصان پہنچاتا ہے اور ہروقت اوس کے درپے آزار نہین رہتا۔ برخلاف دشمن کے کہ وہ تو ہروقت اسی کی خرابی کی فکر مین رہتا ہے۔ تو تم ہی اب غور کرو کہ ایک غصہ کے مارنے سے تمام عداوتین اور کینے دور ہو جاتے ہین۔ اس لئے جہان تک ممکن ہو غصہ دور کیا جائے اگر باندی لونڈی پر کسی کام کے بگاڑنے پر غصہ آئے۔ تو اسوقت کوئی ایسی حرکت یا بات منھ سے نہ نکلے جو اوس کے دل آزاری کا سبب ہو۔ ایسے وقت مین سکوت لازم ہے۔ جب غصہ چلا جائے۔ تو اس قصور پر چشم نمائی یا واجبی سزا اگر دی جائے تو خیر ورنہ عفو اور معافی سزا سے بہتر ہے۔ کہ عفو کی فضیلت قران مین بہت کچھ ہے فقط پیارے بہاور کو پیار کرنا۔ اب مین تم سے رخصت ہوتا ہون۔ تمہارا خیرخواہ محب

حیدرآباد۔ خیل خانہ۔ روز پنجشنبہ ۱۴ اگست ۱۹۱۹ء خط نمبر (۷۴)

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ اسوقت دو خط لکھے ہوئے میرے پاس موجود ہین جو تمہین نہین بھیجے۔ پنجشنبہ گذشتہ کو تو تم کو مولا پر تہین آج بھی تمہین خط تو لکھ رہا ہون۔ مگر اس کے پہنچنے کی امید نہین۔ کیونکہ غالبًا میری طبیعت کل تک اچھی نہ ہوگی۔ میرا مزاج اس موسم مین دمہ کی عارضہ سے خراب ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس دفعہ اس وقت تک کوئی دمہ کا دورہ نہ ہوا تھا۔ اب یہ پہلا خفیف دورہ ہے جو

چار روز سے موجود ہے اور جسکی وجہ سے پھر چل نہین سکتا ہون۔ مجھے ایک لیڈی ڈاکٹر نے گیاس کا تیل پلایا تھا اور کہا تھا کہ اس سے ومہ جاتا رہتا ہے اور خوب بھوک لگتی ہے۔ اس تیل کی مقدار خوراک ایک چائے کا چمچہ ہے اور اس کو حلق مین ڈالکر دو شہد خالص کے چمچے پیلینا چاہئے مین نے اس تیل کو استعمال کیا گیاس کا سفید تیل جو روزمرہ لمپون مین جلایا جاتا ہے اسکو دو تین دفعہ دن مین پیا۔ اسمین کوئی مزہ نہین۔ بے مزہ ہے اور پینے مین کوئی تکلیف نہین۔ اس تیل سے بہت فائدہ ہوا۔ نصف ومہ کا موسم چلا گیا اور زکام تک بھی نہین ہوا۔ بھوک بھی اچھی اور کھانسی بالکل جاتی رہی مگر چند روز سے فصل کا سخت زور ہے کسیقدر ومہ تو ضرور ہے لیکن پھر بھی یہ دوا بہت اچھی ہے پھیپھڑون اور معدہ کو بہت مفید ہے نزلہ اور زکام تو پاس نہین کھڑا ہوتا۔ اگر کسی کو بار بار زکام ہوتا ہو۔ یا کھانسی ہو۔ تو ضرور اس تیل سے فائدہ ہوگا۔ لیڈی نے کہا تھا کہ اس تیل کے پینے سے بھوک زیادہ لگتی ہے اور اسوقت جسقدر میوے کھائے جائین کھانا چاہئے اور روز غسل بھی کرنا چاہئے تو اس تیل سے زیادہ فائدہ محسوس ہوتا ہے۔ مین نے بھی لیڈی کے بتلانے کے پہلے بعض معمولی آدمیون سے اس تیل کے فائدے سنتے تھے۔ مگر انکی بات پر توجہ نہین ہوئی۔ ڈاکٹرنی کی بات کا زیادہ اعتبار ہوا۔ کیونکہ عوام الناس اور جاہل آدمیون کی زبان سے کوئی عمدہ بات سنکر بھی انسان کو یقین نہین ہوتا۔ مگر جب اوسی بات کو کسی لایق آدمی سے سنتا ہے۔ تو اسکو سچ سمجھتا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ بوڑھی عورتین کیسی کیسی نازک مسئلہ بیان کر جاتی ہین۔ مگر کوئی شخص انپر وہان بھی نہین دیتا۔

مثنوی

(۱) چو ہستی مطلق آمد ور اشارت بلفظ من کنند از وے عبارت

(۲) حقیقت کز تعین شد معین تو او را در عبارت گفتی من

(۳) من و تو برتر از جان و تن آمد کہ این ہر دو ز اجزائے من آمد

افضل بیگم اسوقت ان تین شعرون کا مطلب تمہین سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پہلے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ جب ہستی مطلق قید اور اشارت مین آئی تو اوسکی طرف لفظ من یا مین سے اشارہ کیا گیا۔ دوسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ حقیقت یعنی ہستی مطلق تعین یعنی مقید کرنے سے معین یا مقید ہوئی اور تو اسکو یعنی ہستی مطلق کو مین کہتا ہے۔ تیسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ مین اور تو جان اور جسم دونون سے زیادہ فضیلت رکھتے ہین کیونکہ من اور تو دونو ایک مین یا من کے اجزا ہین۔

ان تینون شعرون کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو یہ آدمی مین مین کہتا ہے اور اپنے آپ کو مین پکارتا ہے۔ تو مین حقیقتاً وہی ہستی مطلق ہے۔ جس نے آدمی کی شکل اختیار کی ہے اور مین اوسی ایک وجود مطلق کی طرف اشارہ ہے جو تمام عالم کے اشیا مین موجود ہے اور جسکی وجہ سے ان تمام چیزون کا ظہور ہے مین کرتا ہون۔ مین کھتا ہون۔ مین سوتا ہون یہ سب عبارتین اسی کی طرف اشارہ کرتی ہین کہ وہ ہستی مطلق ہی یہ سب کام کر رہی ہے اور وہی مین ہے۔

افضل بیگم۔ اب تم غور کرو کہ ہر شخص اپنے آپ کو مین کہتا ہے۔ اور دوسرے کو مین نہین جانتا۔ اسی طرح سے تمام آدمی اپنے آپ کو مین ہی سے اشارہ

کرتے ہین - اب تم ان تمام مین کو جمع کرو - تو حقیقت مین ایک ہی مین ہے مین مین کوئی فرق نہین - تو اب تم کو معلوم ہوا کہ وہی ایک ہستی واحد یعنی خداوند تعالی تمام آدمیون مین موجود ہے - جس کو مین کہتے ہین - اب ایک بات اور دیکھو اور وہ یہ ہے کہ ہر آدمی ہر کام کو مین ہی کی طرف نسبت کرتا ہے - مین کھاتا ہون - مین بولتا ہون - میرا لڑکا ہے - میری لڑکی ہے - میرا گھوڑا ہے - بغرض کہ ہر ایک چیز کو اور ہر ایک فعل کو مین ہی کی طرف نسبت کرتا ہے - تو ہوا کیا اسکے معنی یہی ہوئے کہ ہر فعل اور ہر صفت اور ہر مال اور ہر شئے اسی مین سے یعنی خداوند تعالی کی ہے جو انسان کی صورت مین متشکل ہوا ہے - فرق اتنا ہے کہ عوام وہم کی وجہ سے خدا کو جانتے نہین اور اس کو غائب اور اپنے آپکو موجود سمجھتے ہین - حالانکہ یہ بالکل غلط وہم و خیال ہے - سچی بات یہ ہے کہ وہ موجود ہے اور خلق غائب ہے - صرف مجازی طور پر فرق کرنے کے لئے نام رکھ لئے گئے ہین - مگر یہ سب نام بھی اسی ہستی مطلق کے ہین - عارفین اور اہل اللہ اس سچی بات کو خوب جانتے ہین اور مجھے یقین ہے کہ تم بھی سمجھنے لگی ہوگی - ناصر علی سرہندی کے دیوان مین ایک مختصر غزل جو نہایت ہی پر معنی اور کلام نہایت ہی فصیح و بلیغ ہے میری نظر پڑی جسکو مین تمہارے مطالعہ کے لئے یہان نقل کر کے سمجھاتا ہون - اگرچہ غزل عاشقانہ ہے مگر اس مین جو تشبیہات ہین وہ سمجھنے کے قابل ہین -

غزل

(۱) سوخت در سینہ دل ما غم جانانہ نخست آتش افتاد درین خانہ کہ جز خانہ نسوخت

(۲) حالت محو تماشا ئی تو دیدن وارد — شمع شد غنچۂ نرگس پر پروانہ نسوخت
(۳) عشق بر دل ستمے کرد کہ تقریر نیست — برق صد بار بوجد آمد و این وانہ نسوخت
(۴) جلوہ از دیدہ بدل گزرسد زور عشق نیست — آہ ازان بادہ سبے نشہ کہ پیمانہ نسوخت

اب ہر شعر کا ترجمہ اور اسکے معنیٔ حقیقی سنو اور ان سے واحدانیت کا سبق حاصل کرو۔

(۱) سینہ مین آگ نے میرے دل کو تو جلایا مگر جانان کے غم کو نہ جلایا۔ گھر مین آگ تو لگی۔ مگر اسباب خانہ نہ جلا۔ مطلب اس شعر کا یہ ہے کہ عشق مین دل تو جلکر خاک ہو جاتا ہے۔ مگر یار کے غم کو یعنی محبوب کی محبت کو کوئی صدمہ نہین پہنچتا۔ اور یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ گھر جلے اور گھر کا سامان محفوظ رہے۔ کوئی شخص اس بات کو باور نہ کرے گا۔ مگر یہ بالکل سچ ہے۔ اور اسکے نازک معنی یہ ہین کہ دل سے مراد یہان نفس ہے۔ یعنی خواہشات نفسانی۔ جب کسی شخص کا یا خداوند تعالی کا سچا عشق پیدا ہوتا ہے۔ تو نفس جل جاتا ہے یعنی تمام خواہشات نفسانی جل جاتی یا دور ہو جاتی ہین۔ مگر محبوب کے غم کو جو روحانی جذبہ ہے کوئی صدمہ نہین پہنچتا۔ کیونکہ روح تو باقی اور نفس فانی ہے مرنے کے بعد جب تمام بدن اور نفسانی خواہشات خاک مین ملجاتی ہین۔ جو بمنزلہ گھر کے جلنے کے ہے محبت یار باقی رہتی ہے۔ کیونکہ یہ محبت جو بغیر کسی نفسانی بنا کے ہو روحانی فعل ہے۔ اس لئے جابجا احادیث مین آیا ہے کہ عالم آخرت مین عاشق و معشوق ضرور ملائے جائینگے اور جو شخص کسی سے سچی محبت رکھے گا اور جذبات نفسانی کو دخل نہ دے گا اور اس محبت کو دوسرون پر

ظاہر نہ کرے گا وہ مرنے کے بعد شہید ہوگا۔ مگر افسوس ہے کہ بعض لوگ ناسمجھی سے خواہ نہ خواہ اپنی نسبت کو ظاہر کرتے ہین اور عاشق یا معشوق کو مفت بدنام کرکے اس شہادت کے مرتبہ کو ہاتھ سے کھوتے ہین۔

(۲) تیری صورت کے محو تماشا یعنی ہروقت دیکھنے والے کی حالت دیکھنے کے لائق ہے۔ شمع نرگس کا غنچہ بن گئی اور پروانہ کے پر کو بھی نہ جلایا۔ اس شعر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شمع کو غنچۂ نرگس سے تشبیہ دی ہے۔ نرگس کا پھول آنکھہ کی طرح ہوتا ہے اور شمع خود آنکھہ ہوگئی اور پروانہ کا تماشہ اسقدر محویت سے دیکھنے لگی کہ پروانہ کو جلانا بھول گئی۔ اب حقیقی معنی سنو۔ جب کسی کو عشق کامل ہوتا ہے تو خود معشوق عاشق کا تماشائی ہو جاتا ہے۔ اور وہ اسکی حالت کو اسی طرح محویت کے ساتھ دیکھتا رہتا ہے۔ جسطرح نرگس کا پھول ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا ہے یعنی خود آخری درجۂ عشق مین معشوق محو جمال عاشق ہو جاتا ہے اور اسکی ہر حالت کا پرسان رہتا ہے۔ جسطرح دنیا مین عشق مجازی کی کیفیت ہے وہی عشق حقیقی کا حال ہے۔ جب کوئی خدا پر عاشق ہوتا ہے اور عشق اپنے کمال پہ پہنچتا ہے۔ تو خود حضرت حق جو معشوق حقیقی ہین اپنے عاشق کے محو تماشہ ہو جاتے ہین۔ اور اوسکی حالت کو ہروقت دیکھتے رہتے ہین اور پھر اوسپر سے تمام تکلیفین اٹھ جاتی ہین۔ چنانچہ قرآن شریف مین یہ آیت موجود ہے کہ انّ اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاہم یحزنون یعنی خدا کے دوستون کو کوئی خوف اور رنج نہین ہے۔

(۳) عشق نے دل پر ستم کیا اور آفت ڈہائی جس کا کوئی بیان نہین ہو سکتا

بجلی سو مرتبہ دل پر گری (بوجد آمدن) کے معنی گرنے کے ہین مگر اس دانہ یعنی دل کو نہ جلایا۔

مطلب یہ ہے کہ جب بجلی اناج کے ڈھیر یا خرمن پر گرتی ہے تو دانے دانیکو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ مگر میرے دل پر اسکی محبت کی بجلیان گرا کرتی ہین۔ اور افسوس ہے کہ وہ ایک دانہ دل کو جلا کر خاک نہین کرتین۔ اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ عشق ایک برق ہے جو انسان کے دل پر گرتی ہے اور تمام حرص و ہوس کو جلا دیتی ہے۔ مگر دل اس برق سے متاثر نہین ہوتا۔ بلکہ حیات ابدی پاتا ہے۔ اگر یار کا جلوہ آنکھون کی راہ سے دل مین نہ کھنچے تو کسی کا زور نہین ہے۔ اس شراب پر افسوس ہے جسمین نشہ نہ ہو اور وہ پیمانہ کو نہ جلائے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کی صورت اور حسن کا عاشق ہو اور یہ عشق اس کے دل مین گھر نہ کرے تو اسکی مثال شراب بے نشہ کی ہے۔ تیز اور نشہ اور شراب تو وہ ہے جو پیالہ ہی کو جلا دے یعنی جس سے عاشق کا دل سوختہ ہو جائے۔ یعنی تمام دنیا کی حرص و ہوس چھٹ جائین اور سوا معشوق کے اور کسی کا خیال دل مین باقی نہ ہے۔ اسی کو سچا اور حقیقی عشق کہتے ہین۔

تھوڑے روز ہوئے کہ ہمارا بیٹا صادق حسین اپنی خالہ کی لڑکی کانپور سے بیاہ کر لایا ہے۔ دولہن بہت اچھی ہے۔ اور جیسا کہ لڑکا ہے ویسی ڈیل ڈول مین لڑکی بھی ہے اور سب سے بڑی عمدہ یہ بات ہے کہ شادی محبت کی بنیاد پر ہوئی ہے۔ لڑکی کو لڑکے سے اور لڑکے کو لڑکی سے شادی کے پہلے محبت تھی۔ مین نے چند عورتون کو ایٹ ہوم کی دعوت دی تھی اور عظمت النسا بیگم کو

بھی بلایا تھا۔ مگر وہ غمی ہو جانے سے شریک نہین ہوئین۔ تم کو ضرور بلاتا۔ مگر یہہ ہمارے گھر کے نصیب کہان کہ تم اسمین قدم رنجہ کرو۔ اس لئے تم کو رقعہ بھیجنا بھی فضول تھا۔ جو بات غیر ممکن ہو اوسکی امید بے حاصل ہے۔ مگر انشاء اللہ تعالی تمہاری دعوت تمہارے گھر ہی پہنچائے گی اور تم اپنی مہربانی سے اسکو قبول کروگی۔

کل ہمارے پڑوس مین ایک بہت اچھی شادی ہوئی جس مین مین اور میرے گھر کی تمام عورتین شریک تھین۔ یہ شادی سیدھی سادی تھی مگر اسمین عمدہ بات یہ تھی کہ ایک نوجوان بیوہ کی شادی جسکی عمر ۲۲ برس کی تھی اسکے دیور سے کر دی گئی تھی۔ اور یہ شادی بھی طرفین کی خوشی سے ہوئی ہے۔ ماں باپ نے لڑکی کو خاوند کے مرنے کے بعد نکاح ثانی کرنے پر بہت کچھ سمجھایا۔ مگر وہ راضی نہین ہوتی تھی اور شادی کا ذکر بھی اسکو ناگوار معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب دیور یعنی شوہر کے بھائی نے پیام دیا تو اُس نے اُس کے ساتھ نکاح کرنے پر رضامندی ظاہر کی اور کل اسکا نکاح کر دیا گیا۔ کیا اچھی بات ہے کہ ایک بھائی کے مرجانے کے بعد دوسرا بھائی بنظر پرورش یا کفالت اپنے بھائی کی بیوہ سے نکاح کرے۔ شریعت مین اس قسم کی شادی بہت اچھی سمجھی جاتی ہے۔ اور عرب مین اب تک یہ دستور کثرت سے جاری ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بعض ناواقف عورتین اور مرد اس زمانہ مین ایسی شادیون کو بنظر حقارت دیکھتے ہین۔ اور وہ ایک عمدہ رسم کو توڑتے ہین۔

اس زمانہ مین بعض لوگ شادی بیاہ کو صرف تجارت اور مال وجاہ کی افزائش کا ذریعہ جانتے ہین۔ انہین لڑکے اور لڑکی کی محبت اور خوشی سے ذرا بھی سروکار

نہین۔ مگر انھین یہ معلوم نہین کہ بعض اوقات مالدار شخص کے ساتھ شادی کیجاتی ہے اور وہ بعض حادثات کی وجہ سے مفلس ہوجاتا ہے اور بعض دفعہ مفلس کے ساتھ شادی کیجاتی ہے اور وہ ایک بارگی مالدار ہوجاتا ہے۔ دولت اور جاہ عارضی چیزین ہین۔ انکا اعتبار ہی کیا ہے۔ شادی مین اصل چیز محبت اور مزاج کی مناسبت ہے۔ بس اب زیادہ حد ادب۔ کاغذ ختم ہوا تحریر کی گنجایش باقی نہین رہی فقط تمہارا دعاگو محب حسین

نیلخانہ حیدرآباد دکن ۲۴ جولائی ۱۹۱۵ء خط نمبر (۴۸)

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ مجھے اس عرصہ مین سمع یا حال وقال کی مجلس مین جانے کا اتفاق ہوا تھا جب مین ایسی مجلسونمین شریک ہوتا ہون تو اکثر اسبات کی کوشش کرتا ہون کہ جو غزلین اچھی معلوم ہوتی ہین انکے کچھ شعر یاد رہ جائین اور انھین مین تمکو لکھون۔ کیونکہ غزلین قوال گاتے ہین وہ اکثر اعلی درجہ کے صوفیون کا کلام ہوتا ہے جس کے اثر سے اہل مجلس لوٹنے لگتے ہین۔ ایسی منتخب غزلین بہت سے دیوان پڑہنے سے بھی دستیاب نہین ہوتین۔ اور تم جانتی ہو کہ قوالون کی روٹی ایسی ہی غزلون کے گانے پر منحصر ہے جن کے سننے سے لوگون پر حالت طاری ہو۔ اس لئے نامناسب نہ ہوگا۔ اگر بعض اشعار ایک غزل کے جو اعلی درجہ کا کلام ہے تمکو نذر کیا جائین وہ اشعار یہ ہین۔

(۱) دلم از فراق چون شد ز فراق دیدہ باشی — کہ بحال تار مجنون ز کسے شنیدہ باشی
(۲) صنما قسم بہ آیت کہ شبی بعین مستی — ز تو دیدہ ام ادا سے کہ تو ہم ندیدہ باشی
(۳) تو بخواب ناز بودی من کنار رقیب پنہان — کف پا ز بوسہ دادم ز حنا شنیدہ باشی

شعر اول کے معنی یہ ہین کہ میرے فراق کی کیفیت تجکو اگر تو نے کسی دوسرے کے فراق کو دیکھا ہوگا تو معلوم ہوجائے گی اور اگر مجنون کا قصہ سنا ہوگا تو اس سے بھی پتا چل جائے گا۔ دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز مین نے تیری ایک ایسی ادا دیکھی جس سے تو خود بھی واقف نہ تھا۔ یعنی جو حسن و جمال تیرا مجھے نظر آیا اوس کو خود تو بھی نہ جانتا تھا۔ تیسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ تو ایک رات سو رہا تھا اور مین نے رقیب سے چھپ کر تیرے پاؤن کو بوسہ دیا۔ شاید اسکی خبر تجھکو تیری حنا یا مہندی نے دی ہوگی۔ یہ تینون شعر اپنی اپنی حالت کے ظاہر کرنے مین پڑھے ہوئے ہین۔ مگر آخر کا شعر بہت ہی نازک ہے۔

اب تم کو تعجب ہوگا کہ ان عاشقانہ شعرون پر صوفیون کو حال آیا جو بڑے بڑے سن رسیدہ اور با اخلاق اور عادات رذیلہ سے پاک تھے۔ مگر نہین انکے ظاہر معنی تو یہ تھے جو اوپر بیان کئے گئے۔ اب معنی باطنی کو سنو۔ معنی بیان کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضرور ہے کہ معشوق خواہ کوئی عورت ہو یا مرد۔ در حقیقت وہ حضرت حق ہی ہین۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی موجود نہین۔ جو لوگ معشوق کو غیر از حق جانتے ہین وہ مشرک ہین۔ اور اون کے نزدیک یہ اشعار معمولی ہین۔ دیکھو عورت جو اکثر معشوق ہوتی ہے۔ خداوند تعالی کا ظہور اتم یعنی کامل ظہور ہے۔ یا یون کہو کہ عورت کے بھیس مین آکر حضرت حق نے اپنے جمال کا جلوہ دکھایا ہے۔ جاہل لوگ عورت کو مرد سے کم اور ناقص جانتے ہین۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ وہ شان جمال اور خالقیت مین مرد سے بڑھی ہوئی ہے۔ دیکھو عورتین مرد سے زیادہ حسین۔ محبت والی۔ رحم دل اور انسان کی خالق ہوتی ہین۔ مرد مین تو

صرف قوت فاعلی ہے اور عورت میں دونو قوتین فاعلی اور انفعالی جمع ہین۔ یعنی مرد صرف عورت پر قوت فاعلی کے ذریعہ سے اثر ڈالتا ہے اور عورت اسوقت قوت منفعلہ کو کام مین لاتی ہے یعنی مرد موثر یعنی اثر ڈالنے والا ہوتا ہے اور عورت اثر قبول کرنیوالی ہوتی ہے۔ یہ تو عورت کی قوت منفعلہ کا بیان تھا۔ اب اسکی قوت فاعلیت کو بھی سنو اور وہ یہ ہے کہ وہ رحم مین اپنے گوشت و خون سے بچہ کو بناتی ہے۔ اس لئے اس کو بچہ کا خالق کہا جاتا ہے یعنی خود خداوند تعالی عورت کی شان مین اگر بچہ کو خلق کرتے یا بناتے ہین۔ اس لئے مان کو خالق اصغر کہتے ہین اور اسی لئے قرآن مین جا بجا مان کی عزت کرنے کا حکم ہے۔ اور اس کے پاؤن کے تلے بہشت ہوتی ہے۔ شاید تم میری اس تقریر کو باور نکرو اس لئے حضرت مولوی روم کے چند اشعار یہان درج کرتا ہون جن کے معنی بھی یہی ہین۔

(۱) گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلان۔ غالب آید سخت بر صاحبدلان

اس شعر کے معنی یہ ہین کہ حضرت پیغمبر نے فرمایا کہ عاقلون اور صاحب دل یعنی اولیاء اللہ پر عورت غالب آتی ہے۔ یعنی نیک اور صالح لوگ اس کے تابعدار اور مطیع اور اس کو جان کی طرح عزیز رکھتے ہین اور اسکے دل کو ذرا بھی نہین دکھاتے۔ مگر جاہل لوگ عورت کو اپنا غلام بنا کر رکھتے ہین۔ جیسا کہ عام مسلمانون مین آج کل رواج ہے۔ چنانچہ یہ مثل مشہور ہے کہ فلان شخص زن مرید ہے یعنی عورت کی بڑی تابعداری کرتا ہے اور ایسے آدمی کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے اور برا جانتے ہین۔ حالانکہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ۔

انہن یغلبن العاقل و یغلبن الجاہل"۔ یعنی عورتین عاقل آدمی پر حکومت کرتی ہین۔ اور جاہل کی محکوم ہوتی ہین۔

(۲) باز بر زن جاہلان چیرہ شوند زانکہ ایشا تند بس خیرہ روند

(۳) کم بود شان رقت و لطف و ولو زانکہ حیوانیست غالب بر نہاد

ان دونو شعرون کے معنی یہ ہین کہ چونکہ جاہل تند مزاج اور سخت دل ہوتے ہین۔ اور ان مین نرم دلی۔ لطف و مروت اور دوستی و محبت کم ہوتی ہے اسلئے وہ عورتون پر حاکم ہوتے ہین۔ کیونکہ جاہلون مین حیوانیت کا غلبہ ہوتا ہے اور غصہ۔ خود غرضی اور حکومت کا مادہ بڑہا ہوا ہوتا ہے جو حیوانون کا خاصہ ہے اس لئے وہ عورتون پر غالب رہتے ہین۔ مگر نیک لوگون مین محبت۔ نرمی۔ خوش خلقی ہوتی ہے اس سے وہ عورت کے تابعدار ہو جاتے ہین۔ اور وہ انھین اپنا محتاج بنا لیتے ہین۔ یہی مطلب مولانا کے اس چوتھے شعر سے ظاہر ہے۔ وہ فرماتے ہین۔

(۴) مہر و رقت وصف انسانی بود خشم و شہوت وصف حیوانی بود

یعنی محبت اور نرم دلی انسان کا خاصہ یا وصف ہے اور غصہ اور شہوت حیوانون کا خاصہ یا فطرت ہے۔ اب یہان غور فرمانا چاہیے کہ اس زمانہ مین ہماری قوم کی حالت کیا ہے۔ اکثر لوگ عورتون کو اپنی حکومت بلکہ غلامی مین رکھتے ہین۔ اور یہ ادبار کی نشانی ہے۔ مثنوی شریف کا چوتھا شعر یہ ہے اور اسی سے اسوقت بحث ہے۔

(۱) پرتو حق است آن معشوق نیست خالق است آن گوئیش مخلوق نیست

اس کے معنی یہ ہین کہ عورت معشوق نہین بلکہ حق کا پرتو یعنی عکس یا سایہ ہے۔ گویا وہ مخلوق نہین بلکہ خالق ہے۔ یہان مولانا نے حد شرع کو ملحوظ رکہا ہے۔ ورنہ سچی بات یہ ہے کہ خود حضرت حق عورت کے لباس مین موجود ہین۔ اور انہین کے حسن و جمال پر سب عاشق ہوتے ہین اور وہی مرد اور عورت کو پیدا کرتے ہین۔ اور اُس کے خالق ہین یعنی مان کے بھیس مین آدمی کو بناتے ہین۔ تو اب یہ ثابت ہوا کہ جو عشق دنیا مین کسی کے ساتھ کیا جاتا ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد خدا ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس بات کو عارفین یعنی اہل اللہ جانتے ہین۔ اور جاہلین اور محجوبین یا مشرکین خالق کو علٰحدہ اور مخلوق کو علٰحدہ جانتے اور اسباب کا انکار کرتے ہین۔ افضل بیگم۔ اب تمکو معلوم ہوا کہ معشوق کون تھا جس کے فراق مین عاشق سرگردان تھا اور جس کے پاؤن کا بوسہ رقیب سے پوشیدہ ہوکر اُس نے لیا تھا۔ جس کو اس بوسہ کی خبر حنا نے کی تھی۔ یہ حضرت حق ہی تھے جنھون نے معشوق کا جامہ پہنا تھا۔

دوسری غزل مجھے بہت پسند آئی جو حافظ علیہ الرحمتہ کی تھی۔ اس مین وحدت الوجود کے مسئلہ کی اچھی تشریح ہے جو اسلام کی بنیاد ہے۔ اس غزل کے جو چند اشعار یاد رہے ہین وہ نذر کئے جاتے ہین اور ان کے لفظی معنی بھی نیچے لکھے جاتے ہین۔

(۱) بہر سو جلوۂ دلدار دیدم   بہر چیزے جمال یار دیدم

مین ہر طرف دلدار ہی کے جلوہ کو دیکھتا ہون۔ اور ہر چیز مین اسی کے جمال کو پاتا ہون۔

(۲) چو خود را بنگرم دیدم ہمون است	جمال خود جمال یار دیدم

جب مین اپنے آپ کو دیکھتا ہون۔ تو اسی کو پاتا ہون۔ اپنے جمال کو بھی یار کا جمال دیکھتا ہون۔

(۳) مئے پیر مغان ہر کس کہ نوشید	خراب و مست و ہم سرشار دیدم

جس کسی نے پیر مغان یعنی شیخ طریقت کی شراب پی۔ اسکو خراب یعنے تارک الدنیا یعنی دنیا سے متنفر اور مست عشق حقیقی اور مدہوش دیکھا۔

(۴) بیک جرعہ رسید آن مے بہ حافظ	ہمہ عقل و خرد بیکار دیدم

اس شراب توحید کا ایک قطرہ حافظ کو بھی ملا اور پھر اسکو معلوم ہوا کہ یہ سب عقل و دانش مندی بے کار ہے اور عقل کی رسائی مرتبۂ اعلیٰ تک نہین ہے۔

افضل بیگم۔ اس غزل مین توحید کا مسئلہ بتایا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز مین ذرے سے آفتاب تک اسی کا جلوہ بلکہ ظاہر و باطن ہر چیز کا وہی ہے اور اس توحید کے مسئلہ کو شراب سے تعبیر کرتے ہین یعنی اس مین شراب کا نشہ اور سرور ہوتا ہے۔ جو شخص توحید کے مسئلہ کو سمجھتا اور اس پر عمل کرتا ہے۔ اسکو دائمی سرور نصیب ہوتا ہے اور دنیا کے تمام رنج اس سے دور ہو جاتے ہین۔ اور جو دوئی مین پڑے ہوئے ہین۔ ان کو دنیا مین بھی رنج و غم نصیب ہین اور آخرت مین بھی انھین کو طرح طرح کے عذاب ہین اور ان کی نجات نہین ہو سکتی۔ کیونکہ اسلام مین شرک سے بڑھکر کوئی گناہ نہین۔ تمام گناہ معاف ہو سکتے ہین مگر شرک کبھی معاف نہین ہو سکتا۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ شرک سے بچے۔ مگر شرک خفی سے بچنا بہت مشکل ہے۔ چاہئے کہ اوس سے بچنے کی کوشش کیجائے۔

اور اگر تم غور کرو۔ تو خدا جانے دن مین کتنی دفعہ تم شرک کرتی ہوگی۔ مگر تم کو معلوم نہین۔ کبھی کسی کو اپنا روٹی دینے والا۔ یا مدد کرنے والا جانتی ہوگی۔ کسی سے اس لئے خوف کرتی ہوگی کہ مجھے نقصان پہنچائے گا۔ غرضکہ یہ سب شرک خفی ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ مختار کل حضرت حق کو سمجھے اور خیر اور شر سب اسی کی طرف سے جانے اور مخلوق کو بے جان سمجھے اور یہ خیال کرے کہ یہ نہ تو کسی کو فائدہ پہنچا سکتے ہین اور نہ ضرر۔ ان سے امید اور خوف دونو بیکار ہین۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنی نماز اور وظیفہ جاری رکھتی ہوگی۔ اور تصوف کی کتابین بھی دیکھتی ہوگی۔ تمھین خط لکھنے مین جو وقت گزرتا ہے وہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ اسکا انتظار مجھے بہت رہتا ہے۔ مین خط نہین لکھتا بلکہ تم سے اتنی دیر باتین کر لیتا ہون لو خدا حافظ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۴۹)

عفت النسا بیگم کا مکان ۳۰ جون ۱۹۳۰ء

نائی ڈیر افضل بیگم۔ خط کو نصف الملاقات کہتے ہین۔ اور اس کے ذریعہ سے بہت کچھ تعلیم ہو سکتی ہے۔ دیکھو اولیاء اللہ نے اپنے مریدون یا شاگردون کو مکتوبات ہی کے ذریعہ سے اکثر تعلیم دی ہے۔ اس لئے اگر مین بھی تمھین خطوں کے ذریعہ سے تعلیم دون تو بہتر ہے۔ شاید میرے بعد تم ان خطون کو ایک جگہہ جمع کر کے چھپوا دوگی اور ان سے لوگون کو فائدہ پہنچاؤگی۔ تم جانتی ہو کہ ہم بوڑھے لوگون کی زندگی کا کچھ اعتبار نہین۔ اور مین تو اب مرنے کو برا نہین جانتا۔ کیونکہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ اس ہر لحظہ بدلنے والی زندگی کے بعد ایک اچھی زندگی آنے والی ہے۔ جہان اس قسم کے انقلاب اور مجبوریان نہین جو اس دنیا مین

ہمیشہ پائی جاتی ہین۔ مین دیکھتا ہون کہ جب سے مین نے خدا سے محبت پیدا
کی ہے دنیا اور آخرت کی تمام آرزوؤن اور امیدون سے چھٹکارا ہو گیا ہے۔
سوا اسکے خیال کے کوئی دماغ مین خیال ہی نہین آتا۔ نہ تو کتاب مین جی لگتا ہی
اور نہ لوگون کی صحبت مین دلچسپی ہوتی ہے۔ بعض اوقات خداوند تعالے کے
جل شانہ کی جدائی مین اسقدر پریشانی اور اوس کے وصال کا اسقدر شوق ہوتا ہے
کہ گھنٹون خموشی کے عالم مین پڑا رہتا ہون۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ عالت بہت
مجاہدے اور ریاضت کے بعد نصیب ہوئی ہے اور مین اس حالت کو بہت
عزیز رکھتا ہون۔ کیونکہ اس سے مین تمام دنیا کے بکھیڑون سے پاک ہو گیا ہون
اور دل مین نہ تو اولاد کی طرف توجہ ہے اور نہ بی بیون کی جانب رغبت ہے۔
بلکہ اب تو یار آشنا کی صحبت سے بھی نفرت ہوتی جاتی ہے۔
مین نے اپنی یہ حالت اس لئے بیان کی ہے کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔
اور خدا کی محبت پیدا کرو۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے نماز شروع کی ہے۔
مگر اس کے ساتھ ساتھ اگر صبح کی نماز کے بعد پاس انفاس کا شغل بھی شروع
ہو جائے تو بہتر ہے۔ اس سے تم کو بڑا نفع ہوگا۔
افضل بیگم۔ تم کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا اور اوسکی تمام لذتین دھوکے کی
ٹٹیان ہین۔ جہان تک ممکن ہو ہر وقت نفس کے مارنے کی کوشش کرتی رہو۔
اور اپنے آپ کو دنیادارون کی صحبت سے بچائے رکھو۔ کیونکہ اس دنیا مین سب سے
زیادہ آدمی ہی آدمی کا شیطان ہے۔ ایک گھنٹے کی بری صحبت سال بھر کی
اچھی صحبت کے اثر کو باطل کر سکتی ہے۔ مین نے جو اردو تفسیر تمہین بھیجی ہے

اسکو تم خود مطالعہ کرتی رہو۔ اور احیا العلوم کی دو نو جلدون کو بار بار پڑھو۔ ایک دفعہ مین جو کچھ سمجھہ مین نہ آئے گا۔ وہ دوبارہ مین ضرور آجائے گا۔ تختہ پر بھی عمل کرتی رہنا۔ مین نے تمہارے لئے تھیا صوفی کی کتابین منگائی ہین۔ ابھی ان رسالون کو اپنے مطالعہ مین رکھو جو تمہارے پاس ہین۔ جب تمہاری کتابین آجائین تو واپس کرنا فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۵۰)

نیلخانہ۔ حیدرآباد دکن۔
روز چہارشنبہ ۸ دسمبر ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ تم بڑی فجر سونے سے اٹھنے کی عادت ڈالو۔ دیر تک نیم خوابی کی حالت مین بچھونے پر پڑا رہنا کاہل وجودی اور سستی کی دلیل ہے۔ جب بستر سے اٹھا کرو۔ تو سب سے پہلے اپنے دل مین تمام انسانون کی ترقی کے لئے یہ دعا کر لیا کرو " اے خدا تو تمام انسانون کو روحانی ترقی عطا فرما۔ جو لوگ تیری راہ مین کوشش کر رہے ہین انھین اپنے مقصد مین کامیاب کر اور مجھے بھی لذات نفسانی کے پنجے سے چھوڑا۔ اور اپنی طرف متوجہ رکھ۔"

اس دعا کے بعد تم حاجت وغیرہ سے فراغت ہو کر اور کسی گوشہ مین بیٹھکر اپنے مرشد کا تصور دل مین کرو۔ اور جسطرح مین نے تمہین بتایا ہے سانس روک کر خدا کے نام کی تسبیح دل مین پھیرو اور جسقدر دیر تک ہو سکے اسقدر عرصہ تک اس ذکر مین مشغول رہو۔ اس وظیفہ کے بعد پھر خدا سے متوجہ ہو کر یہ دعا مانگو کہ " اے اللہ جو کچھ غلطیاں اور قصور مجھ سے ہوئے ہین وہ بنظر ترحم معاف فرمائے جائین۔"

تم دیکھو گی کہ اس شغل سے روزانہ تمہاری روحانی ترقی مین زیادتی ہوگی اور صفائی قلب مین اس سے بڑی مدد ملے گی۔ اس کے سوا اور بہت سے فائدے بھی حاصل ہونگے۔ جن کے بیان کرنے کی یہان ضرورت نہین۔

اس کے بعد تم تھوڑی دیر اپنی غلطیون اور برائیون کو خوب اچھی طرح سوچو اور اون کے مہلک نتیجون پر غور کرو۔ اور یہ بھی سوچو کہ خواہشات نفسانی اور حظوظ جسمانی سے کیا کیا نقصان اور عوارض مہلک پیدا ہو سکتے ہین۔ جب گناہون اور بے اعتدالیون کے نقصان تمہارے خیال مین آجائین تو دل مین مصمم ارادہ ٹھان لو کہ حتی الامکان آیندہ طبیعت کو ان برائیون سے روکا جائے۔ اور پھر وہی غلطیان سرزد نہ ہونے پائین۔

اگر تم روزانہ ان افعال کو جاری رکھو گی۔ تو تمہاری روحانی ترقی دن دونی اور رات چوگنی ہوتی چلی جائے گی اور تم خدا کی حضوری مین حاضر ہونے لگو گی اور وہ اعلیٰ درجہ کے نتیجے پیدا ہونگے جنکی امید تمہین خواب و خیال مین بھی نہین ہو سکتی۔

جب تم غسل کرو۔ تو اپنے دل مین پورے یقین کے ساتھ یہ خیال کرو کہ جسمانی کثافت کے ساتھ دلی کدورتین بھی صاف ہو رہی ہین۔ کیونکہ انسان کے خیال مین بڑی قوت ہے۔

اب مین تمہین یہان روزمرہ کے کامون کی نسبت چند قیمتی اصول بتاتا ہون۔ امید ہے کہ تم ان کو سمجھ کر عمل پیرا ہو گی۔

اصول (۱)۔ ہر ایک کام کے پہلے یہ سوچ لیا کرو کہ آیا اسکام کا کرنا نہین

ضروری ہے یا نہین - کیونکہ غیر ضروری کامون کے کرنے سے وقت رائیگان جاتا ہے -

(۲) منھ سے بات نکالنے کے پہلے اسپر غور کر لیا کرو اور جب تک اسکے نتیجے کو نہ سوچ لو - اسکو کبھی منھ سے نہ نکالو - پہلے چند روز تو تمہین اس اصول پر عمل کرنے سے کسیقدر وقت معلوم ہوگی - مگر پھر عادت سے اسقدر جلد تم بات کہنے سے پہلے سوچ لیا کروگی کہ جس سے ذرا بھی دیر نہ لگے گی - دوستون اور آشناؤن کی خاطر سے بھی اس اصول کو توڑنا نہ چاہیے -

(۳) دل کو بُرے خیالات سے پاک رکھو - یعنی جب کوئی خراب خیال تمہارے دل مین گزرے تو اسکو بُرا جانکر یا اوس کی برائی پر غور کر کے اوسکو دور کر دو - مگر بُرے خیالات سے دلکو محفوظ رکھنا یا انھین دور کرنا سخت مشکل ہے - انسان کا دل ایک لحظہ بھی خالی نہین رہ سکتا - اس لئے بُرے خیالات سے دل جب ہی پاک وصاف ہوگا جب تم اچھے خیالات کو دل مین جگہ دوگی - اگر تم اپنے عیبون پر غور کرتی رہوگی - یا اپنے مرشد کا تصور اپنے دل مین رکھوگی تو اسوقت تمہین یکسوئی نصیب ہوگی اور خیالات فاسد کی دست درازیون سے چھوٹوگی -

(۴) جب تم غذا کھانا شروع کرو - تو تم اپنے دل مین یہ ارادہ کرو کہ یہ غذا مجھے خوب ہضم ہو اور میرے جسم مین ایسی قوت پیدا ہو جس سے مجھے ترقی روحانی مین مدد ملے - اس خیال کے غذا بُرے نفسانی خیالات دل مین پیدا نہ کر سکے گی -

جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھاؤ۔ اور جب اچھی طرح پیاس ہو تو پانی پیو
محض ذائقہ اور لذت کی وجہ سے کسی چیز کو نہ کھاؤ۔ اور نہ پیو۔ اگر تمہین کسی کھانے
یا خاص غذا کا شوق ہو۔ تو اسکو ترک کر دو۔ اور صرف خواہش نفسانی کی غرض سے
کوئی کھانا نہ کھاؤ۔ اگر تمہارے سامنے آجائے تو کچھ ہرج نہین۔ کھا بھی لو۔ مگر
خواہ اس کھانے کی خواہش کو ہمیشہ پورا کرنے سے ترقی نہ دو۔ تمہین معلوم ہے
کہ جب نوالہ حلق کے نیچے اترا تو کھانے کی لذت روانہ ہوئی۔ یہ ذائقہ کی
لذت صرف کھانے کے وقت تک ہی ہے۔ اس کے بعد کچھ نہین۔ اگر
کھانا اشتہا سے زیادہ کھایا جائے گا تو لذت سے زیادہ رنج و تکلیف لاحق
ہوگی۔ لذیذ کھانون سے صرف زبان کو مزا حاصل ہوتا ہے۔ مگر جب زبان کو
مزون کی عادت پڑ جاتی ہے۔ تو وہ انسان کو اپنی فانی لذتون کے حاصل
کرنے پر بہت مجبور کرتی ہے۔ اور اسوقت آدمی اس لذت کے حاصل
کرنے کے لئے ہر ایک رنج اور مصیبت بے غرتی اور ذلت و خواری کو
بھی گوارہ کر لیتا ہے۔ انسان کی پیدائش کا سچا مقصد تو یہی ہے کہ وہ راحت
ابدی اور سرور دائمی حاصل کرے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ اپنی حماقت اور
جہالت سے ان فانی اور تھوڑی دیر کی لذتون پر قانع ہو جاتا ہے۔

افضل بیگم۔ تم حقیقت مین یہ جسم نہین ہو۔ تم سے مراد تمہاری روح ہے۔
جسکا مکان یہ جسم ہے۔ اس لئے اس جسم کے رنج و راحت سے تم پر کوئی زیادہ
اثر نہین پڑتا۔ کیونکہ روح جسمانی اور نفسانی خوشیون اور تکلیفون سے پاک ہے
اسوقت تم کو ایک ذائقہ کی لذت کا حال نمونہ کے طور پر بتا دیا گیا۔ اب تم اسی پر

دوسری لذتون کی کیفیت اور حالت کو قیاس کرلو۔

اگر تم ایک نفسانی لذت کے ترک کرنے پر کمر بستہ ہوجاؤگی اور اس کو اپنی مستقل مزاجی سے اعتدال پرلے آؤگی۔ تو پھر تمہین دوسری لذتون پربھی حکومت کرنا سہل ہوجائے گا۔ ہر کام مین ثابت قدمی سے کامیابی ہوتی ہے۔

(۵) بہت پڑہنے کی ضرورت نہین۔ مگر سوچنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اگر ایک گھنٹہ پڑھو تو اوسکو کم از کم دو گھنٹے تو سوچو۔ تنہائی کی عادت ڈالو۔ اور اپنے عمدہ خیالات مین دل کو لگاؤ۔ اور ضروری خیالات مین اپنے آپکو مصروف رکھو۔ تم اس خیال کو زور دیتی رہو کہ بجز خدا کے کوئی بھی تمہین مدد دے نہین سکتا اور بتدریج دل سے دینوی تعلقات کو دور کرتی رہو۔

(۶) صبح کی طرح سونے سے پہلے بھی یہی عمل کرو۔ اور دن بھر کے کامونکو غور کرو اور دیکھو کہ کہان کہان تم سے غلطی ہوئی اور دوسرے روز اسی غلطی سے بچنے کا ارادہ کرو۔

افضل بیگم یہ چند ہدایتین آب زر سے لکھنے کے قابل ہین۔ جب تم دل سے ان پر عمل کروگی۔ تو تم ان کے فائدے دیکھوگی۔ خداوند تعالیٰ کے وصال کا راستہ تم پر کھل جائے گا۔ اب مین تمہین کچھ کارآمد باتین لکھتا ہون۔

انسان کی زندگی کا اصل مقصد معرفت ہے اور معرفت علم کو کہتے ہین سب سے زیادہ مفید علم اپنا ہے۔ اپنے ہی علم سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پس علم کو اس لئے حاصل کرو کہ خدا ملے نہ کہ نفس کو ترقی ہو۔ سچا علم وہ ہے جس سے ہم کو اپنی حقیقت کا علم حاصل ہو۔ جب کوئی سالک راہ خدا

چلتا ہے اور اپنے منزل مقصود کے پہنچنے مین جلد ہی کرتا ہے ۔ تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام کو خدا کی محبت سے نہین کرتا بلکہ اسکو کسی صلہ اور معاوضہ کی خواہش ہے ۔ ایسی صورت مین اسکو وہ کامیابی کبھی نصیب نہوگی جو ان لوگون کو میسر ہوتی ہے ۔ جو صرف خدا ہی کی محبت سے بےغرض کام کرتے ہین ۔ اس لئے ہمکو چاہیے کہ ہم ہر ایک کام کی صحیح غایت کو پہلے اپنے دل مین خوب سوچ سمجھ لین تاکہ اس کام مین ثابت قدم رہین ۔ یہ مقصود جو ہمارے پیش نظر رہیگا ۔ خود ایک راہبر کا کام دیگا ۔ پاک محبت ۔ سچائی ۔ عدل و انصاف عقلمندی ۔ نیکی اور روحانی قوت یہی چیزین قابل قدر ہین ۔ کیونکہ ہم مین خدا اور اسکے یہی صفات موجود ہین ۔ اگر ہم کو اس بات کا یقین کامل ہوجائے کہ ہماری روح خدا کا نور ہے اور ہمین مین وہ ہستی مطلق موجود ہے ۔ تو پھر ہم کو کبھی فنائیت نہوگی اور ہم بھی خدا کی طرح سے ہمیشہ باقی رہینگے ۔ مجاہدہ اور ریاضت سے ہماری روح مین جلا پیدا ہوتی ہے اور ربانی روشنی بڑھتی ہے اور روح کی تجلی سے جسم بھی نورانی ہوجاتا ہے اور ہم سر سے پاؤن تک خود حضرت حق ہوجاتے ہین ۔ بس اسی کا نام وصال حق ہے اور اسی کو سچی محبت اور عشق حقیقی کہتے ہین فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

نیلوفانہ حیدرآباد دکن روز دوشنبہ ۲۲ محرم ۱۳۴۳ھ — خط نمبر (۵۱)

مائی ڈیر افضل النسا بیگم ۔ مزاج شریف غالباً اچھا ہوگا ۔ کیا بالکل کتابون کا پڑھنا چھوڑ ہی دیا ۔ کتابون کے مطالعہ سے تو دل بہلتا ہے ۔ بیماری اور دکھ درد کم ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ جب دل کسی کام مین لگ جاتا ہے تو بیماری کی فکر

نہین رہتی۔ اور دل کا کسی کام مین لگائے رکھنا بہتر ہے اور کام علم حاصل کرنے سے زیادہ اچھا کون ہے۔ اس لئے مین نے تمہین کتابین بھیجی تھین کہ تمہارا دل کتابون کے پڑھنے مین بہلے گا۔

افضل بیگم اس دل کا یہی خاصہ ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی خیال ضرور رکھے۔ اور اپنے ارادے سے کوئی آدمی دو منٹ بھی دل کو خیالات سے روک نہین سکتا۔ ہان مگر اسقدر ضرور انسان مین قوت ہے کہ وہ کسی ایک خیال کو بار بار دلمین لائے اور اسکو مضبوط کرلے۔ جو لوگ اپنے دل کو بیکار چھوڑ دیتے ہین۔ ان کا دل خود کسی طرف مصروف ہو جاتا ہے۔ اور اسی واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم دل کو کسی شغل مین نہ لگاؤگے۔ تو وہ خود تمہین کسی طرف لگادیگا۔

دل کا خاصہ یا عادت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مرغوبات کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جس چیز کی خواہش ہوتی ہے اسی چیز کی طرف ہمیشہ خیال جاتا ہی مثلاً زید ہندہ سے محبت کرتا ہے۔ تو زید کا خیال بار بار خود بخود ہندہ کی طرف جاتا ہے۔ ایسی صورت مین اگر زید دل کو اپنی حالت پر چھوڑ دے تو اسکے دل مین ہمیشہ ہندہ ہی کا خیال رہے گا۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال پختہ ہو جائیگا۔ لیکن اگر زید اپنے دل کو کسی کتاب اور کسی شغل مین لگائے۔ تو جب تک وہ کام کرتا رہے گا ہندہ کا خیال نہ آئے گا اور آئے گا بھی تو بہت کم روز کیونکہ ایک ہی وقت مین دو خیال دلمین نہین آسکتے۔ اللہ والے لوگ اپنی دلکو خدا کی یاد مین ہر وقت لگائے رکھتے ہین۔ تاکہ دنیا کا خیال ان کے دلمین نہ آئے اور سب طرف سے ہٹ کر دل خدا ہی کی طرف متوجہ رہے۔

ذکر اللہ یعنی خدا کا ذکر اسی غرض سے کرایا جاتا ہے کہ دل دنیا کے تمام رنجون اور فکرون سے چھوٹ جائے اور اسکو آرام و راحت ملے۔ کیونکہ ہمارا دل جسقدر خیالات پراگندہ سے پریشان ہوتا ہے۔ اسقدر اور کسی شئے سے نہین ہوتا۔ اسی لئے خیالات کو درست رکھنا اور دل کو مفید کتابون مین لگائے رکھنا دل کے آرام و راحت کے لئے ضروری ہے اور جب دلکو سکون ہوگا۔ تو اس کا اثر جسم پر بھی پڑے گا اور جسم بھی امراض سے محفوظ رہے گا۔

افضل بیگم۔ انسان جب کسی شغل مین اپنے دل کو مصروف نہین رکھتا۔ تو دل شیطان کا گھر ہو جاتا ہے اور وہ آدمی کو خطوط نفسانی کی طرف راغب کر دیتا ہے اور ہر دم اس کے لئے دلمین طرح طرح کی نفسانی آرزوئین موجین مارتی ہین اور پھر ان لذتون کے حاصل کرنے کی فکر مین وہ ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ اچھے کھانون کا خیال کرتا ہے اور کبھی پوشاک کا اور کبھی دوستون کی صحبت کا۔ غرضکہ ہمارا شیطان نفس ہمکو ایک دم چین نہین لینے دیتا کبھی نفسانی لذتون اور حظون کی طرف راغب کرتا ہے اور کبھی ان لذتون کے نہ ملنے کا رنج و غم دلاتا ہے۔ القصہ خالی دلمین اسی طرح کے خیالات آیا کرتی ہین اور آدمی رنج و غم کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہشیار آدمی وہی ہے کہ جو اپنے دلکو اچھے اشتغال کی طرف متوجہ رکھے اور برے خیالات کی جگہہ اچھے خیالات دماغ مین قایم کرتا رہے۔ مین نے بعض لوگون کو دیکھا ہے کہ آدمی کے دماغ مین سوا عیاشی کے اور کوئی خیال ہی نہین آتا۔ اور خیالات پر

انسان کے افعال وحرکات مبنی ہین۔ اس لیئے وہ ہمیشہ عیاشی کی تدبیرون مین رہتے ہین۔

مین نے جو کتاب سدا سہاگن نامی روانہ کی تھی۔ تم نے اسکو نہین دیکھا اور یہ لکھکر واپس کر دیا کہ مین اپنے خیالات پریشان کرنا نہین چاہتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم خوب سمجھے ہوئے ہو کہ خیالات کو پراگندہ نہین کرنا چاہئے۔ واقعی آدمی کو سب سے پہلے دنیا مین اپنے مقاصد اور اغراض قایم کر لینا چاہئے۔ جب مقصود معین ہو گیا۔ تو پھر اسی کے مطابق اعمال وافعال کرنا چاہئے۔ کیونکہ جو لوگ اپنے مقصد کو پہلے قایم نہین کر لیتے وہ ہمیشہ مختلف حرکتین کرتے رہتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے مقصود مین کامیاب نہین ہوتے۔ اور بے ٹھکانی حرکات کیا کرتے ہین۔

اس کی مثال راھب یا نن عورتین ہین۔ وہ پہلے اس بات کا تصفیہ اپنے دلین ٹھیرا لیتی ہین کہ ہم پاک اور مقدس زندگی حاصل کرینگے یعنی دنیا کی خواہشون کو چھوڑین گے اور ہمہ تن خدا کی طرف مصروف ہو جائین گے جب وہ اپنے اس ارادہ کو مستقل طور سے دلین ٹھیرا لیتی ہین تو انکے افعال واعمال بھی اسی ارادہ کے مطابق ہو جاتے ہین وہ سوسائٹی کو ترک کر کے کسی خانقاہ یا اسپتال اور کسی ایسے مقام مین جا کے رہتی ہین جہان معذورین کی خدمت کرین سلم کھانے پینے اور دوسرے حظوظ نفسانی سے دست بردار ہو جاتی ہین اور ایسے لوگون سے ملنا چھوڑ دیتی ہین جو حظوظ نفسانی مین ڈوبے

ہوئے ہین کیونکہ ان کی صحبت سے نفس یا دلکو برے کامون کی طرف
شتغال اور ترغیب ہوتی ہے۔ اور یہان تک دنیا سے علٰحدہ ہوجاتی
ہین کہ اخبار تک کے پڑہنے کو گوارہ نہین کرتین غرضکہ جو افعال ان کے
قصود کے مفید ہوتے ہین انھین تو وہ کرتی ہین۔ اور جو اس کے خلاف
ہوتے ہین ان سے دست بردار ہوتی ہین۔ اور یہی حال دنیا کے دوسرے
لوگون کا ہے کہ جو کچھ غرض ہوتی ہے۔ اسی کے موافق ان کے افعال
ور افکار ہوتے ہین۔

اب اس تمام تقریر سے تم کو یہ معلوم ہوا کہ سب سے پہلے انسان کو
نیا مقصود زندگی ولین ٹھہرالینا چاہئے۔ اگر کوئی شخص پاک زندگی گذا
نے کا ارادہ رکھے اور وہ عیاش اور فضول لوگون کی سوسائٹی مین
بیٹھے۔ اور ناولین اور عشق و عاشقی کے قصے دیکھے یا حظوظ نفسانی
کے خیالات ولین بپا کرے تو اسکا مقصد کبھی پورا نہوگا۔ اور وہ
بہت جلد پاک زندگی کے ارادہ کو چھوڑکر ناپاک زندگی اختیار کرے گا
اور پھر ہر طرح کے امراض خبیثہ اور بدنامی اور دیگر ذلتون مین گرفتار
ہوجائے گا۔ اور اس کے افعال و اعمال شیطانی ہوجائین گے۔ اور
فتہ رفتہ وہ راہ راست سے بھٹکر گمراہی کے جنگل مین سرگردان پھریگا۔
مگر برخلاف اسکے جو پاک زندگی گذارنے کا ارادہ کرے گا اور پرہیز
گار اور متقی لوگون کی صحبت مین بیٹھے گا اور ربانی اور اخلاق کتابون کو
مطالعہ مین رکھے گا اور عبادات اور ریاضات اور نفس کشی مین مصروف

ہوگا۔ وہ البتہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوگا۔

افضل بیگم۔ دنیا مین شیطان بہت ہین۔ اور رحمان کم ہین۔ یعنی شیطان مختلف لباس مین ظاہر ہوتاہے اور آدمی کو گمراہ کرتا ہے۔ اسلئے ہوشیار لوگ ہمیشہ اپنے خیالات کی اصلاح کرتے رہتے ہین۔ کیونکہ خیالات افعال و اعمال کی جڑ ہین۔ جیسے خیالات ہوتے ہین ویسی ہی افعال و اعمال آدمی سے سرزد ہوتے ہین اور افعال و اعمال ہی کا اثر دنیا مین ہے جسکو تم ہر روز بلکہ ہر وقت اپنے اطراف و جوانب ملاحظہ کرسکتی ہو۔ انسان غفلت مین ہے اور غفلت بغیر ترک شہوات اور خواہشون کے مارنے کے دور نہین ہوسکتی ہے اور دنیا اور آخرت کی نجات ترک شہوات ہی پر منحصر ہے۔ اب کچھ غالب کے اشعار کی شرح لکھتا ہون جس سے تمہین ایک قسم کی دلچسپی ہے۔

شعر نمبر (۱)

صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب حسرت مین رہا ایک بت عربدہ جو کی

اس شعر کی نثر عبارت یہ ہے اے غالب صد حیف ہم وہ ناکام ہین کہ ایک عمر سے ایک بت عربدہ جو کی حسرت مین رہے۔

اس شعر مین شاعر نے اپنی حسرت کا اظہار کیاہے اور اپنی ناکامی اور نامرادی کو دکھایا ہے۔ بت عربدہ جو وہ ہوتا ہے کہ جو اپنے عاشق کو وعدون پر ٹالتا رہے اور اسکو دھوکے مین رکھے۔ یعنی کبھی وصال کا وعدہ کرے اور پھر کبھی اس وعدے سے انکار کرجاے۔ کبھی امید دلاے

اور پھر کبھی مایوس کر دے۔ کبھی اپنی صورت دکھاوے اور کبھی منہ چھپائے
کبھی باتین کرے اور کبھی مخاطب نہ ہو۔ کبھی پیار کرے اور کبھی لڑے۔
کبھی محبت کی باتین کرے اور کبھی ایسے حرکات کرے جن سے بالکل
بے آشنائی ثابت ہو۔ غرضکہ دونون رنگون کو جو معشوق قایم رکھے اوسکو
بت عربدہ جو کہتے ہین۔

دیکھو معشوق حقیقی یعنی خداوند تعالیٰ مین یہی دو اوصاف متضادہ یا
مخالف جمع ہین۔ کبھی تو وہ اپنے عاشق پر مصیبت اور بلائین نازل کرتے
ہین۔ چنانچہ حضرت ایوب کے حالات سے تم واقف ہوگی اور کبھی اپنی
نزدیکی اور وصال کی بے انتہا خوشی دیتے ہین۔ کبھی ظاہر ہوجاتے ہین
جسکو اہل تصوف اپنی اصطلاح مین تجلی کہتے ہین اور کبھی پردے مین چھپ
جاتے ہین جس کو استتار کہتے ہین۔ کبھی عاشقون سے دیدار کا وعدہ
کیا جاتا ہے اور مکرر سہ کرر یہ کہا جاتا ہے کہ ہم وعدہ کو ضرور پورا کرینگے
پھر کبھی کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن دیدار دکھائینگے۔ کبھی یہ امید
دلائی جاتی ہے کہ ہم ضرور ملین گے اور بندہ سے زیادہ ہمارے دلین
اسکی محبت ہے۔ اور کبھی صاف یہ کہدیا جاتا ہے کہ ہم کہان ملسکتے ہین
ہم نے تو ملنے سے قسم کھائی ہے۔ غرضکہ معشوق حقیقی دونو پہلوؤن
کے ساتھ اپنے عاشق سے برتاؤ کیا کرتا ہے اور عاشق امید و بیم کی
حالت مین پڑا رہتا ہے اور مدتون ہجر کی مصیبت اٹھاتا ہے اور عمر بھر
اسکی حسرت مین رہتا ہے۔ اسی مضمون کو غالب نے اس اشعار مین نظم

کیا ہے کہ ایک مدت سے ہم معشوق حقیقی کے وصال کی حسرت مین ہین۔ ہماری ناکامی کو کیا پوچھتے ہو۔ بجز حسرت کے اور کوئی امید بھی تو نہین۔

اشعار نمبر (۲)

چاہیے اچھون کو قبنا چاہیئے | یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیئے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی | منھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیئے

پہلے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اچھے ہین اون کے ساتھ جسقدر چاہو محبت بڑھاؤ۔ یہان اچھون سے مراد اولیاء اللہ اور عاشقان خدا ہین یہ وہ لوگ ہین جن کی محبت اور خدمت سے آدمی کا بیڑا پار ہوتا ہے اسی لئے شیخ اور پیر کی محبت مرید کے دل مین مختلف طور سے پیدا کرائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ دوستی اور محبت خدا کے ساتھ محبت ہے ایک حدیث شریف مین آیا ہے کہ جو لوگ خدا کی صحبت مین بیٹھنا چاہتے ہین انھین چاہیے کہ وہ اہل اللہ کی صحبت مین بیٹھین۔ اگر یہ اچھے لوگ چاہنے لگین۔ تو پھر دونو عالم ہاتھ مین آگئے۔ کیونکہ ان کی محبت اور انکی چاہنے سے انسان کو وصال خدا میسر ہوتا ہے اور جب خدا ملا تو اور کیا باقی اس موقع پر چند مثالین بیان کی جاتی ہین۔ مولانا روم جب اپنے پیر شمس تبریز کے پیچھے ہوئے اور ایک ویرانہ مقام مین شہر کے باہر پہنچے تو ان کے پیر نے ان کی محبت آزمانے کے لئے مولانا سے یہ کہا کہ میرے لئے شراب اور رنڈی لا۔ چونکہ مولانا اس شہر کے قاضی تھے اور یہ دونو کام سخت خراب اور خلاف شان مولانا کے تھے اس لئے اُن کے پیر نے

ان کی محبت کی آزمائش انھین دو کامون سے کی اور یہ دیکھنا چاہا کہ آیا سچی محبت ہے یا نہین۔ کیونکہ سچی محبت مین انسان اپنے محبوب کے لئے عزت تو کیا جان بھی قربان کرسکتا ہے اور جہان سچی محبت نہین ہوتی وہان عزت وغیرہ کا خیال غالب آتا ہے۔ مولانا نے بسر وچشم دو نو حکمون قبول کین۔ رنڈی تو نہین ملی اپنی بھانجی کو عروسی لباس پہنا کر بطور رنڈی کے لئے گئے اور شراب کو خود جاکر شراب خانہ سے لائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ کامل کی محبت اسدرجہ ہوتی ہے۔ جب شمس تبریز مولانا سے چھپ کر بھاگ گئے۔ تو وہ اون کو شہرون شہرون اور جنگلون جنگلون ڈھونڈتے پھرتے تھے اور ان کے فراق مین جو غزلین لکھی ہین وہ دیوان شمس تبریز کے نام سے مشہور ہین۔ مگر شمس تبریز نے بھی مولانا کی تعلیم مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا اور انھین واصل الحق کر دیا۔

دوسرے شعر کے معنی یہ ہین کہ دوستی کا پردہ بیگانگی ہے یعنے محبوب جو بیگانگی کا برتاو کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محبت نہین کرتا۔ یا اپنی محبت کو پوشیدہ کرتا ہے۔ معشوق حقیقی بھی اپنے بندہ کے ساتھ جو محبت رکھتا ہے اسکو ظاہر نہین ہونے دیتا۔ مگر عاشق جذب شوق مین یہ درخواست کرتا ہے کہ اب منہ چھپانے کی عادت چھوڑ دے اس سے بیگانگی معلوم ہوتی ہے۔ العاقل تکفی الاشارہ۔ اب کاغذ ختم ہوا مضمون بھی ختم کرتا ہون۔ پیارے بہادر کو میرے طرف سے پیار کرنا فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۵۲)

فیلخانہ حیدرآباد دکن۔
روز دوشنبہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ راضی برضا صبر اور پرہیزگاری عشق حقیقی کا راستہ ہے۔ کیونکہ جو کوئی شخص اپنی حالت سے ناراض ہے وہ راضی برضائے حق نہین ہے۔ اور اپنے نوشتہ تقدیر کو یا یون کہو کہ جو کچھ خدا کے علم مین اسکی نسبت ٹھہر چکا ہے۔ اسکو وہ پسند نہین کرتا ہے۔ اس لئے جب تک انسان خدا کی مرضی پر راضی نہ ہو اور اسکی مشیت اور ارادے سے اتفاق نہ کرے اسوقت تک وصال حضرت حق اسکو نصیب نہین ہو سکتا۔ اگر کسی کو اس بات کا یقین آجائے کہ دنیا کی تکلیفین اور مصائب جو ہر روز اس پر گذرتے ہین اسکو ہر روز نئے نئے تجربے اور علم حاصل ہوتے جاتے ہین جن سے اسکی روح کمال مرتبہ علم و عمل پر پہنچتی ہے۔ تو جو کچھ اسپر گذرتا ہے اسکو وہ ضرور اچھا اور مناسب سمجھے گا۔

جب ہمین اپنے کامون یا مقصدون مین ناکامی ہوتی ہے۔ تو یہی ناکامی ہماری بہتری کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ "شانتی" یعنی امن و امان یا اطمینان قلب کے حاصل کرنے کا کوئی اور طریقہ موجود نہین۔ اگر ہم اپنی تمام تدبیرون مین کامیابی حاصل کرتے جائین۔ تو ہمین کوئی نیا علم حاصل نہ ہوگا۔

ممکن ہے کہ جو تدبیرین ہم کرتے ہین وہ ہماری لاعلمی کی وجہ سے برے نتیجے پیدا کرین۔ اس لئے خداوند تعالی اپنی مہربانی سے انھین ہمین کامیاب ہونے نہین دیتا۔ کسی اچھے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کوئی تدبیر

کرنی ناجائز نہین۔ مگر ناجائز اور خلاف شرع مقاصد کے استحصال مین جو فعل کئے جائین گے وہ سب گناہ مین داخل ہونگے۔ اگر تم نیک کامون مین کوشش اور سعی کرتی نہ رہوگی۔ تو بتدریج نیک اعمال کرنے کی تمہاری قوت کمزور ہوجائے گی۔ اگر انسان چاہے تو قید خانہ مین بھی اپنی روحانی ترقی کے کام کرسکتا ہے۔

افضل بیگم۔ اب تمہین معلوم ہوچکا کہ انسان کو اپنی حالت سے گو وہ کیسی بُری کیون نہ ہو کبھی ناراض نہ ہونا چاہیے اور اسکی نسبت شکایت کا ایک حرف بھی زبان پر نہین لانا چاہیے۔

فرد

غم نہ کیجے غم کا اور شادی نہ کیجے عیش کی ۔۔۔ دونو حالت دیکھئے منہ سے نہ کچھ فرمائے

رباعی

قومے بہ تمنائے زر و مال خوش اند ۔۔۔ قومے بہ تماشائے خط و خال خوش اند
اینہا ہمہ اسباب خرابی دارند ۔۔۔ خوش حال کسانیکہ بہر حال خوش اند

اس فارسی رباعی کا ترجمہ یہ ہے۔ کوئی تو زر و مال کی تمنا مین خوش ہے کوئی خط و خال کے تماشے مین خوش ہے۔ ان سب لوگون کے پاس خرابی کے اسباب جمع ہین۔ مگر خوش حال وہی ہین جو ہر ایک حالت مین خوش ہین۔

اگر تم تسلیم و رضا کی عادت کروگی یعنی جو کچھ تم پر گذرے اسکو اسطرح منظور کروگی گویا کہ تم بھی یہی چاہتی تھین۔ تو اس عادت سے صرف تمہاری عقل یا قوت خیال ہی قوی نہ ہوگی بلکہ تمہاری روح اور جسم دونون ترقی کرینگے

نمایان ہونگے۔

افضل بیگم۔ ہرایک کام کے لئے دانائی اور مستعدی درکار ہے۔ اور بغیر محنت اور بغیر صبر و استقلال کے کوئی راحت و آرام حاصل نہین ہوسکتا۔ اگر تم راضی برضا ہوجاؤگی اور راستی اور نیکی کو اپنا رہنما بنالوگی۔ تو تم بحر قدرت کاملہ کی موج کا جز ہوجاؤگی۔ اور اس وقت تم بہت کچھ کام کرسکوگی۔ جو لوگ اس سچے اصول اور مضبوط قانون قدرت کو نہین جانتے اور اپنے ابتدائی زمانہ عمر کو نفس پرستی کے جوش مین بسر کرتے ہین اونکو اس دنیا مین سوا مایوسی اور محرومی کے اور کچھ نصیب نہین ہوتا۔ اسی لئے ایسے لوگون پر جو تسلیم و رضا اور صبر و ثبات کے اصول سے ناواقف ہین۔ جب مصیبتین آتی ہین۔ تو وہ خود اون کے مغلوب ہوجاتے ہین اور ان پر غالب نہین آتے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔ "دنیا مین ایسا صبر اختیار کرکہ تجکو نہ تو کسی کامیابی سے خوشی ہو اور نہ کسی ناکامی سے رنج۔"

انسان کی اندرونی اور بیرونی قوتین سب کام کرنا چاہتی ہین۔ وہ کبھی معطل اور بیکار نہین رہ سکتین۔ اس لئے ضرور ہے کہ ان سے اچھے کام لئے جائین۔ اگر تم اپنی طبیعت یا نفس پر غلبہ حاصل نہ کروگی تو وہ تمکو مغلوب بنالے گا۔ اگر تم اسکو جائز کامون مین بزور نہ لگاؤگی تو وہ خود تمہین ناجائز کامون مین مصروف کردے گا۔ اور آخرکار زور پکڑ کر ارادے اور عقل کی حکومت سے باہر ہوجائے گا۔ اس طبیعت یا نفس پر قابو پانے اور اسکو اپنی عقل اور ارادہ کے ماتحت رکھنے کے لئے یہی ضرور ہے کہ وہ عمدہ اشغال اور

اعمال مین مصروف اور مشغول رکھا جائے۔ مثلاً اگر تمہارے دل مین کسی ناواجبی یا نامناسب کام یا مقصد کی خواہش موجود ہو تو اسکو کسی اعلیٰ مقصد سے بدل دو۔ اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرو۔ اس طریقہ سے بری خواہشین جو سرچشمہ عمل بد ہین خود بخود رخصت ہو جائین گی۔ خواہشین تو انسان کے دل سے مٹائی نہین جا سکتین۔ مگر ان کے مقاصد اور مدعا بدل دئے جا سکتے ہین۔ جذبات اور خواہشین اندھی ہین انھین جدہر چاہے لگا دو وہ جلد لگ جاتی ہین۔ بہتر تو یہی ہے کہ ہماری خواہشین ہماری عقل کے ماتحت رہین۔ نفس کے قابو مین آ جاتی ہین۔ تو انسان سخت مہلکات اور خطرات مین مبتلا ہو جاتا ہے

جب کسی دل مین غصہ یا محبت آتا ہے تو وہ اپنے اظہار کا ذریعہ خود پیدا کر لیتا ہے اور جب غصہ اور محبت زور پکڑ جاتے ہین تو وہ جسم تک کو نقصان پہنچاتے ہین۔ غصہ اور عشق طوفان ہین۔ کیونکہ جب طوفان کا زور کم ہو جاتا ہے تو پانی مین سکون پیدا ہوتا ہے۔

حکما کا قول ہے کہ خلا محال ہے یعنی کوئی جگہہ خالی نہین۔ کچھ نہ کچھ اسمین ضرور رہے گا۔ اس لئے دل بھی خیالات اور خواہشات سے خالی نہین رہ سکتا۔ اگر ہم ایک چیز کی خواہش کو دل سے دور کرینگے۔ تو اوسکی جگہہ دوسری چیز کی خواہش پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے ہمارا کام صرف یہی ہے کہ ہم ادنیٰ مقصد یا چیز کو اعلیٰ کے ساتھ بدلتے رہین۔ یعنی ادنیٰ چیزون کی خواہشین چھوڑتے رہین اور اعلیٰ چیزون کی خواہش کرین بری بات کی آرزو کو ترک کر کے اچھی بات اسکی جگہہ داخل کرین اور جہالت اور نفس

پرستی کی جگہہ علم اور پرہیزگاری کو قایم کرین۔

افضل بیگم۔ خواہشات نفسانی اور امید و بیم کے ہاتھون سے نجات پانے کا سب سے سہل طریقہ یہی ہے کہ دل کو حضرت حق کی طرف متوجہ رکھے۔ اور خدا کے بہروسہ پر نیک اور اعلیٰ درجہ کے کام کو کرنا شروع کرے اور کسی مشکل اور دشواری سے پریشان نہ ہو کیونکہ دشواری کے مقابلہ مین ناامید ہو جانا یا ہمت ہار دینا ہی پست ہمتی ہے۔

فرد

مشکلے نیست کہ آسان نشود   مرد باید کہ ہراسان نشود

یعنی کوئی مشکل ایسی نہین ہے۔ جو آسان نہ ہو جائے۔ آدمی کو چاہئے کہ گھبرائے نہین۔

دیگر

بہر کاریکہ ہمت بستہ گردد   اگر خارے بود گلدستہ گردد

یعنی جس کام مین صبر اور ثبات سے محنت کیجاتی ہے۔ اگر وہ کام نہایت ذلیل اور حقیر خار کی طرح ہو تب بھی گلدستہ ہو جاتا ہے۔

افضل بیگم۔ زندگی مین جو مشکلات درپیش آئین۔ انھین مبارک سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ رکاوٹون اور مقابلہ کے بغیر کسی کام کو کوئی ترقی کبھی ہو نہین سکتی۔ مشکلات اور دشواریون ہی کے آنے سے ہماری ذہنی قوتون اور جسمانی طاقتون مین زور آتا ہے۔ اور ہمین سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ جب اسپہ کوئی مشکل یا مصیبت

پڑے تو وہ ثابت قدم اور متحمل رہے۔ کیونکہ ہماری قوتین مصیبتون اور بلاؤن ہی کی کشمکش سے ترقی حاصل کرتی ہین۔ جیسے کہ پہلوانون کی باہم زور آزمایون سے ان کے جسمون مین طاقتین آتی ہین۔ بدی نیکی کے مخالف ہے اور جھوٹ سچ کے۔ اس لئے جب بدی کا مقابلہ نیکی سے۔ یا جھوٹ کا مقابلہ سچ سے کیا جاتا ہے۔ تو نیکی اور سچ کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جب تک تم کو اس سچی بات کا یقین کامل نہ آجائے کہ خدا کی ذات کے سوا دنیا کی تمام چیزین باطل ہین اور وہ ایک ذات سچ اور موجود ہے۔ اسوقت تک تم کو حقیقی اور یقینی علم حاصل نہ ہوگا۔

افضل بیگم۔ روحانی ترقی کے راستہ مین قدم دھرنے سے پہلے عالی ہمتی ضرور ہے اگر تم یہ پوچھو کہ عالی ہمتی کیونکر حاصل ہو۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے ان لوگون کی سوانح عمریان بغور مطالعہ کرو جنھون نے روحانی ترقی کے منازل طے کئے ہین اور پھر روحانی ترقی اور دنیوی ترقی دونون کی فائدون کو باہم مقابلہ کر کے دیکھو جس مین زیادہ منفعت ہوگی اس کے اختیار کرنے مین خود بخود تمہارا دل رجوع ہو جائے گا۔

سب سے بڑی روک جو روحانی ترقی مین واقع ہے وہ نفس ہے۔ اس لئے جو شخص نفس کا مقابلہ کرتا ہے اور اس پر قابو پاتا ہے اسکو خدا کے وصال کی دولت نصیب ہوتی ہے اور وہ دنیا کے تمام نفوس پر غالب آتا ہے۔ اسواسطے نفس پر مجاہدہ کرنا فرض ہے اور اس کافر کا قتل کرنا سب سے پہلے ضرور ہے۔ چنانچہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ نفس کا جہاد کافرون کے

جہاد کرنیسے افضل و اعلی ہے۔ اور اسی لئے مجاہدہ نفس ہر ایک شخص کو اپنا فرض جاننا چاہیئے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے کہ "ایک پاؤن نفس کے سر پر رکھ دوسرا پاؤن خود خدا کی درگاہ مین پہنچے گا۔"

دوسرون کی خدمت کرنے مین اپنے مقاصد دنیوی کو فراموش کردو اگر نیکی پھیلانے اور خلق اللہ کی خدمت کرنے مین لوگ تمہین گالیان دین ستائین یا مضرت پہنچائین۔ تو انکا مقابلہ نہ کرو۔ کیونکہ مقابلہ اور جھگڑا کرنے سے بہت سی برائیان پیدا ہونگی۔ حسب مواقع جو کچھ مناسب معلوم ہو اسکو اپنا فرض سمجھکر کرو فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۵۳)

فیلخانہ حیدرآباد دکن روز شنبہ
۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ جو باتین یا کام اچھے ہین انکی دشواری کو خیال کرکے ہمت نہین ہارنا چاہیئے۔ عادت سے وہ سہل ہوجاتے ہین۔ مگر کسی بری خواہش کو دلمین جگہہ نہین دینی چاہیئے۔ اگر دل ہمیشہ خدا کی معرفت اور حقیقت کے خیالات مین ڈوبا رہے گا تو بری خیالات خود بخود اوس سے دور رہینگے۔ لیکن جب آدمی خواہشات نفسانی اور لذات جسمانی کے خیالات مین مستغرق رہتا ہے۔ تو وہ علم معرفت سے بالکل محروم ہوجاتا ہے۔ اور علم حقیقت اسکو نصیب نہین ہوتا۔

افضل بیگم۔ ہماری طبیعتون مین غرور و تکبر۔ خود سری و خود پسندی اور حرص و طمع اسقدر بھری ہوئی ہے کہ اگر جنت کی امیدون اور دوزخ کے خوفون سے وہ روکی نہ جاتی تو ان امراض نفسانی کا کوئی علاج تھا

مذاہب مین جو ترغیبین انسان کو دی گئی ہین - ان کا مقصد اعلیٰ یہی ہے کہ انسان ان ادنیٰ درجہ کی خواہشون سے چھوٹ جائے اور روحانی ترقی کے میدان مین قدم دھرے - جہان کے سرور اور لذات ان نفسانی اور فانی خوشیون سے کہین زیادہ بڑھے ہوئے ہین - اور اپنی حقیقت سے واقف ہو کر خود بخود انکسار اور خاکساری اختیار کرے ۔

افضل بیگم - سب سے زیادہ موثر ترغیب جو ہمین ان امراض نفسانی سے شفا بخشتی ہے یہی ہے کہ انسان نامرادی کو اپنی خواہش اعلیٰ قرار دے - یعنے خدا کے سوا تمام مرادون کو دل سے مٹا دے - اس لئے جب کسی چیز کی خواہش تمہارے دل مین پیدا ہو - اور تمہین ستائے تو تم اسکا مقابلہ کرو - اور اس سے نامرادی اختیار کرو - تم اس خواہش کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دو - اور توکل بخدا ہو کر بیٹھ رہو - اور اس خواہش کے بر لانے کے لئے کوئی تدبیر نکرو - اور اپنے دل مین یہ مستقل ارادہ ٹھان لو کہ ہم اپنے نفس کی خوشی کے لئے کچھ نہ کرینگے - مگر خدا کے فرائض اور کام ہمارے متعلق ہین انھین دل سے انجام دینگے - خدا کی طرف متوجہ ہونا اور اس سے دل لگانا کافی ہے - اور اس سے کچھ مانگنا خلاف ادب ہے ۔

جو کچھ کام اس نے تمہارے ذمہ کیا ہے - اسکا کرنا فرض ہے - مگر خدا کے فرائض انجام دینے مین بھی صلہ کی امیدوار نہ رہو - ہر ایک کام کے کرنے مین اگر اپنی ذاتی غرض کا لحاظ رکھا نہ جائے گا - اور صرف خدا ہی کی خوشنودی کے لئے بغیر کسی نتیجہ کی خواہش کے وہ کام کیا جائے گا - تو خوشنودی

بتدریج آنکھون سے خودی اور دوئی کا پردہ اٹھتا جائے گا اور علم حقیقت کا نور چمکنے لگے گا۔

افضل بیگم۔ کسی رنج یا خوشی کے سبب سے اپنی ثبات قدمی مین ہرگز کوئی فرق نہ آنے دو۔ علم تکرار یا اذکار یعنی بار بار پڑھنے یا بیان کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے جسقدر علم تم اورون کو سکھاؤگی یا اون سے علمی باتین بیان کیا کروگی۔ اسیقدر تمہارے علم کا ذخیرہ بڑھتا جائے گا۔ تم اپنے آپکو بچے کی طرح نادان سمجھو اور دلمین یہ خیال رکھو کہ مین کچھ نہین جانتی۔ اسیطرح اپنے آپ کو بے علم سمجھکر ہمیشہ علم کی تلاش مین رہو۔ اور خدا کی راہ کے جو سالکین کامل ہین اون کی پیروی صدق دل اور ثابت قدمی سے کرو۔ منزل راہ خدا مین جسکو محتاج پاؤ۔ اسکو اپنے توشۂ علم مین سے ویدو اور واسطے اپنی محتاج دماغی بہنون کی امداد مین سرگرم رہو۔

افضل بیگم اس دنیا مین نہ تو کوئی کسی کا دوست ہے اور نہ دشمن اس لئے ہر شخص کو اپنا رہنما سمجھو اور اس سے کچھ نہ کچھ علم حاصل کرو۔

افضل بیگم۔ تم کوئی کام اپنے نفس کے لئے نہ کرو۔ اور جو کچھ کرو اسکو حکم الٰہی کی تعمیل سمجھو اور اسی کی خوشنودی کو اپنا مدعا بناؤ کیونکہ عالم مین بجز ذات واحد کے اور کسی شئے کا وجود نہین اور تمام افعال اور صفات اسی ایک ذات واحد لاشریک لہٗ کے ہین۔ پھر دوسرے کا خیال ہی دل مین لانا شرک ہے۔

افضل بیگم۔ تم نہ تو زمانہ گذشتہ پر افسوس کرو۔ اور نہ زمانہ آئندہ کی فکر مین مبتلا رہو۔ بلکہ حیات ابدی حاصل کرنے کا خیال اپنے دل مین پختہ طور سے

جاؤ۔ یہی ایک حیات ابدی کا خیال ہمین اس دنیا کے آواگون یعنی بار بار پیدا ہونے اور مرنے سے چھوڑا سکتا ہے اور دنیا کی تمام مصیبتون اور رنجون سے نجات دلا سکتا ہے۔ علم حقیقت اور معرفت خدا کے حاصل کرنے کے لئے دلکی صفائی لازمی ہے۔ اور دل کی صفائی کے دو طریقے ہین۔ انمین سے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت اپنے دل سے برے خیالات کو دور کرتا رہے اور خواہشات نفسانی کو چھوڑتا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ تم پر گذرے ہر حال مین صابر اور راضی برضائے الٰہی رہو۔ اور کسی حالت مین بھی اضطراب اور غضب کو اپنے دل مین راہ نہ دو۔

افضل بیگم۔ تم خوب اسبات کو یاد رکھو کہ یہ دو نوا علیٰ درجہ کی باتین جب ہی انسان کو نصیب ہونگی کہ وہ "بھگتی" یعنی عاشق صادق ہوگا اور "دیا" یعنی رحم و کرم کو اپنا شعار بنائے گا۔

جب کبھی تمہارے دل مین یہ خیال آئے کہ تم گناہون مین بہت ملوث ہو۔ تو تم اس خیال سے ہمت نہ ہارو۔ راہ راست پر کمر کسکر کام یعنی عمل کرتی جاؤ اور دل کی صفائی کو راہ خدا کی پہلی منزل سمجھو۔ مگر یاد رکھو کہ جھوٹا عشق اور ترحم کبھی مفید نہ ہوگا۔ اس سے کبھی کوئی دل کی صفائی حاصل نہ ہوگی۔ اس لئے ضرور ہے کہ عشق و ترحم سچے دل سے ہو۔ دکھانے اور ظاہر داری اور لوگون کے خوش کرنے کے لئے نہ ہو۔ بعض اشخاص عبادات کو مجبوری سمجھکر بے دلی سے کرتے ہین۔ اور بعض حیلۂ شرعی نکالکر انہین مختصر کر لیتے ہین۔ اور خیرات سے بچنے کے لئے طرح طرح کے بہانے نکال لیتے ہین۔

ترحم۔ اور خیرات کا اصلی مقصود ترک خود غرضی ہے۔ اس لئے جب تک بے غرضانہ خیرات اور رحم و کرم نہ کیا جائے۔ ان سے دل کی صفائی ہرگز نہین ہو سکتی۔

جب کبھی دلمین غصہ آئے۔ یا زبان سے کوئی بات جھوٹ نکل جائے یا دوسرے کا کوئی عیب بے ضرورت بیان کیا جائے۔ یا کسی غرض سے کوئی خوشامد کی بات منہ سے نکل جائے۔ یا کسی کو اپنے فعل یا قول سے دہوکا دیا جائے۔ تو اسوقت چاہیے کہ فوراً اس فعل سے توبہ کیجائے اور جو کدورت ان حرکات کی وجہ سے دل کے آئینہ پر آئی ہے وہ اپنے اعمال پر نفرین کرنے سے صاف کیجائے۔

طالب نجات کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ شہوت۔ غضب اور حرص سے بچتا رہے۔ اور احکام شرع کی پابندی مستعدی سے کرے۔ اور تصوف اور اخلاق کی کتابون کو پڑھتا رہے۔ اور اون کے اصول کے موافق اپنے اعمال کی نگرانی کرے۔ مگر ان سب باتون مین صبر اور ثابت قدمی کی از حد ضرورت ہے۔

افضل بیگم۔ جو کوئی شخص اپنے نفسانی اور ذاتی اغراض کو دیکھکر کوئی عبادت یا ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے۔ اسکو بہشت اور دیدار خدا نصیب نہین ہوتا۔ کیونکہ بہشت مین خود غرضی کی گنجایش نہین۔ مگر جو شخص بہشت کی امید ترک کرکے اپنی حالت پر صبر و قناعت کرتا ہے اور حکم خدا کو بجالاتا ہے وہ اسی زندگی مین جیتے جی ہی جنت یا بہشت مین ہے۔ جس کے دل مین صبر

وقناعت نہین اسکو بہشت کی امیدین فضول ہین ۔

افضل بیگم ۔ جو شخص اپنی خودی کو ترک کرتا ہے اور دل مین اپنے نفس کے لئے کوئی خواہش باقی نہین رکھتا دراصل وہی شخص آزاد اور خوشحال ہے ۔ آزادی اور خوشی کے برابر کوئی بہشت نہین ۔ جو کوئی شخص کسی امید سے نیکی کرتا ہے وہ اس امید کے حاصل ہونے تک رنج مین رہتا ہے ۔ اور امید حاصل ہونے پر خوشی کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو حصول امید سے میسر ہوتی ہے ۔ جب تک کوئی دنیوی مقصد حاصل نہین ہوتا اس وقت تک اسکی حاصل کرنے مین تکلیفات ہی ہوتی ہین ۔ اور اس طرح موت کے وقت تک راحت و آرام نصیب نہین ہوتا ۔ مگر خدا کے لئے کام کرنے سے فوراً خود بخود معاوضہ یا اجر حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور دل کو امن اور چین نصیب ہوتا ہے ۔

جس شخص کے دل مین یہ خیال ہو کہ مین دوسرون سے اچھا اور جہالت اور برائی کے عیبون سے پاک ہون اور اسکو اپنی پاکی کا فخر و ناز ہو ۔ یا جو کوئی شخص اپنے آپکو تو عقلمند اور دوسرون کو جاہل یا حقیر سمجھے ۔ تو ایسے شخص کو طالب معرفت ہونیکی قابلیت حاصل نہین ۔ علم معرفت کے امیدوار کو طفل شیرخوار کی طرح سیدھا سادہ اور پاک منش بننا چاہئے ۔ علم اور نیکی واقعی مین نعمت عظمیٰ ہین ۔ لیکن اگر علم اور نیکی سے دل مین خود پسندی یا اپنے ہم جنسون سے فخر و مباہات کا خیال پیدا ہو جائے ۔ تو ایسے علم اور نیکی کو خوبصورت سانپ سمجھنا چاہئے ۔ خود غرضی کو چھوڑنا اور دل کو قابو مین لانا سالک راہ خدا کا پہلا فرض ہے ۔

افضل بیگم۔ جو کچھ نیکی کے خیالات تمہارے دل مین آئین۔ انپر فوراً عمل کر بیٹھنا چاہئے۔ اور انھین پس و پیش کے حوالہ نہین کرنا چاہیئے۔ ہر کام کے کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس کام کو کرو اس مین کسی اجر و اثر کی امید نہ رکھو اور ہر کام کو اپنا فرض منصبی سمجھکر کرو فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۵۴)

حیدرآباد دکن روز دوشنبہ جنوری ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ خداوند تعالی کی بہت بڑی مہربانی یہ ہے کہ روحانی ترقی ظاہری حالات زندگی پر منحصر نہین یعنی امارت اور غربت رنج اور راحت وغیرہ تمام حالتون مین روح کو ترقی دیسکتے ہین۔ اس لئے ہر فرد بشر کو خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ ہر وقت ہر حالت مین روحانی ترقی کا موقع حاصل ہی کسی کو اس بات کے کہنے کی جرات نہین کہ وہ اس خاص حالت مین اپنی روح کو ترقی نہین دیسکتا۔ چونکہ انسانی زندگی کی اصلی غایت یہی ہے کہ وہ روحانی ترقی کرکے اپنے مبدے مین یا حق مین واصل ہوجائے۔ اس لئے ہر شخص کو شریعت۔ طریقت۔ حقیقت اور معرفت کے درجے بتدریج طے کرنا چاہیئے۔

اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اس زندگی کا مقصد صرف لذات نفسانی اور حظوظ جسمانی ہی کا حاصل کرنا ہے اور بس اور انہین کو وہ نعمت عظمی سمجھے تو یہ خیال اسکا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ وہ روح اور جسم دو نوع سے مرکب ہی جسطرح جسمانی یا حواسی خوشیان اور لذتین ہین اسیطرح روحانی خوشیان اور لذتین بھی موجود ہین۔ اور روحانی خوشی بہ نسبت جسمانی لذت کے زیادہ

لطیف اور دیرپا ہے۔ مگر ہماری پیدائش ہی سے جسمانی لذات کا زور ہوتا ہی اور نفس اور جسم کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ طبیعت کو دنیا کی لذتون مین مصروف رکھے اور اسی کا غلام بناوے۔

برخلاف اسکے جب روحانی ترقی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے جسکو صوفیون کی اصلاح مین سلوک کہتے ہین۔ تو بتدریج طبیعت کی کثافت یعنی نفسانی یا دنیوی لذتون کا میلان یا رجحان کم ہونے لگتا ہے اور باطنی لطافت حاصل ہوتی ہے۔ اور دنیوی ضرورتون اور نفسانی خواہشون مین تغیر تبدل اور گھٹاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اور جب ہم قوتِ خیال کو ترقی دے کر اس قابل ہوجاتے ہین۔ کہ عالم یا دنیا کی کسی چیز یا مقام پر اپنے خیال کو لگا دین۔ تو اسوقت رسل و رسائل یا بات چیت کے معمولی وسائل اور ذرائع جن سے آجکل کام لیا جاتا ہے ضروری نہین ہوتے۔ یعنی ہم بغیر آدمی تار ٹیلیفون کے باتین کرسکتے اور خط و کتابت پہنچا سکتے ہین۔

افضل بیگم۔ جسقدر انسان اپنے آپ کو مادہ کثیف یا جسمانی خواہشون مین مقید کرتا ہے۔ اسیقدر اسکی آسائش کے لئے مادہ کثیف کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ مگر انسان کا جوہر اصلی روح ہے۔ جو لطیف اور کثافت سے پاک و صاف ہے۔ روح مادہ کی قیدون اور پابندیون سے بذاتہی مبرا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ انسان کی زندگی کی اصلی ضرورتین کیا ہین۔ تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ انسان کی ضرورتین بہت ہی کم ہین مثلاً ریل و خانی جہاز وغیرہ کی سواریان ہمکو اسوقت سب ضروری ہین۔ حالانکہ ہزارہا آدمی

بغیر ان کے بھی خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہین۔ اور جب یہ سواریان ایجاد نہ ہوئی تھین اور کوئی انکا نام بھی نہ جانتا تھا۔ اسوقت بھی لوگ آرام سے اپنی زندگی گذارتے تھے۔ کسی شخص کو عالیشان مکان نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے اور کسیکو گھوڑے گاڑی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسیطرح کسی کے نزدیک کچھ اور اور کسی کے خیال مین کچھ اور ضروری ہے۔ مگر جب نظر غور سے دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب ضرورتین ایسی ہین کہ جنھین انسان نے خود پیدا کیا ہے اور یہ ضرورتین ایسی دلفریب اور مرغوب ہین کہ آدمی کا دل اُنمین پھنس جاتا ہے اور پھر اُنمین سے نکلنا نہین چاہتا۔ ان مادّی چیزون مین مبتلا ہونے کے بعد اسکے دل مین اپنی روحانی ترقی کا کوئی خیال تک پیدا نہین ہوتا۔ اس لئے دنیوی یا جسمانی آسایش کے سامان منزل حقیقت کے راستہ مین سدِ راہ اور ترقی روحانی مین روک ہوتے ہین۔

افضل بیگم۔ روحانی ترقی حاصل کرنے کے لئے آہستہ آہستہ ہر ایک مادّی ضرورت اور نفسانی لذت کو ترک کرنا چاہئے۔ حظوظ نفسانی کی خواہشین اور انکی جستجو و تلاش مین قوت خیال کو ضائع کرنا یہی وہ باتین انسان کو منزل مقصود یعنی وصال خداوند تعالیٰ سے محروم رکھتی ہین۔

افضل بیگم۔ اگر تم راہِ حقیقت یا سلوک مین ترقی کرنی چاہتی ہو۔ اور اپنی روح کو ابھار کر ابدی زندگی حاصل کرنے کا خیال رکھتی ہو تو تمھین چاہئے سچا عشق پیدا کرو اور اپنی روحانی قوت پر اعتقاد کامل اور اطمینان کلی رکھو۔ اگر تم ایسا کروگی تو تمھین وصال حق تعالیٰ اور روحانی ترقی مین جس سے

ابدی زندگی اور دائمی سرور حاصل ہوتا ہے ضرور کامیابی نصیب ہوگی۔
افضل بیگم۔ مین تمہین یہ اعلیٰ درجہ کی حقانی باتین تو لکھہ رہا ہون۔ مگر اس کے ساتھ ہی دلین یہ دعا بھی کرتا جاتا ہون کہ خداوند تعالیٰ تمہین اس دنیا اور نفس کی کشمکش سے چھوڑا کر اپنی طرف کرلے۔ کیونکہ تم خدا کے فضل سے ابھی جوان ہوا اور تمہاری نفسانی خواہشون کو بڑہاؤ اور ترقی ہے۔ دنیا مین شیطانون اور خناسون کی کثرت ہے جو انسان کو راہ راست سے بھٹکا کر گمراہی اور ضلالت کی طرف لے جاتے ہین۔ خدا تم کو دنیا کی فانی لذتون سے بچائے اور ابدی خوشی اور سرور عطا فرمائے فقط دعاگو محب

خط نمبر (۵۵)

حیدرآباد دکن روز شنبہ ماہ جنوری ۱۹۱۱ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ عالم مین صرف ایک ہی ہستی مطلق موجود ہی جسکو صوفیون کی اصطلاح یعنی زبان مین ذات محبت۔ ہویت وغیرہ کہتے ہین۔ اور ہندو اس ہستی کا نام اننت (بے حد) اناوی (بے ابتدا) اور اوکاری (غیر متغیر) کہتے ہین یہ جو کچھ موجود ہے سب اسی ایک ہستی کا ظہور ہے۔ یہ تمام کائنات یا عالم اسی ہستی سے نکلتا ہے اور پھر اسی مین سما جاتا ہے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے اور اپنی ذات سے ایک ہے اور اوسکا کوئی دوسرا شریک نہین۔ جو کچھ ہوا یا ہے یا ہو سکتا ہے۔ سب اسی مین موجود ہے جسطرح سمندر مین موج اٹھتی ہے اور پھر اسی مین سما جاتی ہے۔ اسی طرح اس ہستی سے عالم ظاہر ہوتا ہے اور پھر اسی مین سما جاتا ہے۔ وہ ایک ہستی ہے اور یہ عالم اس ہستی کا ظہور ہے۔ اس لئے یہ تمام عالم یقینی طور پر ہستی مطلق

یا ذات بحت ہے۔

یہی توحید ہے جو پہلا سبق اسلام کا ہے۔ اور اسی مطلب کو یہ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ ظاہر کرتا ہے جو اصول مذہب اسلام ہے۔ اس ہستی مطلق کے نام دنیا کے تمام مذاہب مین باختلاف السنہ موجود ہین۔ مسلمان اسکو اللہ ہندو برمھ اور عیسائی گاڈ کہتے ہین۔ کبھی اس کل کو زیادہ صفائی سے ساتھ بیان کرنے کے لئے اور الفاظ بھی بڑہاتے ہین چنانچہ انگریزی زبان مین گاڈ ہز اون نیچر" اس ذات بحت یا ہستی مطلق کو کہتے ہین بعض اوقات ہندو اسکو نرگن بولتے ہین۔ نر کے معنی بے کے ہین اور گن صفت کو کہتے ہین۔ اس لئے نرگن کے معنی بے صفت کے ہوئے یعنی تمام صفات سے مبرا اور پاک۔ ہماری زبان مین نرگن کو احدیت کہتے ہین۔

احدیت ذات کی وہ حالت ہے جو تمام صفات سے مبرا ہے

جب یہ ہستی یا ذات ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی باطن سے ظاہر مین آتی ہے۔ اسوقت اسکو واحدیت یا الوہیت یعنی اللہ کہتے ہین۔ اور ہندی زبان مین اسکا نام سگن یعنی ذات مع صفات کہتے ہین۔

افضل بیگم۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ ذات مطلق کی دو حالتین ہین۔ ایک تو وہ کہ صفات سے مبرا یا خالی ہو دوسری وہ کہ صفات سے بھری ہوئی ہو۔ ذات بے صفات کو احدیت اور وحدت کہتے ہین۔ اور ذات باصفات کو اللہ بولتے ہین۔

افضل بیگم۔ یہ مسئلہ نہایت ہی مشکل ہے۔ مگر مین نے تمہاری

سمجھ کے موافق جہان تک مجھ سے ہوسکا ہے اسکو سہل کیا ہے۔ بتدیون کو صرف اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ ذات کی دو حالتین ہین۔ ایک بے صفات جسکو تنزیہ کہتے ہین اور ایک باصفات جسکو تشبیہ بولتے ہین تو وحدت اور الوہیت یعنی ذات اور اللہ دونو ایک ہی شئے واحد کے نام ملحاظ مختلف حالات کے ہین۔ اللہ اور ذات کوئی دو جدا اشیا نہین ہین۔

افضل بیگم۔ ذات مطلق مین بذاتہ یہ تین صفتین یعنی وجود علم۔ اور سرور موجود ہین۔ جنھین ہندی مین ست (وجود) چت (علم) اور آنند (سرور) کہتے ہین۔ اسی ذات مطلق کا ظہور روح اور مادّہ ہے اور اندر اور باہر سب اسی کا ظہور ہے۔ جیسا کہ کلام مجید مین ہے۔ ہوالظاہر ہوالباطن یعنی وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ تو اب یہ بات تمکو معلوم ہوئی کہ ہماری روح خدا ہی ہے اور ہمارا جسم بھی وہی ہے۔ فقط ایک شئے واحد و مختلف حالتون مین موجود ہے جو شکل حضرت حق اختیار کرتے ہین وہی عالم مین ظاہر ہوتی ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے۔ چھوتے۔ چکھتے اور سونگھتے ہین اسکو مادّہ کہتے ہین۔ اس مادّہ کے سوا جسکو ہم محسوس کرتے ہین اور مادّے بھی ہین جنکو معلوم کرنے کے لیے ابھی ہمارے حواس کامل اور قابل نہین ہین۔ جس مادّہ کو ہم محسوس کرتے ہین وہ تین حالتون مین پایا جاتا ہے۔ ایک منجمد پتھر کیطرح جما ہوا۔ دوسرا رقیق پانی کیطرح سیال یا بہتا ہوا۔ تیسرا ہوائی۔ جو ہوا کی طرح متحرک تو ہے مگر آنکھون سے دکھائی نہین دیتا۔ تمام اشیا جو ہمارے چارون طرف موجود ہین جیسے پتھر درخت۔ حیوان۔ آدمی۔ پانی۔ ہوا وغیرہ سب مادّی ہین مگر انمین صرف

مادہ ہی نہین ہے بلکہ ان سب کے اندر روح بھی موجود ہے جو ہمارے ظاہری حواس سے محسوس نہین ہوتی فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۵۶)

فیل خانہ حیدرآباد دکن۔
۱۲ جنوری ۱۹۰۰ء روز چہارشنبہ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ یاد رکھو کہ جب تم کوئی کام کرو تو اس کام کو صلہ کی امید سے نہ کرو۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ سستی اور کاہلی وجبوری کی عادت تم مین پیدا نہ ہوجائے۔ تم کوئی ایسی بات بھی زبان سے نہ نکالو جو جھوٹ ہو۔ کیونکہ سچائی سے دل پاک وصاف ہوتا ہے۔ اور جسمانی قوتین قابو مین آتی ہین۔ اور آخرکار نفس امارہ پر جسکو لذات محسوسات بھی کہتے ہین غلبہ حاصل ہوجاتا ہے۔

اولیاء اللہ اور انسان کامل جنھین روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے سب سے پہلے اپنے دل کو خواہشات نفسانی سے پاک کرتے ہین انھین روح کی حقیقت کا یقینی علم ہوتا ہے۔ وہ نفسانی خواہشون سے ہی نجات پانے کو اصلی خوشی جانتے ہین۔ اور اس کے سوا تمام دنیوی خوشیون کو رنج وتکلیف کا باعث سمجھتے ہین۔ دوسری صفت اولیاء اللہ مین یہ ہوتی ہے کہ وہ راضی برضائے حق رہتے ہین۔ کسی حالت یا کسی شئے سے وہ نہ رغبت رکھتے ہین اور نہ نفرت۔ اور جو کچھ کام وہ کرتے ہین اسمین اپنی کسی غرض کو مدنظر نہین رکھتے۔

ان دونو باتون کے علاوہ تیسری بات انمین یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے حواس خمسہ کو مغلوب کرکے اپنی جسمانی اور نفسانی قوتون پر پورے

حاکم ہوجاتے ہین۔ مگر جب تک صبر اور رضا کی صفت پیدا نہ ہوجائے۔ تب تک حواس خمسہ کے مغلوب کرنے سے اکثر مضرت لاحق ہوتی ہے۔ اور اس حکومت واس سے تکبر اور لوگون کو ایذا رسانی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ یعنی ضبط حواس سے جب روحانی قوت پیدا ہوتی ہے۔ تو انسان اس سے کارخانہ قدرت مین بھی دخل دینے لگتا ہے۔ اور بے موقع کرامتین دکھانے سے اپنی شیخی اور بڑائی بگھارتا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کو اچھی معلوم نہین ہوتی۔

حضرت سعدی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا   بذل درویشان کند نیم دگر

یعنی خدا کے مرد ایک روٹی مین سے آدھی آپ کھاتے ہین اور آدھی محتاج کو دیدیتے ہین۔ جو شخص ہمدردی نہ کرے اور بقول سعدی صاحب اپنی دولت اور مال مین سے محتاجون اور مسکینون کو نہ دے یا بلا لحاظ قوم اور مذہب کے اپنے ہم جنسون کی امداد نکرے اور اونکی مصیبت مین کام نہ آئے یا بنی نوع انسان کی تکلیف اور آہ وزاری کا اثر اسکے دل پر نہ پڑے اور ان کے حال پر رحم نہ کھائے یا کسی بے گناہ کی نسبت بدگوئی سنکر اوسکی تردید نہ کرے وہ شخص ہرگز ہرگز سالک راہ خدا یا صوفی یا قابل دربار خداوند تعالیٰ نہین ہوسکتا۔

افضل بیگم۔ جو شخص اون فرائض اور احکام کی تعمیل نہین کرتا جو خدا نے اس کے لئے مقرر فرمائے ہین۔ وہ واقعی غلطی مین ہے۔ اور جو شخص فرائض خداوندی کو کسی خوف اور اندیشہ یا کسی صلہ اور عوض کے خیال سے

ادا کرتا ہے وہ ایک مزدور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور نتیجہ کی امید پر کام کرنیوالا ہے۔ اس لئے تمکو چاہئے کہ خدا کے فرائض کو صرف حکم الٰہی جانکر انجام دو۔ جب وہ چاہے گا خود انھین تم سے ترک کرواوے گا۔ جب تک ہماری طبیعت کی بیقراری جو خواہشون کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دور نہ ہو۔ اور دل مین سکون اور اطمینان خود بخود قائم نہ ہو جائے تب تک ہم کو برابر ظاہر عباوات مین سرگرم رہنا چاہئے۔ اور شریعت کے ہر ایک حکم کو جان و دل سے بجالانا چاہئے۔ مگر ان عبادتون مین بھی اسبات کا خیال رہے کہ ہم عبادت یا ریاضت کو محض خدا کی خوشنودی کے لئے بغیر امید صلہ اور نتیجہ کے کرتے ہین۔ اچھے کامون کے صلہ اور نتیجہ کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہئے۔ جو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ سلوک کے رستہ کا اصل اصول تسلیم و رضا ہے۔ ہر کام مین خواہ وہ سہل ہو یا مشکل تمھین اس بات کا خیال ضروری ہے کہ وہ کسی طریقہ سے عمدہ طرح پر کیا جائے۔ طالب راہِ خدا کی تعلیم کامون کے کرنیکے طریقہ پر منحصر ہے کسی خاص کام یا عبادت پر موقوف نہین۔ دیکھنا یہ ہے کہ تم اس عبادت یا کام کو کسطرح کرتی ہو۔ یعنی اپنا دل اس کام مین کسطریقہ سے لگاتی ہو۔ اور کس شوق و ذوق سے تم اس کو انجام دیتی ہو۔ اور اس سے تمھین کیا تربیت حاصل ہوتی ہے۔ جب تم کسی کام کو کرو گو وہ کیسا ہی سہل اور ادنیٰ ہو۔ تم اس کے کرنے سے اپنے دلکو درست کر سکتی ہو۔ جس کام کو تم پوری توجہ سے کرتی ہو۔ اس سے تم مین دل کی یکسوئی کی عادت پڑتی ہے۔ اور

تمہاری قوت توجہ اور یکسوئی مین زور آتا ہے۔ اور دنیا مین قوت توجہ کو ترقی دینے کی از حد ضرورت ہے۔ جب روزمرہ کے کامون کے ذریعہ سے تم اپنی توجہ کو ترقی دے لوگی۔ (یعنی جس کام کو کروگی اوسمین پوری توجہ اور یکسوئی کا لحاظ رکھوگی۔ مثلاً کتاب کے پڑھنے۔ لکھنے وغیرہ مین کامل توجہ سے کام لیا کروگی۔) تو اسوقت تمہین خدا کی قربت کچھ مشکل نہ ہوگی۔ صرف دنیا کی طرف سے دل کو ہٹا کر خدا کی جانب لگا دینا ہوگا اور بس۔

چونکہ روح اس جسم فانی مین مقید ہے۔ اس لئے دلمین شبہات اور وسوسے ضرور پیدا ہوتے ہین۔ اور یہ شبہے اور وہم جہالت اور بے علمی کی وجہ سے دل مین آیا کرتے ہین۔ اس لئے شک اور شبہے علم کے بغیر کبھی دور نہین ہوسکتے۔ کیونکہ جس بات کا علم ہو جاتا ہے اسمین پھر کسی قسم کا شبہ باقی نہین رہتا۔ جسقدر وسوسے اور شبہے انسان کے دل مین پیدا ہوتے ہین ان کا سرچشمہ انسان کے حواس اولیٰ یعنی نفس امّارہ یا خواہشات نفسانی مین جون جون انسان کا عشق کامل ہوتا جاتا ہے ووں ووں اسکی روح علم حقایق سے منور ہوتی جاتی ہے یعنی اسکو اشیا کا حقیقی علم ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ "بھاگوت گیتا" مین لکھا ہے کہ جو شخص عشق الٰہی مین ثابت قدم رہتا ہے۔ اس کے دل مین خودبخود علوم روحانی پیدا ہوتے جاتے ہین۔ اور ہمارے ہان بھی ایسا ہی کتابون مین درج ہے کہ عاشقان حق کو علم لدنی حاصل ہوتا ہے۔ یعنی بغیر کسی اکتساب اور کتابون کے خودبخود اون کے دلون مین خدا کی طرف سے علم ڈالا جاتا ہے۔ مگر برخلاف اسکے جس کا دل شک اور

شبہون اور وسوسون اور اوہام سے خالی نہ ہوا سکو نہ تو اس دنیا مین اور نہ عالم آخرت مین کوئی اطمینان قلب اور راحت دل حاصل ہوسکتی ہے۔ اور نہ کبھی اسکو نجات ملیگی۔

اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ ہم مین خدا کی روح پاک تو موجود ہے پھر ہمکو علم حاصل کرنیکی ضرورت ہی کیا ہے اور ہمین اپنی دل کے وساوس اور اوہام یعنی شک اور شبہون کو دور کرنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ ہم خواہ عبادت اور ریاضت کرین یا نہ کرین۔ ہم تو اصل مین پاک ہین دوسرے انسانون کے ذریعہ سے ہم بھی نجات حاصل کرلین گے۔ تو ایسا شخص مجنون اور بے وقوف سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔

اصلی سلوک یہ ہے کہ ہم روزمرہ کے کامون مین عمدہ خیالات یا اصول مذھب کو پیش نظر رکھین۔ اور اپنی زندگی کے طریقہ کو روز بروز ترقی دیتے جائین اور اعلیٰ درجہ کے خیالات ربّانی کو اپنے دل مین عمل اور تکرار کے ذریعہ سے مضبوط کرلین۔ تاکہ خدا کی معرفت مین یوماً فیوماً اضافہ ہوتا جائے۔ ہمین چاہئے کہ ہم اپنے اور دوسرون کے افعال و حرکات۔ خیالات اور احساس کو ہر وقت خدا کی طرف منسوب کرتے رہین۔ کیونکہ اسی کی ذات والا کا یہ سب ظہور ہے۔

روحانی ترقی تصوّر یا دہان کے جانے سے حاصل ہوتی ہے۔ سالک راہ خدا کو ابتدائے سلوک مین اسی کی ضرورت ہے کہ وہ ہر روز اور تا امکان خود ہر وقت اپنے پیر یا معشوق کے تصور مین ڈوبا رہے۔ دہان یا تصور سے

دل کی یکسوئی یا توجہ مراد ہے یعنی خیال ایک ہی شئے کی طرف لگا رہے۔ مثلاً جس ماں کو اپنے بچے سے بہت محبت ہوتی ہے یا جس کو کسی خاص شخص کا عشق ہوتا ہے تو اسکے تمام خیالات اپنے محبوب کی طرف مائل رہتے ہیں۔ ابتدا میں کسی کا تصور جمانا ضرور ہے۔ پھر تو دل کو توجہ کی عادت ہوجاتی ہے۔ اور جب دل کسی ایک خیال میں لگایا جاتا ہے۔ تو اس خیال کا رنگ دل پر چڑھ جاتا ہے۔ پھر جو کچھ خیال دلمین اُٹھتے ہین۔ اسی پہلے خیال کے ہوتے ہین۔ جب اولیاء اللہ یا سالکین راہ طریقت کسی فقسے کا علم حاصل کرنا چاہتے ہین تو متواتر اسی شئے کا تصور باندھتے ہین۔ اسی لئے سری سرکشن جی نے فرمایا ہے کہ ہر وقت میرا تصور رکھو۔ میرے سوا اور کسی پر دھیان نہ رکھو۔ اگر تم ایسا کروگے تو تم مجھسے ضرور ملوگے۔ افضل بیگم۔ اگر تم بھی میرا تصور کیا کروگی۔ تو رفتہ رفتہ میرے تمام خیالات علمی اور علوم باطنی تمکو حاصل ہوجائین گے۔ اور جن عادتون کو مین نے محنت سے حاصل کیا ہے۔ وہ تمہین تھوڑی سی محنت مین مل جائینگی۔ مگر افسوس ہے کہ تم کبھی نہ کروگی اور ایک دفعہ مین نے تمہین اپنا تصور کرنیکی ہدایت کی تھی جسکو تم نے دلگی اور مزاخ مین اوڑا دیا تھا۔ تم اسوقت اس اصول کو نہین سمجھتی تھین۔ خیر اب بھی اگر سمجھو تو مین تمہین اچھی طرح تعلیم کرسکتا ہون اور تمہاری باطنی قوتین ابھار سکتا ہون۔ اگر تم مجھے اس عزت کے قابل نہین جانتی ہو تو کسی لائق مرشد کی مرید ہوجاؤ اور اسی کا تصور دل مین جماؤ۔ تم نے ایک دفعہ مرید ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر پھر اسکو

بھول گئین۔ مین تمہین یاد دلانا نہین چاہتا۔ جب تمہارے دل مین خدا توفیق دے گا۔ اسوقت خودہی یاد آجاے گی۔ فقط تمہارا دعاگو محب حسین

حیدرآباد دکن ۱۰ فروری ۱۹۱۱ء۔ **خط نمبر (۵۷)**

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ تمام آدمیون مین ایک ہی روح ہے۔ جو حواس ظاہری سے محسوس نہین ہوتی۔ نہ ہم اسکو ان آنکھون سے دیکھ سکتے ہین نہ ان کانون سے سن سکتے ہین۔ نہ اس زبان سے چکھہ سکتے ہین۔ نہ اس ناک سے سونگھہ سکتے ہین۔ اور نہ ان ہاتھون سے چھو سکتے ہین۔ یہ روح خداوند تعالیٰ کی روح یا جز روح ہے۔ یہ تو ہمارا باطن ہے مگر ہم اپنے مادی حصہ کو جو حواس ظاہری سے معلوم ہوتا ہے جسم یا بدن کہتے ہین۔ یہ جسم روح کا لباس ہے۔ جسطرح روح ہمارے جسم مین ہے اسی طرح خدا ہر شے مین موجود ہے۔ اور اسی کے ہونے سے اس کا وجود ہے۔ وہی ہر چیز کی جان اور زندگی ہے۔ روح نیست ونابود نہین ہوتی۔ وہی ہمارے جسم پر حکمران ہے۔ عالم مین ایسی کوئی شے نہین ہے جو روح بغیر موجود ہو۔ الغرض مادہ کے لباس مین روح پائی جاتی ہے۔

روح اور مادہ مین بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا فرق تو وہی ہے جس کو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی روح حواس ظاہری سے محسوس نہین ہوتی۔ اور مادہ یا جسم حواس ظاہری سے محسوس یا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ مادہ مختلف شکلین اختیار کرتا ہے۔ روح نہین کرتی۔ مگر روح جانتی ہے خیال کرتی۔ دیکھتی اور سنتی ہے۔ مادہ نہ جان سکتا اور نہ خیال کرسکتا۔ یہ تمام

رنج اور خوشی سب روح ہی کو ہوتی ہے۔ جسم کسی چیز کا حس یا ادراک نہین کر سکتا۔ اس مین قوت ادراک قوت تمیز اور عقل وغیرہ موجود نہین صرف مادہ کا خاصہ یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو مختلف اجزا مین تقسیم کرے اور رنگ برنگ کی صورتین اختیار کرے۔ روح علیم ہے اور مادہ جاہل یعنی روح جاننے والی اور ادراک کرنے والی ہے۔ اور مادہ یا جسم نہ جاننے والا اور غیر مدرک ہے۔

طالب علمون کو چاہیے کہ وہ روح اور جسم کے اس فرق کو اچھی طرح سمجھین اور ایک دوسرے کو خلط ملط نہ کرین۔ روح اور مادہ یا جسم ایک دوسرے کے ضد ہین اور یہ ضدین کا پہلا جوڑا ہے جس سے عالم تیار ہوا ہے۔ جسطرح کہ روح مین یہ تین صفات یعنی حیات۔ علم اور ارادہ پائی جاتی ہین۔ اسیطرح مادہ مین بھی تین صفتین یعنی استحکام۔ تحریک اور ترتیب پائی جاتی ہین۔ استحکام مادہ کی وہ قوت ہے جسکی وجہ سے وہ مقابلہ کرتا ہی یعنی اسمین مقابلہ کرنے کی قوت موجود ہے۔ دوسری اسمین حرکت کی قوت ہے۔ تیسری اسمین وہ قوت بھی ہے کہ جو حرکات کو باقاعدہ اور ترتیب سے کراتی ہے۔

افضل بیگم۔ شاید تم یہ کہو گی کہ پتھر تو از خود حرکت نہین کرتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علوم جدیدہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ پتھر کا ہر ذرہ جو صرف خوردبین ہی سے دکھائی دیتا ہے بڑی تیزی سے باقاعدہ طور پر متحرک ہے خداوند تعالی کی ہستی یا روح اعظم نے یہ مادہ کی صورت اختیار کی ہے اور اسی

مادہ مین بھی روح ایک خاص حیثیت سے پائی جاتی ہے اور اسی کی وجہ سے پتھر کا ہر ایک ذرہ از خود متحرک۔ مستحکم و باترتیب ہے۔ اس روح کو ہماری اصطلاح مین روح جماوی کہتے ہین۔ اور یہی مختلف اشکال پیدا کرنے کی قابلیت رکھتی ہے۔ سری کرشن جی نے فرمایا ہے کہ "دیو پراکرتی" یعنی روح جماوی دنیا کی جان ہے۔ اور اسی سے یہ عالم ظاہری قائم ہے۔

افضل بیگم۔ اب تم خیال کر سکتی ہو کہ روح جماوی اور مادہ یہ دونو شوہر اور زوجہ کی طرح ایک جوڑا ہین۔ جب روح جماوی کا پرتو مادہ پر پڑتا ہے۔ تو مادہ زوجہ کی طرح مختلف شکلین پیدا کرتا ہے۔ اسی جوڑے کو عیسائی روح القدس اور مریم کہتے ہین۔ یعنی مادہ تو مریم اور روح اعظم شوہر ہے۔ جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی یہ عالم پیدا ہوا ہے۔ اب مین استعارہ اور تشبیہ کو چھوڑ کر تم سے صاف طور پر بیان کرتا ہون کہ روح جماوی جو جماد یا پتھرون اور مٹی کے اندر ہے وہی مختلف شکلین اختیار کرتی ہے اور اسی کی مرضی کے موافق مادہ بدلتا رہتا ہے۔

افضل بیگم۔ تم ابھی مبتدی ہو۔ تم سے زیادہ مشکل باتین بیان نہین کیجا سکتی ہین۔ مگر تمھین ان چھوٹی چھوٹی باتون کا خوب زور دے کر سمجھ لینا ضروری ہے۔ بلکہ تمھین ان باتون کے یاد رکھنے مین بھی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ ان کے سمجھنے کے بغیر قرآن شریف کے معنی اچھی طرح سے سمجھ مین نہین آسکتے اور قرآن مجید کی تعلیم اور فہم ہر مسلمان پر فرض ہے قرآن کو ناظران پڑھ لینے سے کوئی فائدہ نہین۔ طوطے کو بھی کلمۂ طیبہ

پڑھاتے ہین توکیا وہ قرآن کے معنی یا کلمہ کو سمجھہ سکتا ہے۔ اس لئے تمہین ضرور ہے کہ تم میرے ان خطون کو خوب سمجھکر پڑھو بلکہ یاد رکھو کہ گیتا مین سری کشن جی فرماتے ہین جس کا ترجمہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔
"خدا کی معرفت سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسی ذات ہے جسکی کو حد نہین۔ غیر محدود اور لاتعیّن اسی کو کہتے ہین۔ وہ ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر طرف اسی کا منہ ہے۔ اسی کے ناک کان اسی کی آنکھین۔ اور اسی کے ہاتھ پاؤن ہر جگہہ موجود ہین۔
اگرچہ وہ ہر شے مین موجود ہے اور وہ اجسام اور قوتون مین پایا جاتا ہے۔ تاہم وہ اپنی ذات سے ان سب سے علیحدہ ہے۔ اور کسی سے مشابہ نہین۔ وہ سب سے منزہ اور پاک ہے۔ مگر سب صفات اسی کے ہین۔ اور وہی سب کا پرورش کرنے والا ہے۔
وہی تمام موجودات کے اندر اور باہر موجود ہے۔ وہی ساکن ہے اور وہی متحرک ہے۔ لطیف ہونے کی وجہ سے وہ پہچانا نہین جاتا۔ وہ دور بھی ہے۔ اور نزدیک بھی۔ وہ موجودات مین تقسیم یا بٹا ہوا نہین ہے۔ مگر بٹا ہوا اور علاحدہ علاحدہ معلوم ہوتا ہے۔ وہی پیدا کرنے والا۔ مارنے والا اور پالنے والا ہے۔
وہ نور کا نور ہے اور ظلمات کی تاریکی۔ وہی عالم ہے وہی علم ہے اور وہی معلوم ہے۔ اور سب کے دلون مین وہی بیٹھا ہوا ہے۔"
افضل بیگم۔ یہ گیتا کی عبارت تھی جو مین نے یہان نقل کی۔ قرآن شریف

مین بھی اسی مضمون کی آیتین موجود ہین۔ ان مین سے جو کچھ مجھے اسوقت یاد ہین انھین لکھتا ہون۔ (۱) اینما تولوا فثما وجہ اللہ۔ جدہر منھ کرتے ہو اوہر خدا کا چہرہ ہے۔ (۲) اینما کنتم فہو معکم۔ وہ تمہاری ہر جگہہ ساتھہ ہے (۳) ہو الظاہر ہو الباطن۔ ہو الاول۔ ہو الاخر۔ وہی ظاہر اور وہی باطن ہے۔ وہی ابتدا ہے اور وہی انتہا ہے۔

الغرض ان تمام مذہبی کتابون کے پڑہنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سوا خدا کے اور کوئی شے موجود نہین اور یہی اصول مذہب اسلام ہے جو لا الہ الا اللہ مین ظاہر کیا گیا ہے یعنی سوا خدا کے کوئی موجود نہین۔ فقط

تمہارا۔ عاگو محب حسین

خط نمبر (۵۸)

حیدرآباد دکن۔
۱۰۔ فروری سنہ ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ ذات اقدس کا فیض ہرآن آفتاب کی نور کی طرح مادہ پر پڑتا ہے اور اس کے اثر سے یہ مادہ بے انتہا شکلین اختیار کرتا ہے۔ خدا کا ایک نام حیّ یا محی یعنی خالق یا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ خدا کی ایک قوت یا صفت کا نام ہے جو پیدا کرتی ہے۔ اسی قوت کو ہندو برہما کہتے ہین۔ دوسری قوت یا صفت خدا کی وہ ہے جو اشیا کو پالتی اور انھین قایم رکھتی ہے۔ اور اس قوت کو حافظ یا رب کہتے ہین۔ اور رب اور حافظ بھی خدا کے نام ہین۔ ہندوؤن کے ہان اس قوت کو وشنو کہتے ہین۔ تیسری وہ قوت ہے جو چیزون کو فنا کرتی ہے۔ اسی کو ملک الموت بھی کہتے ہین اور محبت بھی اسی کا ایک

اسم ہے۔ اور ہندؤن کے ہان اس خدا کی صفت کا نام مہادیو کہتے ہین۔

افضل بیگم۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ دنیا مین ہر روز یہی تینون قوتین اپنا کام زور وشور سے کر رہی ہین اور یہ خدا کی قوتین یا صفتین ہین۔ جن کے نام محی۔ ممیت اور رب ہین۔ جب کوئی پیدا ہوتا ہے تو خدا کے اسم محی یا خالقیت کا ظہور ہوتا ہے۔ جب کوئی مرجاتا ہے۔ تو خدا کے اسم ممیت کا ظہور ہوتا ہے۔ جب کوئی پرورش پاتا اور بڑا ہوتا ہے۔ تو خدا کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔

مادہ سات حالتون مین پایا جاتا ہے۔ انمین سے دو حالتون کے نام یہ ہین۔ ایک عقل اور دوسرے نفس۔ اور عقل اور نفس دو نو نہایت ہی لطیف مادہ کا جامہ پہنے ہوئے ہین۔ نفس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی مادہ کو نہایت ہی چھوٹے چھوٹے ذات مین تقسیم کرتا ہے یعنی نفس ہمیشہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ اور چیزون کو علاحدہ علاحدہ دکھاتا ہے۔ اور عقل تمام چیزون کو ایک کر کے بتاتی ہے۔ نفس غیرت کو پیدا کرتا ہے اور عقل وحدت کی طرف لیجاتی ہے۔ نفس کے بعد اکاس۔ ہوا۔ آگ۔ پانی اور مٹی ہے۔ اور انھین ساتھ حالتون مین مادہ پایا جاتا ہے۔ آگ پانی اور مٹی مین کثافت اور غفلت بہت ہے اور انھین تینون عناصر سے دنیا کی چیزین بنتی ہین۔ چونکہ آگ۔ پانی اور مٹی مین ثقل اور کثافت سب عناصر سے زیادہ ہے۔ اس لئے جو اشیا ان سے بنتی ہین وہ بھی غیر متحرک ہوتی ہین۔ اور روح جو پتھر وغیرہ کے اندر ہوتی ہے وہ مادہ کی

کثافت کی وجہ سے اپنی قوتون کو اچھی ظاہر نہین کرسکتی۔ کیونکہ مادہ کا بہت بھاری اور موٹا غلاف اس روح پر چڑہا ہوتا ہے اور وہ سخت مضبوط بیڑیون مین جکڑی ہوتی ہے۔

برخلاف ثقیل چیزون کے لطیف چیزون مین حرکت زیادہ ہے مثلاً ہوا مین لطافت کی وجہ سے کسقدر سرعت رفتار ہے اور ہر وقت متحرک ہی مگر پانی مین ہوا سے کم حرکت اور سرعت رفتار ہے اور مٹی مین تو بمقابلہ ان کے نہ حرکت ہے نہ سرعت رفتار۔ فقط تمہارا دعاگو محب

خط نمبر (۵۹)

حیدرآباد دکن۔ ۱۵۔ فروری ۱۹۱۱ء } مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ پچھلے خطون مین تمکو بیان کردیا گیا ہے کہ مادہ مختلف حالتون مین پایا جاتا ہے۔ اور مادہ جس کو صوفیائے کرام اپنی زبان مین نور کہتے ہین ایک ہی ہے مگر اسکی حالتین بہت ہین۔ نور یا مادہ کے ظہور کے بعد دس حواس پیدا ہوئے۔ پہلے یہہ حواس عشرہ خداوند تعالیٰ کے ذہن مین بشکل خیال موجود تھے۔ انھین کو مادہ کا لباس پہنا کر پیدا کیا۔ قوت سامعہ (سننے کی قوت) قوت لامسہ (چھونے کی قوت) قوت باصرہ (دیکھنے کی قوت) قوت ذائقہ (چکھنی کی قوت) قوت شامہ (سونگھنے کی قوت) ان پانچون قوتون کو حواس خمسہ ظاہری کہتے ہین۔ اور کان۔ کھال۔ آنکھہ۔ زبان اور ناک اسکے آلات یا اعضا ہین جن کے ذریعہ سے یہ قوتین اپنا عمل کرتی ہین۔

دوسرے پانچ حس اور ہین جن کے آلات۔ زبان۔ ہاتھہ۔ پاؤن

مقعد۔ اور عضوِ تناسل ہے۔ یہ حرکت کے مرکزون کے آلات ہین۔ اسی وجہ سے ان آلات مین حرکت زیادہ ہے۔ اور وہ بڑی تیزی ظاہر کرتے ہین اور روح اپنی قوتین ان آلات کے ذریعہ سے زیادہ دکھا سکتی ہے۔

ان دسون حواس کے بعد خدا نے اپنے خیال سے ان کے سردار یا دیوتا دل کو پیدا کیا اور یہ گیارہوان حس ہے۔ کیونکہ حواس ظاہری کے ذریعہ سے بیرونی دنیا کا علم من یا دل اپنے مین جمع کرتا ہے۔ اور اس علم کو باہم ترتیب دے کر خیال کرتا ہے۔ اس دل مین ترتیب دینے کی قوت زیادہ ہے۔

افضل بیگم۔ تمکو یاد رکھنا چاہیے کہ قوت استحکام یا مضبوطی۔ قوت حرکت اور قوت ترتیب جو مادے مین پائی جاتی ہین کبھی ایک دوسرے سے الگ نہین ہوتین۔ ہان انمین سے کوئی قوت دوسری قوتون پر غالب ہوتی ہے۔ جس چیز مین قوت استحکام غالب ہوتی ہے اسکو مضبوط یا مستحکم کہتے ہین۔ اور جسمین حرکت زیادہ ہوتی ہے اسکو متحرک کہتے ہین اور جس مین قوت ترتیب کا غلبہ ہوتا ہے اسکو مرتب کہتی ہین۔

جب خداوند تعالیٰ اس حواس اور دل کو پیدا کر چکا تب اس نے فرشتون یا ملائک کو اپنے دل مین خیال کیا جو خدا کے احکام اور قوانین کی تعمیل کرتے ہین اور دنیا کی اشیا کے منتظم اور نگران کار ہین۔ مثال کے طور پر یہان خدا کو حضور نظام سمجھو اور فرشتون کو اون کے معتمدین اور اہلکار۔

خیال کرو۔ جسطرح اعلیٰ حضرت کے تمام احکام معتمدون اور اہلکارون کے ذریعہ سے نافذ ہوتے ہین اسی طرح سے خدائی احکام فرشتون کے وسیلہ سے عمل مین آتے ہین۔

افضل بیگم۔ تم کہین خدا اور فرشتون کو ایک نہ خیال کرنا۔ یہ ملائک خدا کی طرف سے اس کارخانۂ عالم کو چلانے کے لئے مقرر ہین جیسے کہ ہم بنی نوع انسان اس دنیا مین چھوٹے چھوٹے کامون کے لئے متعین ہین۔

فرشتون کو ہندو دیوتا کہتے ہین۔ ان کا کام یہ ہے کہ ہر آدمی کو اون کے اعمال کا پھل یعنی سزا اور جزا دیتے ہین۔ دنیا مین ہر انسان کو اپنے اعمال کے لحاظ سے کامیابی یا ناکامی ہوتی ہے۔ اور اس کامیابی اور ناکامی کا انتظام فرشتون کے سپرد ہے۔ جب لوگ ان فرشتون یا دیوتون کی پرستش اور پوجا کرتے ہین تو وہ بہت طرح سے ان کو مدد دیتے ہین۔ موسم کی خرابیان۔ وبائی بیماریان اور قحط وغیرہ عام آفتین انھین فرشتون سے تعلق رکھتی ہین۔

افضل بیگم۔ ہر ایک عنصر کے خاص فرشتے اور ان کا سردار یا افسر موجود ہے۔ چنانچہ آکاس (وہ عنصر جو ہوا سے لطیف تر ہے) یعنی آسمان کے فرشتے راجہ اندر کے ماتحت ہین۔ اور راجہ اندر آسمان کے ملائک کا افسر ہے۔ ہوا کے فرشتون کا افسر اعلیٰ وایو ہے اور آگ کے فرشتون کا سردار یا راجہ اگنی ہے۔ اور پانی کے فرشتے ورن کے ماتحت مین

اور زمین کے فرشتون کے افسر کو کبیر کہتے ہین - ہمین اپنی زبان کے نام یاد نہین - اس لئے یہ فرشتون کے نام ہندی زبان مین بتلاوئے ان تمام فرشتون مین قوت تحریک یا حرکت بڑھی ہوئی ہے -

فرشتون کو پیدا کرنے کے بعد خدا نے جماوات - نباتات حیوانات اور انسان کا خیال کیا اسطرح تمام عالمون کی تکمیل عمل مین آئی ہے جسکو ہم نے مختصر طور سے ابھی بیان کیا ہے - تاکہ روح کو اپنی مختلف قوتون کے ظاہر کرنے کا موقع ملے - اس ظہور کو انگریزی زبان مین "ایوولشن" ——— اور ہندی مین سنسار کہتے ہین - اس سنسار یعنی ظہور عالم کو چکر یا پہیے سے تشبیہ دیتے ہین - جو ہمیشہ گردش مین رہتا ہے - اور جس مین تمام ارواح بند ہین -

افضل بیگم - یہ تمام کائنات جسکو ہم نے اوپر بیان کیا خدا کے خیال سے خدا ہی کے دلمین پیدا ہوئی - ابھی اسکا باہر ظہور نہین ہوا - اسی ذہنی عالم کو اعیان ثابتہ کہتے ہین - اور وہ خدا کے ذہن مین موجود ہے - جیسے کہ تمہارے خیال مین تمام گزری ہوئی باتین بجنسہ موجود ہین - اگرچہ کہ وہ اسوقت تمہارے روبرو موجود نہین -

جب یہ خدا کی ذہنی کارروائی ختم ہو چکی - تو اب ذہنی موجودات کا خارج مین لانا ضرور تھا - اور انھین مادّہ کا کثیف لباس پہنانا لازمی ہوا - اب خدا نے ان ذہنی وجودون مین اپنی روح پھونکی یعنی انمین جان ڈالدی اور انھین ہوشیار کر دیا - اور پھر تمام عالم جان اور علم یا ہوشیاری سے بھر گیا -

خداوند تعالیٰ کی دو قوتین یعنی حیات اور ربوبیت توظاہر ہو چکی یعنی
عالم پیدا ہوا اور اسکی پرورش اور حفاظت جاری ہوئی۔ مگر تیسری قوت کا
ظہور باقی تھا جس کا کام یہ ہے کہ وہ تمام شکلون کو مٹاکر روح کو قید سے
چہوڑاتی ہے۔ اور اسکو سرور کی طرف لیجاتی ہے۔ یہ قوت موت یا
قضا کے نام سے پکاری جاتی ہے۔

افضل بیگم۔ جب ارواح کا خارج مین ظہور ہوا۔ تو انھون نے جمادات
کی شکل اختیار کی۔ اور پھر نباتات کی حالت مین آئین۔ نباتات سے حیوانات
کے درجہ پر پہنچین اور حیوانات سے انسان کا مرتبہ حاصل کیا۔ اسطرح
ہر ایک آدمی جمادی حالت سے ترقی شروع کرکے جامۂ انسانیت
تک تبدریج پہنچا ہے فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۰)

حیدرآباد دکن۔
یکم اپریل سنہ۱۹ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ اسوقت مین تمہین کچھ صبر کی
حقیقت اور اوس سے فائدے لکھتا ہون۔ شاید یہ مضمون تمہارے کارآمد
ہو۔ ان مضامین مین اگرچہ دلچسپی ناول کی طرح توبہت ہی کم ہے۔ مگر
روزمرہ کے فائدے بہت ہین۔ کڑوی دوا گو ذائقہ کو ناگوار معلوم ہوتی ہی
مگر اس کا نتیجہ راحت ہے۔ اس لئے مین بہی مناسب سمجھتا ہون کہ تمہین
ایسی ہی کارآمد باتین لکہی جائین۔ دلچسپی کے لئے تم ناولونکا مطالعہ کرسکتی ہو
صبر کے معنی یہ ہین کہ انسان تکلیف اور مصیبت کی حالت مین اسکے
دور کرنے مین جلدی نہ کرے اور اپنے ہاتھ پاؤن کو کوشش سے نہ تھکا مارے۔

صبر کی بہت قسمین ہین۔ عام صبر تو یہ ہے کہ حالت تکلیف مین کسی قسم کا اضطراب لاحق نہ ہو۔ اور سوچ سمجھکر تامل اور غور سے عقل کے موافق تکلیف کے دور کرنے کی کوشش کیجائے۔ اور کسی سے اپنی تکلیف اور رنج کی شکایت نہ کرنی چاہئے اور خدا پر بھروسہ رکھا جائے۔ مگر اہل اللہ اور اہل باطن کا صبر اس سے بھی بڑہا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ کسی مصیبت یا تکلیف مین مبتلا کئے جاتے ہین تو رنج کے عوض خوشی کرتے ہین اور اس کے دور کرنے کی کوشش کو کفر جانتے ہین۔ اسی کو قرآن شریف مین صبر جمیل کہا گیا ہے اور یہ عوام الناس کی طاقت سے باہر ہے۔ تسلیم و رضا انھین لوگون کا کام ہے جو خدا اور دنیا کی حقیقت سے آگاہ ہین۔ مگر عوام الناس کو صرف اسقدر صبر ضرور ہے کہ وہ تکلیف مین اضطراب ظاہر نکرین اور اپنی تکلیف کی شکایت زبان پر نہ لائین اور یہ سمجھین کہ تکلیف بھی اسی طرف سے ہے اور اسکا علاج بھی وہی کرے گا۔ صرف عقل کے موافق بے گھبراہٹ اور بغیر اضطراب کے سوچ سمجھکر تکلیف کا علاج کرنا چاہئے اور نتیجہ کو خدا پر چھوڑ دینا چاہئے۔

صبر کی تعلیم کیون کیجاتی ہے۔ اور اسکا اصلی سبب کیا ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انسان مجبور ہے۔ کارخانہ عالم اور خدا کی مشیت مین اسکو کوئی دخل نہین۔ جو کچھ اسکی تقدیر مین مقرر ہو چکا ہے وہ ضرور ہو کے رہے گا۔ خدا کا ارادہ اور حکم قضا و قدر کسی کے زور و قوت سے دور نہین ہو سکتا۔ اس لئے بجز صبر اور شکر کے کوئی چارہ نہین۔

اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب تقدیر الٰہی معین ہے۔ تو پھر کسی تکلیف کے دور کرنے کا علاج اور کوشش ہی سب بے فائدہ ہے اور ہماری عقل ہی سب بے کار ہے۔ تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ لازم نہین کہ عقل سے کوئی مصیبت ضرور ہی دور ہوجائے اور عاقل آدمی پر مصیبت آئیگی ہی نہین۔ اگر عقل سے مصیبتین ہمیشہ دور ہوجایا کرتین۔ تو عاقل آدمیون کو تکلیف ہی نہ آتی۔ اور بیوقوف اس تکلیف مین مبتلا رہتے۔ مگر یہ بات ہر روز مشاہدہ مین آتی ہے کہ عاقل سے عاقل آدمی بھی آفتون اور مصیبتون مین مبتلا ہوتا ہے۔ اور اسکی تمام عقل بے کار ہوجاتی ہے۔

تم نے اکثر اخبارون مین پڑھا ہوگا کہ جب کوئی شہنشاہ بیمار ہوتا ہے تو سارے دنیا کے عاقل ڈاکٹر اور طبیب اس کے علاج کے لئے جمع کئے جاتے ہین۔ مگر بیماری ذرا بھی کسی کی تدبیر سے دور نہین ہوتی۔ اور بالآخر وہ بادشاہ حکم قضا سے بچ نہین سکتا اور مرجاتا ہے۔ اسکے مرنے کے بعد ڈاکٹر اپنی غلطیون کا اعتراف کرتے ہین۔ اور موت کو علاج کی غلطی کی طرف منسوب کردیتے ہین۔ مگر ان سے کوئی یہ پوچھے کہ آپ لوگون نے علاج مین غلطی کیون کی اور اسوقت تمہاری عقلین کہان غائب ہوگئی تھین۔

برخلاف اس کے دیہات مین لوگ انھین سخت مہلک امراض مین جن سے بادشاہ مرچکے ہین مبتلا ہوتے ہین اور بغیر کسی باضابطہ علاج کے

تندرست ہوجاتے ہین۔ اسی طرح سے تاریخون کے پڑھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی شخص عقل و دولت اور زور قوت سے ہمیشہ اپنی تکلیف کو دور نہین کرسکتا اور یہی بات تمام واقعات دنیا سے بھی بخوبی ثابت ہے کہ باوجود عقل اور دولت اور قوت کے کوئی شخص ہمیشہ راحت اور آرام سے زندگی گذار نہین سکتا۔ ورنہ دنیا کی تکلیف صرف احمقون اور مفلسون ہی کو نصیب ہوتی۔ اہل علم اور اہل عقل اور اہل دولت دنیا کی آفتون سے محفوظ رہتے۔

افضل بیگم۔ تو اب تم کو ثابت ہوگیا کہ مشیت ایزدی اور حکم قضا و قدر سے کوئی سرتابی یا مخالفت نہین کرسکتا۔ اس لئے صبر اور تسلیم و رضا کی تعلیم دی گئی ہے۔

اس کے علاوہ جو کچھ آدمی تکلیف کے دور کرنے کے لئے سوچتا سمجھتا اور کوشش کرتا ہے وہ بھی تقدیر اور ارادہ خدا ہی کے موافق ہوتا ہے۔ کیونکہ خدا کے ہاتھ مین انسان کا دل اور عقل ہے۔ اسی کے اشارے سے وہ کام کرتے ہین۔ اس کے سوا عالم کے تمام افعال حرکات اور سکنات بھی اسی کے ارادہ کے تابع ہین۔ اس لئے انسان حقیقت مین مجبور ہے۔ اور بجز صبر کے کوئی چارہ نہین۔ اگر یہ سچا خیال تمہارے دل مین جم جائیگا۔ تو پھر تم جسمانی حاجتون کی غلام نہ رہوگی نفس امارہ پر غالب ہوگی تو یہ تدبیر یہ ہے کہ تم اپنی قوت خیال کو ایسی باتون مین لگاؤ جس سے تم اسکی حکومت سے نکل جاؤ جب تم اپنے

دل کو کسی ذکر یا شغل مین لگانے کے لئے بیٹھو گی تو پہلے پہل تو تمہارے دل مین ایک اُداسی اور افسردگی معلوم ہو گی۔ مگر اطمینان رکھو کہ یہ افسردگی صبح صادق کی کم صاف روشنی ہے۔ جو آفتاب روح کے برآمد ہونے کی پہلے آتی ہے۔ اوس کے بعد ہی خورشید روح طلوع ہونے والا ہے۔ اس لئے ریاضت اور مجاہدہ مین جو رنج و تکلیف یا افسردگی یا اداسی لاحق ہو۔ اسکو برا نہ سمجھو اور کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ۔ بظاہر جو باتین تمہین مصیبتین اور تکلیفین معلوم ہوتی ہین۔ انہین سے اکثر راحت اور آرام کے باعث ہوتی ہین۔ اور وہ درحقیقت تمہارے کامون مین مدد دیتی ہین۔ بشرطیکہ تم عقلمندی سے ان تکالیف سے جو دراصل غیبی امداد ہین فائدہ اٹھاؤ۔ اس لئے تم کو لازم ہے کہ تم ہر حالت مین خداوند تعالیٰ کا شکریہ تہ دل سے بجالاؤ اور کسی رنج و غم کی شکایت نہ کرو۔ کیونکہ یہ شکایت خدا کے قانون اور احکام سے سرکشی اور بغاوت ہے۔ اور اس لئے اس سے روحانی ترقیون مین بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ جو کچھ گذر چکا اسکی تبدیلی محال ہے۔ اور جو کچھ گذر رہا ہے اس سے بچنا ناممکن اور اس سے ناراض ہونا غیر واجب ہے اور جو کچھ آیندہ ہوگا وہ بھی ہمارے اختیار سے باہر ہے۔ اسلئے گذشتہ اور آیندہ کی فضول فکرون سے دلکو پاک و صاف رکھنا چاہیئے۔ صرف جن باتون سے فی الحال تمہین یا دوسرون کو تکلیف ہوتی ہو ان سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

افضل بیگم۔ انسان کے لئے اس سے بڑھکر اور کوئی نعمت نہین۔ کہ وہ ہر وقت اپنے خیال کو کسی اعلیٰ مقصود کی طرف متوجہ رکھے۔ اور دل مین اس مقصد کا پورا عشق پیدا کرے اور اپنی زندگی کو پاک وصاف بنانے کی کوشش کرے۔ بناوٹ اور دکھلاوے کی پارسائی اور پرہیزگاری کوئی چیز نہین۔ جو شخص اس اصول کو مدنظر رکھیگا وہ روحانی منزل مقصود کو جلدی طے کرے گا۔ مگر اس روحانی سفر اور ترقی مین بغیر ہمت اور کوشش اور ناکامیون کی کشمکش کے کامیابی ممکن نہین۔ اس جدوجہد کے بعد جو روحانی ترقی میسر ہوگی اس کا فخر و ناز بھی ولین پیدا نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر مقصود اعلیٰ ہے تو ترقی روحانی کے ساتھ ساتھ عجز و انکسار بھی تو پیدا ہوتا جائے گا۔ پھر تکبّر اور خودبینی کا خیال کہان باقی رہے گا۔ جسقدر روحانی ترقی ہوتی جائے گی۔ اسی قدر دل مین محبت و عشق بڑھتا جائے گا۔ اور غرور تکبر اور خودبینی اور خودپسندی کی جڑ کٹتی جائے گی۔ جب انسان کو ترقی کا وسیع میدان نظر آتا ہے تو کاہلی خودبخود دور ہو کر ہمت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور شوق بڑھتا جاتا ہے۔ اسوقت لطف حیات محسوس ہوتا ہے اور زندگی کا اصلی مقصود ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور روحانی ترقی کے جو موقع زندگی مین ملتے ہین ان کی قدردانی اور ان سے فائدہ اٹھانے کی سمجھ بھی آجاتی ہے

افضل بیگم۔ اس حالت کے پیدا کرنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل کو خودغرضی سے پاک وصاف کرکے اسمین ہمدردی

پرہے. کیونکہ خودی یا غرض ذاتی کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ اس مین خود
غرضی کے سوا اور کوئی چیز سما نہین سکتی۔ اس لئے جب کسی انسان کی روح
اس خود غرضی کے تنگ دائرہ یا احاطہ مین مقید ہو جاتی ہے تو پھر اسکی رسائی
مقاصد اعلیٰ تک نہین ہوتی اس لئے خود غرض اشخاص اعلیٰ درجہ کی زندگی
کی حالت سمجھ نہین سکتے اس قسم کی ترقی روحانی کے وسائل خود انسان کی
اندر ہی موجود ہین باہر نہین ہین۔ اسی لئے قرآن شریف مین فرمایا گیا ہے
کہ "تو اپنے اندر کیون نہین دیکھتا (فی انفسکم افلا تبصرون) فقط
تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۱)

حیدرآباد دکن
۲۹ اپریل ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ شکر ہے کہ تم میرے خطون سے
دلچسپی رکھتی ہو۔ اس لئے مین بھی جہان تک ممکن ہوگا تمہارے فائدہ
کے لئے سب کام چھوڑکر خط لکھا کرون گا۔ چونکہ مثنوی شریف فارسی
زبان مین کلام ربانی کا ترجمہ ہے۔ اسی لئے مین نے اسکے اشعار کو
اپنے خطون کا سرنامہ بنایا ہے۔ ممکن ہے کہ خدا تمہین ان پاک شعرون
اور مضمونون کی برکت سے اپنی قربت عطا فرمائے۔ اور دنیا کی نجاستون
سے نجات دے۔

اشعار

راز جز باراز دان انباز نیست	راز اندر گوش منکر راز نیست
لیک دعوت وارد ست از کردگار	با قبول و ناقبول او را چہ کار

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ راز رازدان کے سوا اور کسی کا مصاحب نہین ہے۔ منکر کے کان مین راز راز ہی نہین ہے۔ مگر خدا کی طرف سے دعوت عام کا حکم ہے۔ اس لئے دعوت یا ہدایت کرنے والے کو قبول اور نا قبول سے کوئی سروکار نہین۔

پہلے شعر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رازدان کے پاس ہی کوئی راز راز ہے۔ جو رازدان نہین۔ یعنی اس سے منکر ہے۔ اس کے نزدیک وہ راز ہی نہین۔

مثلاً۔ تمہارا کوئی خاص راز ہے۔ تو جو شخص اوسکو سمجھتا ہے اور اس راز سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس کے پاس وہ راز ہے مگر بچون اور ایسے اشخاص کے نزدیک جو اسکو سمجھہ نہین سکتے یا اس سے انکار کرتے ہین۔ انکے نزدیک وہ راز ہی نہین۔ دیکھو قرآن شریف جسکی لاکھون جلدین شایع ہوتی ہین۔ اور جسکو عوام الناس پڑہتے ہین خدا کا راز نہین۔ کیونکہ اول تو وہ اسکو سمجھتے ہی نہین۔ اور جو کچھہ معنی سمجھے بھی تو اس کے اندرونی معنی سے انکار کرتے ہین۔ اس لئے قرآن کے باطنی معنی عام لوگون کے لیے راز نہین ہین۔ مگر خاص لوگون کے نزدیک تمام قرآن سر سے پا تک راز اور اسرار الٰہی ہے۔ جس سے اولیاء اللہ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہین اور اسکو سمجھتے ہین اسی طرح سے پولیٹکل یا سیاست مدن کی صدہا کتابین مشتہر ہوتی ہین۔ مگر جو پولیٹکل علم سے ناواقف ہین انھین ان کتابون کے مطالب راز نہین۔ یا جیسے عشق کے صدہا فسانے اور

دیوان طبع ہو رہے ہین - اور ہزاروں آدمی انہین پڑھتے ہین - مگر عشق کے اسرار سے رازدان نہین - کیونکہ جو لوگ عشق مین مبتلا ہو چکے ہین وہی عشق کے رازدان ہین - اور انھین کے لئے یہ کتابین راز ہین - جو لوگ عشق سے بے بہرہ ہین وہ عشقیہ غزلون کو خرافات جانتے ہین -

غرضکہ ہر راز رازدان کے پاس راز ہے اور نااہل کے پاس وہ راز نہین - تو اب خیال کرو کہ اگر ہم وحدت الوجود یا اور کوئی خدا کے راز کو مشتہر بھی کردین - تو ہزارون آدمی اوس سے انکار کرین گے - اور اون کی سمجھ مین یہ مسائل نہ آئین گے اس سے کوئی افشائے راز نہ ہوگا - مگر رازدان اشخاص رازون اور اسرار سے فائدے اٹھائین گے - اگر یہ بات نہ ہوتی تو قرآن شریف کبھی مشتہر نہ ہوتا - اور منکرین خدا کی شناخت نہ ہوتی -

لوگون کا خیال یہ ہے کہ تصوف کے مسائل کو سینہ بسینہ رکھنا چاہئے - اور انھین عوام الناس مین کتابون اور لیکچرون کے ذریعہ سے مشتہر نہ کرنا چاہئے - مگر یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے - جب تمام مذاہب اور خصوصاً اسلام کی جان توحید ہے - اور اسی توحید کے سمجھانے کے لئے تمام رسول اور بالخصوص آنحضرت صلعم دنیا مین تشریف لائے اور سب پیغمبرون نے علانیہ توحید کی اشاعت فرمائی - تو اب میری سمجھ مین نہین آتا کہ کیون توحید کا سچا مسئلہ علانیہ طور سے لوگون کو نہ سمجھایا جائے - جب ہماری نجات توحید پر منحصر ہے اور جب شرک باوجود تمام

عباوات سے بخشا نہیں جا سکتا۔ تو کیون بیچارے عوام الناس کو ذریعہ نجات سے روکا جائے۔ اسی کی طرف حضرت مولانا اپنے دوسرے شعر مین اشارہ فرماتے ہین کہ خدا ہی کی طرف سے عام طور پر مسئلہ توحید اور اصول اسلام کو سمجھانے اور اشاعت کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہم ان مسائل کو مثنوی مین شایع کرتے ہین۔ ہمین اس سے کوئی سروکار نہین کہ کوئی شخص ان بیانات کو قبول کرے یا نہ قبول کرے۔ ہمین سچی باتون کا اظہار کر دینا ضرور ہے۔ شعر۔ سمجھانے سے تھا ہمین سروکار اب مان نہ مان تو ہی مختار۔

افضل بیگم۔ دنیا مین ہر چیز تمہارے اطراف و جوانب موجود ہے مگر تم شناخت نہین کر سکتین۔ جسقدر انسان کی قلبی آنکھ کھلتی جاتی ہے اسی قدر وہ عالم کی چیزون کو دیکھتا جاتا ہے۔ تمہارے گھر ہی مین بلکہ تمہارے جسم کے اندر ہی تمام کائنات اور عالم موجود ہے مگر تم اپنی لا علمی سے انہین معلوم نہین کر سکتی ہو۔ اسی لئے آدمی کو بچپن سے تعلیم دیتے ہین کہ اسمین اندر کی آنکھین کھلین اور وہ عالم کی اشیاء کو دیکھنے لگے۔

آدمی مین علم و تمیز عجب چیز ہے۔ جس کے بغیر وہ حیوان مطلق ہے۔ جسقدر تم دیکھتی اور معلوم کرتی ہو۔ اسقدر بلی اور گھوڑا ادراک نہین کر سکتا۔ اسی لئے وہ تم سے کم درجہ ہے۔ جو تم سے زیادہ ادراک اور علم رکھتے ہین وہ تم سے مرتبہ مین بڑے ہین۔ اسی طرح ایک شخص دنیوی تعلیم پا کر بھی ان چیزون کا ادراک نہین کر سکتا جو ظاہری حواس سے محسوس نہین ہوتا

مگر ایک دوسرا شخص پوشیدہ چیزون کو بھی دیکھتا ہے تو یہ پچھلا شخص اس پہلے تعلیم یافتہ آدمی سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ مثلاً ایک شخص باوجود تمام تعلیم و تربیت کے بھی کل کے آنے والے واقعات سے واقف نہین ہو سکتا۔ پارلیمنٹ کے ممبر اور یورپ کے تمام سائنس جاننے والے اشخاص جو کل ہونیوالی بات ہے اُسکو آج اپنی آنکھہ سے نہین دیکھہ سکتے مگر اولیاء اللہ فوراً معلوم کر لیتے ہین۔ اور لوح محفوظ کو کھلی آنکھہ سے دیکھتے ہین۔ تو اس صورت مین ہم کیونکر ان علوم کو اعلیٰ نہ سمجھین جن سے اولیاء اللہ کو اسقدر قوت حاصل ہوتی ہے۔ کہ وہ آیندہ کی چیزین دیکھتے ہین آگ اور پانی کوئی چیز ان پر اثر نہین کرتی۔ واقعی سچے علوم یہی ہین۔ جن سے آدمی مین ربانی طاقتین پیدا ہون۔ اور یہ دنیا کے علوم تو انکے مقابلہ مین کچھہ چیز نہین۔ مگر اپنی ناواقفیت سے لوگ انھین کو سب سے بڑا سمجھتے ہین کیونکہ ان کو دوسرے علوم کا ابھی علم ہی نہین۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۲)

حیدرآباد دکن
۵ مئی ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النساء بیگم۔ خداوند تعالیٰ کو سب سے زیادہ سچائی کیون پسند ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ خود مجسم سچائی ہے۔ اور جھوٹ یا باطل اس کے خلاف ہے یعنی شیطان کا خاصہ ہے جب تک کوئی جھوٹ بولنے کی عادت کو ترک نہ کرے گا۔ تب تک اسکا آئینہ دل کبھی صاف نہ ہوگا۔ اور اسکا بھاری ثبوت یہ ہے کہ جھوٹے آدمی کو

اپنی خوابین بہت ہی کم یاد رہتی ہین۔ اور خواب بھی اسکو سچا نہین وکہائی دیتا ہے۔ خدا کی ناپسندیدگی کی دلیل یہ ہے کہ جھوٹے آدمی کو علی العموم خلق اللہ پسند نہین کرتی اور ہر شخص اسکو دلین حقیر جانتا ہے۔ معلوم نہین کہ انسان کیون جھوٹ بولتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھوٹا آدمی کو خدا کے وجود کا یقین نہین اور وہ اسکو حاضر ناظر نہین جانتا اور انسانونکو اپنا خدا سمجہتا ہے کیونکہ انھین کے خوف کی وجہ سے وہ جھوٹ بولتا ہے خدا اپنی پناہ مین رکہے جھوٹ حقیقت مین کفر ہے۔ اور جھوٹا کافر ہے۔ اب مین تمہین مثنوی شریف کے چند اشعار سناتا ہون شاید تم اسکے معنی کو سمجھو اور اپنے معلومات کو زیادہ کرو۔

مثنوی

نوح نوصد سال دعوت می نمود دمبدم انکار قومش می فزود
ہیچ از گفتن عنان واپس کشید ہیچ اندر غارِ خاموشی خزید

ان اشعار کی نشریح ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نوصد سال دعوت می نمود و دمبدم انکار قوم او می فزود۔ آیا او از گفتن ہیچ عنان واپس کشیدیا او اندر غار خاموشی خزید۔

ترجمہ۔ نو سو سال حضرت نوح نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا۔ مگر انکی قوم کا انکار دمبدم بڑہتا گیا۔ اس پر بھی کیا انھون نے اپنی زبان وعظ وپند سے روک لی؟ اور کیا وہ مایوس ہوکر خاموشی کے غار مین بیٹھ رہے ہے۔ ہرگز نہین۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح نے نو سو برس ہدایت کا کام جاری رکہا۔ مگر بعوض قبول کرنے کے انکی قوم مین انکار ہی زیادہ ہوتا گیا۔ مگر وہ کبھی اپنے کام سے باز نہ رہے اور چپ نہ بیٹھے ان اشعار سے ہمکو یہ ہدایت ملتی ہے کہ قومی کامون مین بہت بڑے صبر و ثبات کی ضرورت ہے۔

قوم یا جماعت کی ہدایت اور تعلیم کا کام آسان نہین ہے۔ ریفارمر اور مصلح قوم مین بہت بڑی ہمت اور عظم ہونا چاہیئے۔ اور انتہا کی ثابت قدمی درکار ہے متلون اور ناثابت قدم اشخاص اس عشق کے میدان مین قدم نہین رکھ سکتے۔ جن کے دل مضبوط نہین اور جو بلا اور مصیبت کا برسون مقابلہ نہین کرسکتے وہ دنیا مین کوئی بڑا کام نہین کرسکتے۔ ہر شخص دنیا مین ایک مشہور آدمی ہونا چاہتا ہے۔ مگر وہ حضرت غوث الاعظم کا سا صبر و استقلال کہان سے پیدا کرسکتا ہے۔ آپ نے جنگلون مین بارہ برس تک پتے کہا کر ریاضت اور مجاہدہ نفس کیا ہے۔ اور اپنے سرکش نفس کو طرح طرح کی سختیان دے کر سیدہا کیا ہے۔

ایک بزرگ نے چالیس برس تک شکر نہین کہائی۔ کیونکہ انکا نفس اسطرف زیادہ راغب تہا۔ ایک اور صوفی نے محض اس خیال سے کہ زبان سے جھوٹ نہ نکلے عمر بھر زیادہ باتین کرنے سے اجتناب کیا۔

ہر شخص مصلح قوم اور ریفارمر نہین ہوسکتا۔ مگر اپنے نفس کا مصلح اور ریفارمر تو ہر آدمی ہوسکتا ہے۔ جو شخص اپنے آپ کو درست اور تربیت کرتا ہے۔ وہ تمام دنیا کو درست اور تربیت کرسکتا ہے۔

مولانا کی غزل مین کہیہ یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو ہدایت کرو سب سے پہلے اسی کی ہدایت کی ضرورت ہے۔ جب ہمارے نفس کی اصلاح ہو جائے گی۔ اسوقت ہم دوسرون کے اصلاح بھی کر سکینگے۔ ایسا نہین ہو سکتا کہ ایک شخص تو جاہل او رگمراہ ہو اور وہ دوسرون کا معلم اور ہادی بن بیٹھے۔ اگر اپنی جہالت سے کوئی ایسا کرے گا۔ تو ناکام رہے گا۔

افضل بیگم سب سے زیادہ ہمکو پہلے اپنے ہی نفس کی تربیت اور اصلاح ضروری ہے۔ اور اسکی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جب تک ہم نفس کے دام مین گرفتار رہین گے اسوقت تک ہماری روح بالکل کمزور رہے گی اور ہم دنیوی اور اخروی عذاب مین گرفتار رہین گے۔

نفس سے مراد وہ خواہشین ہین جو حیوانون مین بھی پائی جاتی ہین۔ مثلاً کہانے پینے اور حظ نفس حاصل کرنے کی خواہشین۔ تمام دنیا کے لوگ انھین خواہشون مین گرفتار ہین اور سب سے بڑی خواہشین پیٹ اور متعلم مخصوص کی ہین۔ یعنے اچھے کہانے اور اچھے کپڑے اور اچھی عورتون کی خواہش مین انسان مبتلا ہے۔ اور انھین کی تحت مین اور خواہشین بھی ہین۔ اس کے سوا غرور۔ عزت اور مرتبہ کی خواہشین بھی ہین۔ اس لئے سب سے بڑا نفس غرور غرض دنیوی اور غصہ ہے۔ یہ سب خواہشین اونی درجہ کی ہین اور انھین کے مجموعہ کو نفس کہتے ہین۔ تو اب خیال کرو کہ خود ہر ایک انسان مین بکثرت خواہشین اور اونی درجہ کی قوتین موجود ہین اور وہ ایک قوم کی طرح پر ہین۔ اور عقل انکی پیغمبر بجائے

نوح علیہ السلام سے کے ہے ۔

جسطرح سے نوح علیہ السلام نے مدتون ہدایت کی۔ مگر اونکی قوم مین انکار ہی بڑھتا گیا۔ اسی طرح نفس بھی ہدایت اور تربیت کرنے سے زیادہ سرکشی کرتا ہے۔ مگر ثابت قدمی سے اس سرکش گھوڑے کو راہ راست پہ لاتے ہین۔

افضل بیگم۔ تم نے کبھی ضرور نئے بچھڑے یا نئے گھوڑے کو پھیرتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ جب پہلے پہل سوار اس کے منہ مین لگام دے کر اسپر سوار ہوتا ہے۔ تو وہ بہت ہی سرکشی کرتا اور بگڑتا ہے اور دولتیان مارتا اور اڑتا ہے مگر آہستہ آہستہ سوار اسکو چمکار کر آگے بڑہاتا ہے اور پھر اسکو دوڑا چلا کر چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح وقت معین پر وہ ناکندہ بچھیرا روزانہ پھرایا جاتا ہے اور چند ماہ کے بعد وہ اچھا خاصہ شایستہ گھوڑا ہو جاتا ہے۔ اور بہت کار آمد چیز بن جاتا ہے۔ اگر گھوڑے کو تربیت نہ دیجائے تو وہ گدہے سے بھی بدتر ہوگا۔ اور کسی کام مین نہ آئے گا۔ آخر کار دنیا اسکو ذبح کرکے کہاجائے گی۔ اسی طرح سے جو انسان تعلیم اور تربیت نہین پاتے وہ کسی کام کے نہین ہوتے اور دنیا مین اونکی کوئی قدر منزلت نہین کیجاتی اور انکا جلنا دنیا پر بار ہوتا ہے۔

دیکھو ایک شخص خود تو بڑا جھوٹا اور چور ہے۔ مگر نوکر سچا امدراست باز ہی ڈھونڈتا ہے۔ جھوٹے اور چور آدمی کو رکھنا پسند نہین کرتا۔ اسکا سبب یہی ہے کہ سچا آدمی دنیا کے لئے بہت کار آمد ہے۔ اور جھوٹا اسکو سخت نقصان

پہونچاتا ہے بعض اشخاص خود تو بڑے بدکار ہوتے ہین۔ مگر اپنے گھر مین کسی ایسے آدمی کا آنا پسند نہین کرتے جو ذرا بھی بدکار ہو۔ اگر بدکاری جھوٹ غصہ وغیرہ جو نفسانی صفات ہین اچھی ہوتین۔ تو سب انھین کو پسند کرتے۔ مگر خود آدمی اپنے دلین ان باتون کو ناپسند کرتا ہے۔ اور اپنے اوپر آپ نفرین کرتا رہتا ہے۔ مگر اس سے یہ بدخصلتین نہین چھوٹتین۔ اسکا سبب یہی ہے کہ کسی چابک سوار یعنی مرشد کامل کے تحت مین رہکر اس نے نفسانی تربیت نہین پائی اور پیری مریدی سے ہماری غرض یہی ہے کہ آدمی مرید ہوکر کسی مرشد سے نفس کی تربیت حاصل کرے اور نجات ابدی کو پہنچے یہ دنیا متغیر ہے اس مین نجات حاصل کرنی ضرور ہے۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۳)

حیدرآباد دکن
۵ مئی ۱۹۱۰ء

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ کل مین حضرت میان سردار بیگ صاحب کے عرس مین گیا تھا۔ اور وہان سماع کی مجلس مین بھی شریک ہوا تھا۔ قوالون نے اعلیٰ درجہ کی عشقیہ غزلین گائین۔ جن سے حقیقت عشق بخوبی سمجھہ مین آئی۔ افسوس ہے کہ مینے ان غزلونکو یاد نہین رکھا۔ ورنہ مین تم کو ضرور لکھتا۔ مگر پھر دل مین کہتا ہون کہ تم کو بہت اشعار یاد ہین۔ دیوان حافظ۔ حالی وغیرہ خوب دیکھے ہین جن کے اشعار بھی موقع محل پر تمہاری قلم سے نکلا کرتے ہین۔

موسیقی اور شاعری کوئی بری چیز نہین۔ جبکہ اس سے خداوند تعالیٰ کا

عشق مراد لیا جائے۔ گو تم شرما کر میرے سامنے ان فنون کو ظاہر نہین کرتین
مگر جن کے سامنے تم نے یہ کمال ظاہر کئے ہین۔ وہ تمھاری بڑی تعریف کرتے
ہین۔ اور کہتے ہین کہ مسلمانون مین اس لیاقت کی بہت کم عورتین ہونگی۔
جنھین اردو اور فارسی کے اشعار مین اسقدر دخل ہوگا۔ خوشی کی بات ہی کہ
لوگون نے تمھاری لیاقت کی تو داد دی اور اسکو پسند تو کیا۔ ہماری سننے
نہ سننے سے کوئی فائدہ نہین۔ اب مین ایک غزل کا مصرع سناتا ہون۔ "وہ
با دردِ تو خو کردم حاشا کہ دوا خواہم" یعنی ہم نے تیرے درد کی عادت کر لی
ہے۔ اب ہمکو کسی دوا کی خواہش نہین۔

یعنی ایک عاشق اپنے معشوق حقیقی سے یہ کہتا ہے کہ مین نے تیری
جدائی کے صدمے اٹھاتے اٹھاتے اسقدر رنج برداشت کرنیکی عادت
کر لی ہے کہ اب وصال کی خواہش باقی نہین رہی۔ اور اسی درد مین مجھے
مزا ملتا ہے۔

جب تک خدا کا اسقدر کامل عشق نہ ہو۔ خدا کے وصال کی امید کیونکر ہو سکتی
ہے۔ یہ طلب اور درد ہی عین وصل ہے۔ جس کے لطف کو کچھ عاشقانِ
خدا ہی جانتے ہین۔ بوالہوسون کو اسکی خبر نہین۔

ایک بزرگ فرماتے ہین۔ "وہ ہر کہ در بند تدبیر خود است در دوزخ نقد است
وہر کہ در مطالعہ تقدیر خدا است در بہشت نقد است۔"

اس جملہ کے معنی یہ ہین کہ جو کوئی اپنے کامون کی تدبیر مین گرفتار ہے وہ
فی الحال دوزخ مین ہے اور جو خدا کی تقدیر یعنی مشیت کو دیکھتا ہے وہ حقیقت

بہشت مین ہے۔

مطلب یہ کہ ہماری تدبیرین ہی دوزخ ہین اور ہمارا قناعت اور صبر اور تقدیر پر راضی رہنا ہی بہشت اور جنت ہے۔

افضل بیگم۔ یہ ایک بڑی نازک بات ہے۔ اسکو تم ابھی کہا سمجھہ سکتی ہو کیونکہ تم ایسے ایک مکان مین پیدا ہوئی ہو کہ جہان تدبیر ہی ایمان ہے۔ اور تقدیر والے آدمی کو پاگل اور مجنون جانتے ہین۔ تم خود تدبیر کے دام مین پھنسی ہوئی ہو۔ اور نفس کے پنجے مین گرفتار ہو۔ اس لئے تمہاری سمجھ مین یہ مشکل بات نہین آسکتی پھر بھی مین تمہارے سمجھانے کی کوشش یہان کرتا ہون۔ مثلاً زید کا خیال یہ ہے کہ جو کچھ اسکی قسمت مین لکھا جاچکا ہے وہی دنیا مین بہرصورت پیش آئے گا۔ خواہ ہم کوئی تدبیر کرین یا نہ کرین تقدیر اور مشیت آلہی سے بچ نہین سکتے۔ اس خیال کے یقین سے اسنے تمام تدبیرون کو ترک کردیا اور وہ تقدیر پر بیٹھ رہا۔ تو اب زید تمام دنیا کی مشکلات سے محفوظ ہوگیا۔ نہ تو اسکو کسی کا خوف رہا اور نہ کسی سے کوئی امید باقی رہی۔ دل مین ایک فراغت۔ سکون اور راحت پیدا ہوگئی۔

برخلاف اس کے عمرو یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ عالم مین ہورہا ہے۔ وہ تدبیر ہی سے ہورہا ہے۔ جو کچھ ہم تدبیر سے کرین گے وہی ہمکو ملے گا۔ اور ہماری صحیح تدبیر سے کام بن آتا ہے۔ اور ناقص تدبیر سے ناکامی ہوتی ہے۔ تقدیر و قدیر کوئی شئے نہین۔ جو کچھ ہے وہ تدبیر ہی ہے۔ اس خیال کا نتیجہ یہ ہے کہ عمرو صبح سے شام تک تدبیرون کے سوچنے اور

سخت محنت اور جانفشانی کے کامون مین مبتلا ہے۔ اور کبھی اپنی ناکامی پر رنج کرتا ہے اور کبھی کامیابی پر خوشی۔ اور جسقدر ناکامیان ہوتی جاتی ہین اسی قدر اسکی تکلیف اور رنج وغم بڑھتے جاتے ہین۔

عمرو جو کہ صرف اپنی تدبیر ہی پر بھروسہ رکھتا ہے اور فاعل حقیقی لوگون اور اپنے آپ کو جانتا ہے تمام دنیا کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا پھرتا ہے اور جو کوئی اسکا کام نکالتا ہے اسکا دوست ہوتا ہے۔ اور جو اسکو مدد نہین دیتا۔ اسکا دشمن ہو جاتا ہے اور اسکو برا کہتا ہے۔ غرضکہ وہ اپنے اس باطل خیال سے تمام دنیا اور سوسائٹی کا غلام خود بن جاتا ہے۔ امیر اور بادشاہ اوس سے کنارہ کشی کرتے ہین۔ مگر وہ ان کے دروازون پر کتے کی طرح مارا مارا پھرتا ہے اور دم ہلا کر اونکی مہربانیون پر نظر رکھتا ہے۔ عمرو کی مشکلون کی کچھ انتہا نہین زمانہ کی شکایت اور دنیا بھر کے درد اور دکھ اوس کے دلمین بھرے ہوئے ہین۔ اور وقت مرگ تک گو اُس کو کیسی کامیابیان کیون نہ ہون پھر بھی وہ اپنے آپ کو ناکام جانتا ہے۔

برخلاف اس کے زید جو فاعل حقیقی خدا ہی کو جانتا ہے اور خلق اور دنیا کو ہیچ اور پوچ خیال کرتا ہے وہ کسی شہنشاہ کی بھی پروا نہین کرتا۔ اور کسی دروازے پر کبھی نہین جاتا۔ اسکو یقین ہے کہ جو کچھ میرے مقسوم مین ہے وہ گھر بیٹھے ہی آجائے گا۔ مجھے اس خواہ مخواہ کی دردسری مول لینے سے کیا حاصل جو کچھ میرے نصیب کا ہوگا وہ بغیر تدبیر اور سعی کے آپ آجائے گا۔ زید یارون مین بیٹھکر لطف زندگی حاصل کرتا ہے۔

اپنے شوق کی کتابین پڑھتا ہے یا جو کچھ اشغال اسکو دلچسپ معلوم
ہوتے ہین انھین کرتا ہے اور جب موت کا وقت آتا ہے۔ تو بغیر کسی
خوف و تردد کے مرجاتا ہے۔ اسکی زندگی بڑی بے فکری اور راحت
سے گذرتی ہے اور اسی حالت کو جنت کہتے ہین۔ یہی راحت اسکو مرنے
کے بعد بھی بدستور سابق میسر ہوگی۔

اس کے خلاف مین عمرو کو دنیا مین بے انتہا تکلیفین اٹھانی پڑین اور
جب موت کا وقت آیا تو از حد تردد اور فکر دامن گیر ہوئی اور ہر مال و دولت
کا خیال۔ اور ہر بال بچون کی جدائی۔ کبھی یہ حسرت کہ جس مال و دولت اور
عزت و جاہ کو تمام عمر حاصل کیا اب وہ مجھ سے چھوٹتے ہین۔ کبھی یہ
ارمان کہ کاش مین ابھی اور جیتا۔ یہ تمام روحانی اذیتین دوزخ ہین اور
مرنے کے بعد بھی یہی حالت عالم مثال مین قائم رہے گی اور اسی کو دوزخ
ابدی کہتے ہین۔ فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۴)

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ تم نے جو یہ دریافت کیا ہے کہ تارا کا ترجمہ
اردو ہو گیا ہے۔ سو مجھے خیال ہے کہ اسکا ترجمہ ہو چکا ہے اور شاید نول کشور
کے مطبع مین چھپا بھی ہے۔ تارا۔ سیتا۔ کنفیشن آف اے ٹھگ۔ مائی اون
لائف یہ سب کتابین کرنیل میڈو ٹیلر کی تصنیف ہین۔ اور بہت ہی مشہور اور
مستند ہین اس نے صحیح واقعات کو ناول کے پیرایہ مین لکھا ہے۔ کنفیشن کا
مین نے کیا تھا جس کا نام امیر علی ٹھگ ہے اور باقی کتابونکا ترجمہ بھی

شایع ہو چکا ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم نے تصوف کی کتابین پڑھ لین۔ ان کتابون مین جوان آدمیون کی طبیعت کیون لگنے لگی۔ انہین تو نفس کا غلبہ ہوتا ہے اور ظاہری دنیا پر وہ فریفتہ ہوتے ہین۔ باطن یا روح یا خدا کو جو پوشیدہ ہے کیونکر ادراک کر سکتے ہین۔

بچے پہلے کھیل کود اور حظ نفس کی چیزون پر شیدا ہوتے ہین۔ اور تعلیم و تربیت سے بہلتے ہین۔ جب انہین سمجھ آتی ہے۔ تو عمدہ کتابین پڑھتے ہین۔ جانورون کو گھانس ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اگر ان کے سامنے حلوا رکھا جائے۔ تو وہ کبھی نہین کھاتے۔ اسلیئے جن لوگون مین جسقدر سمجھنے کی استعداد ہوتی ہے۔ اسی کے موافق وہ کتابون کو بھی پڑھتے ہین۔ واقعی ابھی تمہارا سن اور تمہارے معلومات کا یہی تقاضا ہے کہ تم ادنی درجہ کی کتابین پڑھو۔ مگر اسقدر نصیحت مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کتابون کا خرید لینا آسان ہے۔ مگر اونکا پڑھنا اور یاد کرنا مشکل ہے۔ لوگ عمر بھر پڑھتے ہین۔ مگر پھر بھی بے وقوف رہتے ہین۔ اور کوئی بات نہین سمجھتے۔ بے اصول اور بے ٹھکانے پڑھنے سے یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ اگر تم کسی علم و فن کو حاصل کرنا چاہتی ہو۔ تو پہلے اس علم کی کتابون کو کسی جاننے والے سے دریافت کرو۔ وہ تمہین اس علم کی چند مستند کتابین بتا دیگا۔ پھر تم انہین سے ایک کو سمجھکر پڑھو اور سات دفعہ کم از کم تمام کتاب کا مطالعہ کرو۔ اور ہر فصل کو بھی سات بار دہراؤ۔ اس

ترکیب سے وہ کتاب تمکو ہضم ہو جائے گی۔ اور کچھ فائدہ دے گی۔ زیادہ کتابین پڑہنے سے زیادہ فائدہ نہین جب کسی ایک مستند کتاب کو ذہن نشین کرلوگی۔ تو اسی مضمون کی صدہا کتابین ایک ایک دفعہ ہی دیکہنے سے سمجھ مین آئیگی۔ اور یاد رہین گی

افضل بیگم۔ تم بہت بے ترتیبی سے پڑھتی ہو۔ ورنہ تم بہت لایق ہو تین۔ اور لطف یہ ہے کہ تم کسی کی نصیحت بھی نہین سنتی ہو۔ اس لئے مین زیادہ لکھنا پسند نہین کرتا۔

آج کل مین اپنے دیوان کی نظر ثانی کر رہا ہون تاکہ وہ طبع کرایا جائے اس لئے فرصت بہت کم ہے دو خطوط نہین ہو سکتے۔ ایک خط روانہ کیا جاتا ہے معاف کرنا۔ فقط تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۶)

حیدرآباد دکن۔ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ بے شک تمہاری یہ شکایت بجا ہے کہ آج تک تمہارے نام رسالہ عصمت اور رسالہ شریف بیبیان جاری نہین ہوا۔ اس غفلت کی معافی چاہتا ہون۔ آیندہ کبھی ایسا نہ ہوگا اور فوراً حکم کی تعمیل کیجائے گی۔ اسوقت وہ رسالے روانہ کرتا ہون۔ انھین مطالعہ کرو۔

سیتا اور ایک اور انگریزی ناول جسکی تم اس سے پہلے فرمایش کر چکی ہو۔ کل ہی طلب کیجائے گی۔ امید کہ کار لایقہ سے ہمیشہ یاد کرتی رہوگی۔ اور خفا ہو کر اپنے خادم قدیم کو بھول نہ جاؤ گی۔

آجکل کے خطوط مین البتہ مشکل مضامین لکھے جاتے ہین سادن سے تمہین دلچسپی نہین۔ تو اب مین پیرایہ بدل کر لکھا کرون گا۔ شاید تمکو پسند ہو۔ برائے مہربانی جس طرز کو تم زیادہ پسند کرتی ہو اس سے اطلاع دو کہ اسی قسم کے مضامین تحریر کرون۔ تم مختلف خطون مین مختلف طرز بیان سے واقف ہو چکی ہو۔ اسلئے تم اپنی پسند کو ظاہر کرو تو وہی پیرایہ اور وہی اسلوب اور طرز بیان اور مضامین اختیار کئے جائین۔ مگر تم تو اپنی پسند کو ظاہر ہی نہین کرتی ہو۔ اس لئے مجھے اسبات کا علم کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ تمکو کونسا مضمون اور کون سا پیرایہ پسند ہے

آجکل میرے پاس ایک اور قیمتی کتاب آئی ہے جس مین خیالات کی تصویرین درج ہین۔ یہ تصویرین بھی تمہارے دیکھنے اور سمجھنے کے قابل ہین۔ تم وہ کتاب تو ایک دفعہ دیکھ ہی چکی ہو۔ جس مین عالم برزخ کی تصویرین درج تھین اور اب اسی قسم کی یہ کتاب بھی آئی ہے جس مین مختلف خیالات کی تصویرین کھینچی گئی ہین۔

افضل بیگم۔ جو خیال انسان ولمین کرتا ہے اسکی تصویر فوراً عالم مثال مین اتر آتی ہے۔ اور وہ جسم کے باہر یا گرد قائم رہتی ہے۔ تم اسبات کا یقین کرو کہ خیال بھی ایک شے یا چیز ہے۔ اسکی شکل اور رنگ ہوتا ہے۔ اور اسمین بھی جان ہوتی ہے۔ تم جو کچھ خیال برا یا اچھا کرتی ہو۔ وہ شکل پکڑ لیتا ہے اور عالم مثال مین جو تمہارے اطراف گھرا ہوا ہے یہ شکل موجود رہتی ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ ہر انسان کے دونو شانون پر نیکی اور بدی کا فرشتہ متعین ہے اور ہمیشہ اس کے افعال۔ اقوال اور خیالات لکھتا رہتا ہے۔ اور وہ رجسٹر کی

کتاب یعنی اعمال کی کتاب کھلاتی ہے یہ بات اب سائنس یا علوم جدیدہ سے ثابت ہوئی ہے اور اب اسمین کوئی شک باقی نہین رہا کہ ہمارے خیالات تک کا فوٹو اتر کر قایم ہو جاتا ہے۔

جہان تک ممکن ہوتا ہے مین تمھین سہل طور سے سمجھانے کی کوشش کرتا ہون۔ اس قسم کے معلومات اگر تمکو کچھ بھی سمجھ مین آجائین گے تو بہت مفید ہونگے اس لئے مین اسطرح کے مضامین تمھین لکھا کرتا ہون۔ فقط

تمھارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۵)

حیدرآباد دکن۔
۱۲ ار صفر سنہ ۲۸

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ یہ انسان خداوند تعالیٰ کا مظہر ہے اس لئے وہ یہ قابلیت رکھتا ہے کہ صفات بشری کو فنا کرکے خدا مین ملجائے اور خدا کے صفات حاصل کرکے بقا کے مرتبہ پر پہنچے۔

اس مقام پر یہ بھی ذکر کر دینا مناسب ہے کہ رسول اور پیغمبر خدا کی خاص مظہر اوتار ہین۔ رسول کے معنی بھیجے گئے کے ہین۔ جب دنیا مین گناہون کی کثرت بڑھ جاتی ہے۔ تو انسانون کو راہ راست پر لانے کے لئے خدا کسی آدمی کی شکل اختیار فرما کے زمین پر پیدا ہوتے ہین۔ اور وہی اصلاح کرتے ہین گیتا مین لکھا ہے کہ اکاس۔ ہوا۔ پانی۔ آگ سب اسی کے نام ہین جسکو سنہرے پرون والی روح اعظم کہتے ہین۔ اس ذات واحد کو لوگ بہت سی مختلف نامون سے پکارتے ہین۔ کوئی آگ اور کوئی پانی کہتا ہے۔

سب اوتارون اور دیوتاؤن مین روح ہی کا ظہور ہے۔ اور جو کچھ دنیا

مین ظاہر ہے وہ اسی کا جلوہ ہے۔
جیسے خوب جلتی ہوئی آگ کے شعلہ مین سے چارون طرف ہزار ہا چنگاریان نکلتی ہین۔ ایسے ہی اللہ کے اندر سے طرح طرح کے مخلوق ظاہر ہوتے ہین۔ اور پھر اسی مین جاکر ملجاتے ہین۔
اسی ذات واحد سے جان۔ دل۔ دسون حواس ظاہری اور باطنی۔ ہوا آگ۔ پانی اور زمین سب کے سب پیدا ہوتے ہین۔
افضل بیگم۔ یہان تک تو تخلیق یا "ایولوشن" کا اصول تمکو سمجھایا کہ کس طرح ایک ہی ذات واحد سے عالم یا کائنات یا موجودات پیدا ہوئے ہین۔ اب اس کے آگے اور یہ بتاتا ہون کہ روح اپنے قالب بدلا کرتی ہے۔ اور جون جون اسکی قوتین ترقی کرتی جاتی ہین ون ون اسکا قالب یا جسم بہتر ہوتا جاتا ہی مرنے کے معنی ایک جسم یا قالب کا ٹوٹنا ہے اور پیدا ہونے کے معنی نیا قالب لینے کے ہین۔ اور ہم کہہ چکے ہین کہ روح خدا کا جز یا وم ہے۔ روح مین خدا کی قوتین اور طاقتین موجود ہین اور روح اپنی حقیقت مین خدا ہی یا ذات پاک احدیت ہی ہے ہندون اور مسلمانون کے مذاہب مین صاف طورسے کہدیا گیا ہے کہ روح عین ذات خدا ہے۔ تاہم خدا اور روح مین ویسا ہی فرق ہے کہ جیسا درخت اور بیج مین پایا جاتا ہے۔ درخت سے بیج پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے جو درخت کی خاصیت اور طبیعت ہے وہی تخم کی بھی ہے بیج درخت سے زمین پر گرتا ہے اور آہستہ آہستہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور اسکی پوشیدہ قوتین ظاہر ہوتی جاتی ہین۔ یہان تک کہ وہ بیج

درخت ہو جاتا ہے۔ اس کے سوا وہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ درخت اور بیج دونو کی نوعیت اور خاصیت ایک ہے۔ یہی مثال خدا اور انسان کی ہے۔ خدا روح کو اپنے مین سے نکالکر بطور بیج کے مادہ مین ڈالتا ہے اور روح بیج کی طرح تدریج بڑھکر درخت یعنی خود خدا ہو جاتی ہے اور الوہیت کی قوتین اور طاقتین ظاہر کرتی ہے انسان آخری ترقی مین خدا ہی ہو جاتا ہے۔ اسکے سوا وہ کچھ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ خدا اور انسان دونو کی خاصیت اور طبیعت ایک ہے۔ اس لئے کہ روح خدا ہی کا دم یا جز یا حصہ ہے۔

افضل بیگم۔ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور قادر مطلق ہے۔ مگر ہماری روح کم جاننے والی اور کم قدرت رکھنے والی ہے۔ خدا کی قوتون اور طاقتون سے روح کی قوتین کم ہی ہین۔ مگر روح کا علم اور قوت بڑھتی جاتی ہے۔ اور اسی بڑھنے یا ترقی کرنے کا نام ایولوشن یا سلوک ہے۔

اوپر ہم بیان کر چکے ہین کہ روح اس مادی دنیا مین اگر جمادات مین سے ترقی کرنی شروع کرتی ہے۔ یعنی روح کی اول منزل جمادات مین ہوتی ہے۔ یعنی وہ جمادی شکل اختیار کرتی ہے۔ اور اس حالت مین وہ بیرونی یا خارجی عالم سے بیخبر ہوتی ہے۔ باہر کے سخت صدمون اور چوٹون سے اسکی توجہ باہر کی جانب ہوتی ہے۔ بھونچال۔ زلزلہ۔ آتش فشان پہاڑون کے پھٹنے زمین کے دھنسنے اور سمندرون کے سخت طوفانی انقلابون سے روح کو اپنی ہستی کی خبر ہوتی ہے کہ مین اکیلی نہین ہون بلکہ میرے سوا اور چیزین بھی باہر موجود ہین۔ اگر کوئی طالب علم کرۂ زمین کی ابتدائی تاریخ پڑھے اور علم جیالوجی کا

مطالعہ بغور کرے تو اسکو معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے بڑے صدمے یہ زمین جھیل چکی ہے۔ اور کیا کیا انقلابات عظیم اس کے اندر پیدا ہو چکے ہین۔ یہ تمام صدمات اور انقلابات روح کے جگانے کے لئے ضرور تھے۔ مدت دراز کے بعد روح جمادی حالت سے کسی قدرت چونکی ہے اور اس لائق ہوئی ہے کہ سخت جمادات سے نکلکر نرم اور لچک دار جسم مہیا کرے اور وہ نباتات مین داخل ہو۔ اور جو روحین اس کے بعد آئین انھین جمادات مین جگہہ ملے۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۷)

حیدرآباد دکن
۹ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ خدا جس حالت مین آدمی کو رکھے اسی مین خوش رہنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ اس سے زیادہ بہتر کوئی حالت ہمارے لئے نہین ہے۔ اور اس حالت سے نکلنے کی کوشش کو کفر جاننا چاہیے۔ یہ اصول ان اولیاء اللہ کا ہے جو مقام صبر و تسلیم رضا پر پہنچے ہوئے ہین اور اس مقام سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی نہین ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا اسقدر صبر بڑھا ہوا تھا کہ جب بدن کے زخمون مین سے کیڑے باہر نکل کر گر پڑتے تھے تو آپ انہین پھر اٹھا کر اسی جگہہ رکھدیتے تھے۔ صابرین اور شاکرین کی تعریف تمام قرآن شریف مین جا بجا موجود ہے۔ خاصان خدا ہی بطور امتحان کے بلاؤن اور مصیبتون مین مبتلا کئے جاتے ہین۔ اور انھین صبر و شکر کی وجہ سے ان کے روحانی مدارج ترقی کرتے ہین۔ برخلاف ان کے بے صبر اور ناشکرے ہمیشہ بارگاہ خداوندی

سے علیحدہ رکھے جاتے ہین۔

اشعار مثنوی شریف

(۱) اے حیات دل حسام الدین بسے — میل میجوشد بقسم سادسے
(۲) گشت از جذب چو تو علامۂ — در جہان گردان حسامی نامۂ

ان اشعار کی فارسی عبارت نثر یہ ہے:-

اے حیات دل حسام الدین بقسیم سادسے بسے میل میجوشد۔ از جذب چو تو علامہ حسامی نامہ درجہان گردان گشت۔ یعنی اے میرے دلکی زندگی حسام الدین۔ اب چھٹوین دفتر کے لکھنے کے لئے میری طبیعت بہت جوش مارتی ہے۔ تجہ سے عالم شخص کی محبت یا عشق کی وجہ سے یہ کتاب مثنوی یعنی حسامی نامہ دنیا مین مشتہر ہوا۔

مولانا ممدوح اپنے ایک مرید حسام الدین پر عاشق تھے۔ اور انہین کی فرمائش سے یہ مثنوی لکھی گئی ہے تو آپ اپنے معشوق سے مخاطب ہوکر فرماتے ہین کہ اے حسام الدین تو میرے دل کی زندگی ہے۔

معشوق کو حیات دل کہنے کا سبب یہ ہے کہ عشق دلکی زندگی ہے۔ اور جس دل مین عشق نہین وہ مردہ ہے۔ مگر عشق بغیر معشوق کے موجود نہین ہوسکتا اس لئے معشوق حیات دل ہے۔

افضل النسا بیگم اب یہان پر یہ بات قابل غور ہے کہ مولانا جلال الدین جو تمام اہل اسلام مین ایک بہت بڑے ولی کامل مانے جاتے ہین اور جنکے کشف وکرامات مین کسی کو شبہ نہین ایک اپنے مرید پر عاشق تھے۔ اور انہین

اسقدر حسام الدین کی محبت تھی جس سے زیادہ ایک سچے عاشق کو ہو نہین سکتی۔ ایک روز شام کو برف گر رہی تھی جی جو گھبرایا تو آپ حسام الدین کے مکان پر آئے۔ اتنے مین رات ہوگئی اور دروازہ بند پایا۔ آپ تمام رات باہر ہی کھڑے رہے اور برف تمام بدن اور ریش مبارک پر جم گئی۔ صبح کو انکے معشوق حسام الدین نکلے اور انھون نے اپنے عاشق کی یہ کیفیت دیکھی فوراً قدمون پر گر پڑے۔ یہ حال تھا حضرت شیخ کے عشق کا۔

اگر تم اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی سوانح عمری پڑھو گی تو تمہین معلوم ہو جائے گا۔ کہ انمین سے اکثر یا تو کسی مرد پر یا کسی عورت پر عاشق تھے حضرت جامی علیہ الرحمۃ جنکی تصنیف یوسف زلیخا ہے بعد بہت ریاضت اور مجاہدہ کے جب شاید ایک عورت پر عاشق ہوے تو انھون نے اپنے پیر کو یہ شعر لکھ بھیجا جسکا ایک مصراع مجھے یاد رہا اور وہ یہ ہے مصراع۔ خواجہ را گو کہ بیا ید مبارک بادم۔ یعنی پیر کو کہو کہ آج میری مبارکی کے لئے تشریف لائے۔ کیونکہ آج سلوک کا وہ درجہ مجھے حاصل ہو جس کے لئے اتنی ریاضت اور مجاہدہ کیا گیا تھا۔

اب تم سمجھ سکتی ہو کہ یہ اولیاء اللہ جو ہمہ تن پاک اور خلیفۃ اللہ ہین کیون لوگون پر عاشق ہوتے تھے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ خداوند تعالی کا عشق تشبیہ ہی مین ہو سکتا ہے۔ حالت تنزیہ مین ممکن نہین۔ جس چیز کو تم نہ تو دیکھ سکتی ہو۔ اور نہ چھو سکتی ہو۔ اسکا عشق بھی محال ہے۔ بس معشوق عین حضرت حق ہین۔ اور عشق انھین کا ہے۔ فقط علم کا فرق ہے اگر کوئی شخص اپنے

معشوق کو حضرت حق جانتا ہے وہ در اصل خدا پر عاشق ہے اور جو اسکو بندہ سمجھتا ہے وہ صورت پر عاشق ہے اور عشق مجازی ہے۔

افضل النسا بیگم۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے۔ تو عالم مین سوا اس ذات پاک کے اور کوئی موجود نہین اس لیے عاشق اور معشوق دونو وہی ہین۔ اس کے غیر کا وجود تو محال ہے۔ مگر عوام الناس جو اس حقیقت اور راز کو نہین سمجھ سکتے وہ جاہل اور محجوب کہلاتے ہین یعنی وہ خدا سے ناواقف ہین اور خدا ان سے پردہ مین ہے یعنی وہ خدا کو ان آنکھون سے نہین دیکھ سکتے۔ اس لئے خدا ان کی نظر سے پوشیدہ ہے۔

دنیا مین جب کسیکو تم کسی پر عاشق پاؤ سمجھو کہ وہ بڑے درجہ کا آدمی ہے اور بغیر ریاضت و سلوک کئے وہ بہت مدارج طے کر چکا ہے۔ کیونکہ عشق کی دولت اسی کو ملتی ہے جس مین اسکی قابلیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنے ارادہ اور اختیار سے عاشق نہین ہو سکتا۔ لیکن اگر اس عشق کے ساتھ اسکو معرفت بھی ہو جائے۔ تو اسکا ایک دم سے بیڑا پار ہے۔ یعنی ہمکو اس بات کا یقین ہو کہ جس پر مین عاشق ہون وہ حضرت حق ہی ہین۔ اور کوئی دوسرا نہین ہے بس یہی عشق حقیقی ہے۔ اس کے سوا سب وہم و خیال ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ ہمین خدا کا عشق ہے اور وہ کسی انسان پر عاشق نہین۔ تو سمجھنا چاہیے کہ وہ عاشق نہین صرف زبانی جمع و خرچ ہے خدا کو انھون نے جب دیکھا ہی نہین۔ تو کسطرح عاشق ہو سکتے ہین۔ ہان بغیر دیکھے ہوئے انسان خدا کے وجود کا اعتقاد رکھ سکتا ہے اور اسی کو ایمان

اجمالی کہتے ہین اور جو لوگ خلق کو غائب اور حق کو موجود جانتے ہین۔ انکا ایمان کامل ہے اور وہی فنافی اللہ اور اولیا اللہ ہین۔

تو اب مولانا فرماتے ہین کہ تمہارے عشق کی وجہ سے یہ کتاب لکھی گئی اور دنیا کو فیض پہنچا اور مشہور ہوئی۔ اگر مولانا اپنے مرید پر عاشق نہ ہوتے اور انکا معشوق ان سے اسکی تصنیف کی فرمائش نہ کرتا۔ تو کبھی مثنوی شریف کا وجود نہ پایا جاتا مگر اس عشق ہی سے اس کتاب کا وجود دنیا مین ہوا۔

افضل بیگم۔ یہ تمام عالم عشق ہی کے سبب سے ظاہر ہوا ہے۔ اگر خدا کو عشق نہ ہوتا۔ تو یہ عالم کبھی موجود نہ ہوتا۔ چنانچہ ایک حدیث مین اسی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کُنتُ کنزاً مخفیًا احببتُ ان اعرف الی اخرہ۔ یعنے مین ایک گنج مخفی تھا۔ پھر مجھے یہ محبت یا عشق ہوا کہ مین پہچانا جاون۔ تو اس وقت مین نے عالم کو پیدا کیا۔

یہ حدیث ہے کہ خدا نے اس عالم کو صرف اپنی شناخت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک حسین شخص کو اپنی صورت دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اپنے حسن وجمال کو آئینہ مین دیکھتا ہے۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ نے اس عالم کو اپنے حسن وجمال کے دیکھنے کے لئے آئینہ بنایا ہے۔ اور ہر شے مین اسی کا حسن وجمال دکھائی دیتا ہے۔ مگر جو لوگ اندہے ہین اور جنھین دل کی نظر نہین وہ کسی شے مین خدا کو نہین دیکھتے اور خالق ومخلوق دونو کو جدا جدا سمجھتے ہین نعوذ باللہ لھذا الکفر۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

حیدرآباد دکن
۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ

خط نمبر (۶۸)

مائی ڈیر افضل النسا بیگم۔ مثنوی شریف کے یہ دو اشعار تمھین اسوقت سناتا ہوں شاید کہ تم ان کے بلیغ معنوں کو سمجھوگی اور وہ یہ ہین۔

(۱) شش جہت را نور دہ زین شش صحف — کے یطوف حولہٗ من لم یطف

(۲) عشق را با پنج و با شش کار نیست — مقصد او جز کہ جذب یار نیست

ان اشعار کی نثر عبارت یہ ہے:۔

ازین شش صحف شش جہت را نور دہ۔ من لم یطف کے یطوف حولہ۔ عشق را با پنج و با شش کار نیست۔ مقصد او جز جذب یار نیست۔

ترجمہ۔۔ ان چھہ صحیفون یعنی دفترون یا جلدون سے عالم کی چھہ طرفون کو نورانی کر۔ کیونکہ جو شخص آپ کو پاک اور لطیف نہین بناتا وہ ان کے گرد نہین آسکتا۔ عشق کو پانچ اور چھہ سے کوئی سروکار نہین اسکا تو صرف مقصد یہی ہے کہ یار کو کھینچے یعنی اسکا وصال ہو۔

پہلے شعر کے پہلے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ اس مثنوی کے چھہ دفتر یا چھہ جلدین ہین۔ اور عالم کی بھی چھہ ہی طرفین ہین۔ یعنی۔ شمال۔ جنوب مغرب۔ مشرق۔ فوق اور تحت۔ اس موقع پر یہ کہنا بھی زیبا ہے کہ آج کل یورپ کے جغرافیون مین صرف چار سمتین ہی بیان کیجاتی ہین۔ اور فوق یعنی اوپر اور تحت یعنی نیچے کی دو سمتین متروک ہین۔ حالانکہ وہ دو سمتین بھی موجود ہین۔ فوق اور تحت اگر سمتین نہین تو پھر کیا ہین۔

خیر تو اب مولانا فرماتے ہین کہ ان چھہ دفترون سے عالم کی چھہ طرفون مین

نور پھیلیگا اور عالم نورانی ہو جائیگا - یعنی اس مثنوی کے پڑھنے سے لوگ چارون طرف روحانی فائدے حاصل کرین گے - اور ان کے دلون کی تاریکی دور ہو گی -

افضل بیگم - تم خیال کرتی ہو گی کہ عالم کو صرف یہ آفتاب ہی روشنی دے رہا ہے - واقعی اس عالم ظاہری کو یہی آفتاب نور بخشتا ہے - مگر دلون کے اندر اس آفتاب سے کوئی نور نہین جاتا - دل کا آفتاب حقیقت مین وہ روح ہے جو آفتاب سے بھی زیادہ نورانی ہے -

پیغمبر اولیا اللہ یہ سب دنیا کے باطنی آفتاب اور تارے ہین - یہی مقدس اشخاص انسانون کے تاریک دلون کو آفتاب کی طرح نور دیتے ہین - اگر یہ لوگ دنیا مین پیدا نہ ہوتے یا نہون تو انسان حیوان سے بھی زیادہ بدتر ہو جائے گا - اور اسکی حالت بہائم اور چوپاؤن سے بھی زیادہ پست ہو جائے گی - پس مولانا اپنے زمانہ کے قطب یا انسان کامل یعنی آفتاب روحانی تھے - جنکی مثنوی سے آج تک اس کے مطالعہ کرنے والون کے دل روشن ہوتے رہتے ہین -

افضل بیگم - شاید تم اس بیان کو ایک خیالی اور قیاسی بات سمجھو گی - کہ اولیا اللہ آفتاب اور چاند کی طرح چمکتے ہین - مگر تم کو یاد ہو گا کہ مین نے تم کو مسنر بیزنٹ اور مسٹر لیڈبیٹر کی وہ کتاب معائنہ کرائی تھی جس کا نام دو وزیبل اور انوزیبل ہے اور اس مین اولیا اللہ کا وہ حول یا یعنی قالب مثالی درج تھا جسکو تم نے خود اپنی آنکھون سے دیکھا تھا - اب

مین اولیاء اللہ کے خول یا قالب مثالی کو تمہین سمجھانا چاہتا ہون۔ شاید تمہاری سمجھہ مین ذرا سبھی آجائے۔ تو تمہین بہت بڑا فائدہ ہوگا۔

دیکھو ہر شخص کے اطراف اور اندر اسکا قالب مثالی گھرا ہوا ہے اور ہر شخص اپنے خول کے اندر اسی طرح سے ہے جیسے کہ پنجرے مین جانور جہان وہ کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھتا ہے۔ یا سوتا یا لیٹتا ہے۔ ہمیشہ اپنے خول کے اندر رہتا ہے۔ گویا کہ وہ خول کے اندر یوم پیدایش سے مرنے کے وقت تک رہتا ہے۔ موت کے بعد جب اسکا یہ جسم ٹوٹ جاتا ہے۔ اسوقت یہی قالب مثالی قایم رہتا ہے۔

انسان جو کچھ احساس اور خیال کرتا ہے۔ اسکا اثر اس کے خول پر رنگون کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی اگر غصہ کی حالت طاری ہوتی ہے۔ تو خول مین لال رنگ کی برچھیان یا بان کی طرح شکلین نظر آتی ہین اگر کسی آدمی کا مزاج چڑچڑا ہوجاتا ہے اور وہ بات بات مین غصہ کرتا ہی تو اس کے خول مین لال رنگ کے صدہا داغ کی سی شکلین دکھائی دیتی ہین۔ اسی طرح جب محبت کا جوش ہوتا ہے۔ تو اس کے خول کی رنگت گلابی ہوجاتی ہے اور بہت خوبصورت چمک دار حلقے جنمین نور کی شعاعین ہوتی ہین۔ نظر آتے ہین۔ علیٰ ہذا انسان کی ہر اندرونی حالت کا اثر خول پر رنگون کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا ہے تو اب سمجھو کہ معمولی آدمیون کے خول زیادہ وسیع نہین ہوتے اور اون کے رنگ بھی اچھے نہین نظر آتے جون جون معمولی آدمیون کے خیالات۔ احساس اور افعال و اعمال درست

ہوتے جاتے ہین اسی طرح ان کے خول یعنی قالب مثالی مین بھی خوش رنگی اور ترتیب ترقی کرتی جاتی ہے۔ علمی اشخاص کے خول ان عوام الناس کے خولون سے بہتر ہوتے ہین۔ مگر سب سے زیادہ اعلی درجہ کے خول اولیاء اللہ کے ہوتے ہین۔ ان کے خول کا بیان کرنا یا انکی تصویر کھینچنا محال ہے۔ بہت سے رنگ ایسے ہین جنھین کسی دنیا کے آدمی نے نہین دیکھا۔ ایک ولی کا خول کئی میل کا ہوتا ہے اور اس کے رنگون مین آفتاب کی سی چمک دمک ہوتی ہے۔ جس مقام پر کوئی ولی رہتا ہے۔ اس مقام پر میلون تک اس کے خول کی نورانیت پھیلتی ہے۔ اور لوگ بغیر اور اک اور معلوم کرنے کے خود بخود روحانیات اور اخلاق مین ترقی کرتے جاتے ہین۔

مین نے ایک بزرگ کا خود اپنی ذات سے مشاہدہ کیا ہے جو صرف خدا کے ذکر مین اپنا وقت کسیقدر صرف کرتے تھے۔ وہ ایک ایسے محلہ مین اگر فروکش ہوئے جہان چارون طرف جھگڑالو۔ غصہ ور اور بدکار پٹھان اور کمینے لوگ رہتے تھے۔ مگر چند ماہ ہی کے عرصہ مین تمام فساد اور جھگڑے خود بخود مٹ گئے۔ اور لڑائیون اور گالیون کی نجس آوازین بند ہوگئین۔ اور رفتہ رفتہ وہ سب شریر النفس لوگ خود بخود صلح پذیر ہوگئے۔ اس کا سبب یہی تھا کہ ان کے خول کا اثر چارون طرف پڑتا تھا اور وہ دلون کی تاریکی کو دور کرتا تھا۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ جو لوگ خدا کو دیکھنا۔ اس سے ملنا چاہتے ہین

انھین چاہئیے کہ اہل اللہ کی خدمت مین حاضر رہین ان کے حول یا صحبت سے ان کے دلون کی غلاظت اور کثافت دور ہوتی ہے۔

افضل بیگم۔ اب تمکو ثابت ہوا کہ مثنوی شریف کے الفاظ مین حضرت مولانا کا اثر باطنی موجود ہے۔ اس لئیے جو کوئی اسکو پڑھتا ہے۔ اسکا دل نورانی ہوجاتا ہے اور اسی سبب سے مولانا نے فرمایا ہے کہ اس مثنوی کے چھہ دفترون سے عالم کی چھہ طرفین منور ہوجائینگی۔

دوسرے مصرع مین مولانا فرماتے ہین کہ جو لوگ اپنے آپ کو لطیف اور پاک وصاف نہین کرتے۔ وہ اس مثنوی کے گرد نہ آئین۔ یعنی کثیف اشخاص اور اہل نفس اس مثنوی سے فائدہ نہین اٹھا سکتے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان کا نفس پاک نہین ہوتا۔ اسوقت تک وہ عقل کی بات نہین سمجھہ سکتا۔ حیوانات اور بندرون مین حیوانیت کے غلبہ سے سمجھنے کی لیاقت نہین ہوتی۔ اسی طرح سے جو لوگ رات دن لذات نفسانی اور خیالات حیوانی یعنی کھانے پینے اور عیش وآرام مین گرفتار رہتے ہین۔ وہ کسی روحانی بات کو نہین سمجھہ سکتے۔ پہلے دل سے نفسانی لذتون اور خواہشون کا میل دور کیا جائے۔ تب اس آئینہ مین ربانی باتون کا عکس پڑے گا۔ بغیر آئینہ کی صفائی کے روحانی آفتاب اپنا پرتو نہین ڈال سکتا۔ دیکھو پتھرون پر آفتاب کی روشنی اپنی چمک پیدا نہین کرتی۔ مگر آئینہ پر اسقدر شعاعین پڑتی ہین کہ آنکھون مین چکاچوند ہوتی ہے اسی طرح تاریک دلون مین ربانی باتون کے سمجھنے کی قابلیت نہین ہوتی

ان کے فہم کے لئے تو صفائی قلب ضروری ہے وہ خدا ہر شخص کو نصیب کرے
دوسرے شعر مین مولانا نے فرمایا ہے کہ ہمکو تو سوا یار کی محبت اور عشق
کے اور کسی چیز سے سروکار نہین ۔ یعنی وہ صرف معشوق کی خوشنودی کا خیال
رکھتے ہین ۔ انھین اس سے کوئی غرض نہین کہ دنیا مین انکا کلام مشہور رہے یا
نہ ہو ۔ لوگ اس سے فائدہ اٹھائین یا نہ اٹھائین ۔ فقط

تمہارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۶۹)

حیدرآباد دکن ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم ۔ جو لوگ خدا کے لئے کام کرتے
ہین ۔ اور اپنی عبادت اور ریاضت سے کسی صلہ کی امید نہین رکھتے ۔ انکے
پاس گناہ آنے نہین پاتا ۔ جیسے کنول کا پتہ اور پھول پانی مین نہین بھیگتا ۔
یعنی ان لوگون کے اعمال اور حرکات دنیوی نہین ہوتے ۔ وہ ربانی ہوجاتے
ہین ۔ اور لوث دنیا انکو چھو بھی نہین سکتی ۔

صوفی اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لئے نفس کشی اور ذکر
وشغل کرتا ہے اور حواس خمسہ کی خوشیون سے دست بردار ہوجاتا ہے ۔
اہل اللہ جو کچھ کام دوسرون کے لئے کرتے ہین یا کسی کو فائدہ پہنچاتے
ہین انھین اپنی ذاتی غرض کو ملحوظ نہین رکھتے ۔ لیکن جن لوگون کا دل کدورت
سے آلودہ ہے وہ اپنی خواہشون کے پورا کرنے کے لئے کام کرتے ہین ۔
اور ان کے نتیجون کے امیدوار اور گرویدہ خاطر رہتے ہین ۔
عالم باعمل وہ لوگ ہین جو علم اور انکسار دونون کا اہل ہین ۔ اور گناہ سے

ہاتھی رکتے۔ اور بادشاہ اور فقیر اور عابد اور گناہگار سب کو ایک نظر سے
دیکھتے ہین۔ جن کے دلونین خدا کی توحید سماگئی ہے انھون نے اس دنیا
کی بازی کو جیت لیا ہے۔ کیونکہ اہل توحید واصل حق ہوتے ہین اور جیسے
کہ خداوند تعالیٰ ہر عیب سے مبرا ہے اور ہمیشہ یکسان حالت رکھتا ہے
اسی طرح وہ بھی بے عیب اور صاحب تمکین ہوتے ہین۔

مرغوب چیزون کو پاکر خوشی کرنا اور مکروہ چیزون کے سابقہ سے رنجیدہ
خاطر ہونا نہین چاہئے۔ اہل توحید کا قدم کسی حالت مین نہین ڈگمگاتا۔ وہ
خدا کی ذات مین مقیم ہوتے ہین۔

جن لوگون کا دل دنیا کی چیزون مین نہین پھنسا ہوا ہے انھین اپنے
دلون ہی کے اندر خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اور جنھون نے سلوک یا عبادت
وریاضت یعنی صفائی قلب کی وجہ سے اپنی روح کو خدا سے ملادیا ہے انکو
دائمی خوشی اور ابدی سرور حاصل ہوتا ہے۔

جس سالک کے دلین اطمینان اور سکھ ہے اور جس کے دل مین صفائی
باطن سے روشنی اور نور پیدا ہوگیا ہے وہ خود خدا ہوکر خدا کو پاتا ہے۔

وہ صوفی جنھون نے خواہشات نفسانی کو قطع کردیا ہے۔ اور جنھین
توحید خدا مین کوئی شک وشبہ باقی نہین رہا ہے۔ اور جو اپنے نفس پر
پوری حکومت حاصل کرچکے ہین اور جو تمام بنی نوع انسان کے یکسان بہی
خواہ ہین واقعی واصل حق ہین۔

جن لوگون نے نفسانی خواہشون اور غصہ سے نجات پائی ہے وہ

وہ نفس پر قابو رکھتے ہین اور روح سے بخوبی واقف ہین اور خدا انکے پاس موجود ہے۔

افضل بیگم۔ یہ جو کچھ مین نے اوپر بیان کیا وہ توحید اور نفس کی نسبت تھا۔ اب مین تم سے کچھ باتین افعال اور اعمال کی نسبت بھی بیان کرنا چاہتا ہون۔ شاید تم انھین سمجھو اور وہ تمھین مفید ہون۔

اعمال جمع عمل کی ہے۔ جس کے معنی فعل یا کرنے کے ہین۔ اور عمل کے لفظ مین اسکا نتیجہ یا پھل بھی شامل ہے۔ دنیا مین کوئی بات اتفاقی یا ناگہانی طور پر بے ترتیب یعنی بغیر سبب کے واقع یا ظہور پذیر نہین ہوتی۔ جو کچھ ہوتا ہے وہ باترتیب سبب اور نتیجہ کے ساتھ ہوا کرتا ہے جب زمین مین بیج بویا جاتا ہے تو پہلے اسمین ایک چھوٹی سی شاخ پھوٹتی یا نکلتی ہے۔ اور پھر اسمین پتے نکلتے ہین۔ اور بعد ازان وہ تدریج بڑہتی اور پھول پھل لاتی ہے۔ اس کے بعد پھلو نمین بیج پیدا ہوتا ہی پھر اگر یہ بیج بویا جائے۔ تو پھر اسی طرح کی شاخ پتے پھول۔ پھل اور بیج پیدا ہوتے ہین۔ جیسا بیج ہوتا ہے ویسا ہی درخت بھی ہوتا ہے۔ چاول سے۔ چاول۔ گیہون سے گیہون۔ جو سے جو۔ تھوہر سے تھوہر پیدا ہوتے ہین۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ شعر

گندم از گندم بروید جو ز جو ‌‌ ‌ از مکافاتِ عمل غافل مشو

اگر کوئی شخص کانٹون کے جھاڑ بوئے۔ تو اسکو انگورون کی امید نہین رکھنا چاہئے۔ اور اگر کوئی تھوہر یا چپل سینڈ یا حنظل کا درخت

لگائے۔ تو اسکو سیب کی توقع نہین رکھنی چاہئیے۔ یہی اعمال یا کرم ہین۔ جو شخص اسباب کو جانتا ہے وہ اسی درخت کا بیج بوتا ہے جسکا پھل وہ کہانا چاہتا ہے۔ یہ یاد رکھنے کی پہلی بات ہے۔ جو تمکو یہان بتا دیگئی ہے۔

مگر عمل ایسی سیدہی سادی اور صاف بات نہین جیسی کہ وہ بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اگر ہم کسی آدمی سے پوچھین کہ تم بازار کیون گئے تھے تو وہ کہیگا۔ کہ مجھے جوتے کے ایک جوڑے کی ضرورت تھی۔ اور مجھے خیال تھا کہ وہ بازار مین ملیگا۔ یا یہ کہ مجھے ایک دوست سے ملنا تھا۔ اور یہ خیال تھا کہ وہ بازار مین ملین گے۔ غرضکہ ایسی ہی مختلف جواب ملین گے۔ اور انمین یہی الفاظ ہون گے کہ مین نے چاہا۔ مین نے خیال کیا اور مین گیا۔ گویا خواہش۔ خیال اور کام یہ تین باتین ایک جگہ جمع ہون گی۔

اب سنو عمل یا کسی کام کا پہلا درجہ خواہش ہے۔ جسکو ضرورت کہتے ہین۔ دوسرا درجہ خیال ہے یعنی خواہش کے بعد ہم یہ سوچتے ہین کہ یہ خواہش کسطرح پوری ہوگی۔ اور تیسرا درجہ کام یا عمل ہے کہ ہم خیال کے بعد اعضائے ظاہر سے اسکو کرتے ہین۔ یعنی وہ کارروائی جو ہم اپنی خواہش کے پورا کرنے کے لئے اپنے خیال سے کرتے ہین، یہ تینون باتین یا امور یعنی خواہش۔ خیال اور عمل سلسلہ وار واقع ہوتی ہین۔ یعنی پہلے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسکا خیال آتا ہے۔ اور اسکو بعد عمل یا کام ہوتا ہے۔ پس اب تم کو معلوم ہوا کہ عمل کی رسی انھین

وھاگون سے بنی جاتی ہے۔ اور خواہش۔ خیال اور کام یا عمل ایک ہی جگہہ جمع ہوتے ہین۔ کوئی کام ایسا نہین جس کے پہلے خیال نہ ہو اور کوئی خیال ایسا نہین جس کے اول خواہش نہ ہو۔

ہماری حرکتون یا افعال سے ان لوگون کو جو ہمارے اطراف وجوانب ہین یا تو خوشی یا رنج پہنچتا ہے۔ اگر ہمارے اعمال سے کسی کو خوشی یا فائدہ پہنچے تو ہم خوشی کا بیج بوتے ہین اور پھر وہ بیج بڑھکر ہمارے لئے خوشی کا پھل تیار کرتا ہے۔ اور اگر ہم اپنے کسی فعل بد سے کسی کو رنج اور اذیت پہنچاتے ہین۔ تو ہم اپنے حق مین رنج اور تکلیف کا بیج بوتے ہین جو آگے بڑھکر ہمارے لئے رنج و تکلیف کا باعث ہوگا۔ اگر ہم بے رحمی اور بے دردی کے کام کرتے ہین۔ تو ہم بے رحمی اور ظلم کا بیج بوتے ہین اور وہ بڑھکر ہمارے لئے بیرحمی اور ظلم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم مہربانی کا کام کرتے ہین۔ تو مہربانی اور محبت کا بیج بوتے ہین۔ جو آگے چلکر ہمارے لئے مہربانی اور محبت کا پھل دیتا ہے۔ جو کچھ ہم اپنے اعمال سے بیج بوتے ہین وہی پھل بھی پاتے ہین۔ یہی اعمال کے نتیجے ہین جنھین ہم نے یہان مختصر طور سے بیان کردیا۔ چنانچہ قرآن شریف مین خداوند تعالی جل شانہ فرماتا ہے۔ مَن عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیہا جس نے اچھے کام کئے اُس نے اپنے آپ کو فائدہ پہنچایا۔ اور جس نے برائی کی اس نے اپنے حق مین برائی کی فقط

تمھارا دعاگو محب حسین

خط نمبر (۷۰)

حیدرآباد دکن
۸ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ

مائی ڈیر افضل النسا بیگم - تمہین یہ خیال ضرور ہوگا کہ مولوی صاحب بڑے خود غرض آدمی ہین - اپنے کامون کی وجہ سے مجھے دو خط لکھنے چھوڑ دئے واقعی یہ تمہارا خیال سچ ہے - اور یہ میری لغزش تھی جسکی مین تم سے معافی چاہتا ہون - اب آئندہ سے اپنے ذاتی کامون پر تمہارے کام کو مقدم رکھون گا - اور تمہین بدستور سابق ہفتہ مین دو خط اتنے ہی صفحے کے لکھا کرون گا - جیسے کہ مین پہلے لکھا کرتا تھا - ممکن ہے کہ انمین سے دو ایک بات ہی تمہاری سمجھ مین آجائے تو بھی میرے خط فائدے سے خالی نہ ہون گے -

اب چند روز تک مین تمہین بزرگون اور خدا کے دوستون کے اقوال کو ان خطون کے ذریعہ سے سمجھاؤن گا - تاکہ تمہین تصوف اور خداپرستی کے کچھ اسرار معلوم ہون -

مولانائے حسام الدین شاشی فرماتے ہین کہ "مراقبہ بحقیقت انتظار ست وحقیقت مراقبہ عبارت ازین انتظار است - نہایت سیر عبارت از حصول این انتظار است - بعد از تحقیق باین چنین انتظار کہ ظہورش در غلبۂ محبت است راہبر منتظر باش - وچشم بردار کو نظر را در نظر نہادہ مراقبہ جز این انتظار نیست -"

اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ درحقیقت مراقبہ ایک انتظار ہے -

اور مراقبہ کی حقیقت یہی انتظار ہے۔ اسی انتظار کو نہایت سیر کہتے ہین
یہ انتظار محبت کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ معشوق
کے آنے کا منتظر رہے اور دیکھے کہ میری آنکھون کے سامنے کون آنکھین
ملائے کھڑا ہے بس سب کچھ یہی انتظار ہے۔ اس کے سوا کوئی اور
چیز نہین۔

افضل بیگم۔ افسوس ہے کہ تم اس مطلب کو بڑی مشکل سے سمجھو
گی۔

صوفیون کے ہان مراقبہ اسکو کہتے ہین کہ کسی تنہا مقام مین خدا
کی طرف دہان لگا کر بیٹھین۔ اور اسکا طریقہ کوئی پیر ہی بتا سکتا ہے۔
مین نے تمھین ذرا سا مراقبہ بتایا تھا۔ نہین معلوم کہ تم کرتی ہو یا نہین
ابھی تم سے یہ امید تو ہو ہی نہین سکتی کہ تم ان کامون کی طرف متوجہ
ہو۔ کیونکہ دنیا تمھین چارون طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور
تم اس کے دام سخت مین گرفتار ہو۔ مگر دنیا مین ایسے لوگ کم ہونگے۔
جو اپنی منفعت ذاتی پر خاک ڈالکر تمھاری ہی ذاتی نفع پر نظر رکھین اور
تمھین دنیا کی تکلیفون اور عذاب سے چھوڑا کر جنھین تم خوشی اور راحت
غلطی سے سمجھتی ہو۔ خدا کی راہ پر لگائین جو عین سرور اور لذت دائمی
ہے۔ اگر خدا کو تمھاری ہدایت منظور ہوگی۔ تو کوئی مرشد کامل تمھین
نامعلوم طور سے اپنے گھر ہی مین بیٹھکر تعلیم دے گا۔ اور دنیا کی حرص
وہوس سے تمھین چھوڑا کر جو ہلاکت کے مستحکم پھندے ہین حیات

بدی کی طرف لے جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اب تمہارے وہ خیالات بہت کم باقی ہون گے جو دو برس پہلے تھے۔ اور تمہارے خیالات مین کسیقدر تو صفائی پیدا ہوئی ہو گی۔ اور دنیا کی بے ثباتی اور لوگون کی بے مروتی کا کچھ تو تجربہ حاصل ہوا ہو گا۔

الغرض مراقبہ وہ شغل ہے جو خدا کی طرف لے جاتا ہے۔ اسکے فائدہ اسقدر ہین کہ احاطہ تحریر مین نہین آتے جو لوگ مراقبہ کرتے ہین انکے دلونمین سچی خوشی اور دائمی سرور پیدا ہوتا ہے۔ یہ سرور ایسا لطیف اور عمدہ ہے جو دنیا کی کسی شراب مین موجود نہین۔ مراقبہ سے باطنی قوتین ترقی کرتی ہین۔ اور عقل کھلتی ہے۔ جو باتین کتابون سے حاصل کر۔۔۔ والون کو برسون مین سمجھ مین نہین آتین۔ انھین اہل مراقبہ ایک دم مین فوراً سمجھ لیتے ہین۔ مراقبہ سے انسان نفس کی حکومت سے چھوٹتا ہے۔ اور روح زوردار ہوتی ہے۔ اور جب روح کو زور ہوا تو آدمی کی حکومت خلقت پر ہونے لگتی ہے۔ تم جن باتون کو محال سمجھتی ہو۔ انھین اہل مراقبہ کوئی چیز نہین جانتے۔ مردہ کو زندہ کرنا اور زندہ کو مارنا تک ان کے ہاتھ مین ہوتا ہے۔ انکی دعا تیر بہدف ہوتی ہے۔ جس بیماری کو ڈاکٹر لا علاج کہتا ہے۔ اسکو وہ صرف ایک پھونک مارنے سے اچھا کر دیتے ہین۔ اگر چاہین تو جو جی چاہے کرین۔ مگر وہ ان سب باتون کو خرافات جانتے ہین۔ اور خدا کے کارخانہ مین دست اندازی پسند نہین فرماتے ہین۔ کیونکہ کرامتون اور قوتون کا اظہار کرنا بھی تو

نفس کا فعل ہے۔ یعنی اس سے غرض شہرت اور عزت ہی ہوتی ہے
اس کے علاوہ کارخانۂ قدرت مین دخل دینے سے اپنے آپکو
بھی مضرت پہنچتی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پہلوان
گو کیسی بڑی طاقت رکھتا ہو۔ ایک روز مین آتے ہوئے انجن کے سامنے
کھڑا ہو جائے۔ اور اسکو روکنا چاہے۔ تو ضرور وہ پسکر چور چور ہو جائیگا
اسی طرح جو شخص خداوند تعالیٰ کے انتظام مین دخل دیتا ہے وہ خود
نقصان اٹھاتا ہے اور اپنی چھوٹی سی قوت سے ایک بہت بڑی قوت
کو بدل دینا چاہتا ہے۔
اولیاء اللہ لوح محفوظ کو دیکھ سکتے ہین۔ جس مین تمام انسانون کی
قسمت معین کے حالات لکھے ہوئے ہین۔ جب انکو معلوم ہو جاتا ہے کہ
مانگنے والے کی قسمت مین لڑکا لکھا ہوا ہے۔ تو وہ کہدیتے ہین کہ بشرطیکہ
خدا کی اجازت انکو ہو جائے۔ جا تیرے لڑکا ہوگا۔ اور پھر ان کے کہنے
کے موافق لڑکا ہوتا ہے۔
افضل بیگم۔ مراقبہ کے معنی انتظار کے بیان کئے گئے ہین۔ مین
اس انتظار کو نہین سمجھا تھا۔ مگر خدا ایک دوست کا بھلا کرے کہ اسنے
دل لگی مین مجھے انتظار کی کیفیت بخوبی سمجھا دی۔
ایک دفعہ میرے ایک دوست نے مجھے لکھا کہ مین فلان دن اور
فلان وقت فلان مقام پر تم سے ملونگا۔ مین اسکی تحریر کو صحیح سمجھکر وہان
گیا۔ اور اسکا انتظار کیا۔ اور اس انتظار مین چار گھنٹے مجھے گذر گئے۔

آنکھین سڑک کی طرف تھین اور دماغ مین اس کے آنے کے سوا اور کوئی خیال نہ تھا۔ افسوس ہے کہ وہ دوست اپنے وعدہ کے بموجب نہین آیا۔ مگر مجھے انتظار کی کیفیت کا پورا پورا تجربہ ہوگیا۔ اور اس روز معلوم ہوا کہ مراقبہ اس انتظار کا نام ہے یعنی خدا کی طرف ایسی توجہ ہونی چاہئے جیسی کہ اس روز اس دوست کی طرف تھی۔

اگر کوئی شخص معین طریقہ سے خدا کی طرف اسطرح مراقبہ کرتا رہے تو ضرور خدا کے ساتھ اس کا تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ اور زندگی کا مقصد اعلیٰ یہی مراقبہ ہے۔ آج کل یورپ مین لوگ اس مراقبہ کو سیکھتے جاتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس سے فائدہ نہین اٹھاتے۔

مین نے مراقبہ کے چند فائدے صرف تمہاری واقفیت کے لئے لکھدئے۔ اس سے زیادہ فائدون کا تمہین یقین نہین آسکتا۔ جب تک کہ تم خود برسون مراقبہ نہ کرو اور کسی بزرگ سے اس شریف فن کو نہ سیکھو۔ اور کسی کی مرید نہ ہو جاؤ۔

اس زمانہ مین پیری مریدی صرف نام کی ہے۔ اس سے مقصد روپیہ اور منفعت ذاتی ہوتی ہے۔ لوگ امیرون کو مرید بنا کر حلوے مانڈے کھاتے ہین۔ جاہلون کو علوم باطن کی تو کچھ خبر نہین۔ اس لئے وہ بڑا دھوکا کھاتے ہین، اور انھین کچھ حاصل نہین ہوتا۔ اور پھر یہ شکایت کرتے ہین کہ تصوف مین کچھ نہین صرف باتین ہی باتین ہین۔ مگر ان کو استاد کامل نہ ملنے اور اس علم شریف کو پورے طور سے حاصل نکرنے

کوئی فائدہ نہین ہوتا - اور یہ قصور اُستاد ناقص اور اون کی عدم محنت کا ہے ورنہ خدا سچ ہے اور خدا کے راستے درست ہین - انہین کوئی شک و شبہ نہین ہے -

تمہارا دعاگو محمد حسین

حیدرآباد دکن
یکم جون ۱۹۱۰ع

مائی ڈیر افضل النسا بیگم

اس ہفتہ مین دو خط لکہنے کا موقع نہین ملا - اس کا سبب یہہ تہا کہ تاڑبن مین عرس اور مشاعرہ تہا وہان دو روز مین رہا - مشاعرے کی غزلین تمہین روانہ کر چکا ہون - اب ذرا سا حال عرس کا بہی سن لو -

یہ عرس پارسال سے ایک پہاڑی پر ہوتا ہے جسکا نام حضرت شاہ محمد صاحب قبلہ نے خواجہ پہاڑی رکہا ہے - ہر سال اپنے پیر کا عرس کرتے ہین - مگر اس دفعہ تو درحقیقت ایک نہایت ہی پُر لطف عرس تہا تمام پہاڑی پر خوب روشنی تہی سماع خانہ بہت ہی خوبی کے ساتھ سجایا گیا تہا ایک عورت کی قبر بہی خوب روشنی تہی جس سے صاف معلوم ہوتا تہا کہ اس نیک بیوی کو خدا نے قبول فرمایا ہے - انتقال کے بعد ان کو یہ عزت نصیب ہوئی مجھے معلوم ہے کہ دل سے خدا کی طرف متوجہ تہین اور زندگی مین بڑے صبر و رضا سے بیماری کی آفتون اور مصیبتون کو جہیلا تہا - اور تپ دق کی سخت بیماری مین مبتلا ہوکر رہانہ ملک بقا ہوئی تہین مگر ان سب بلاؤن مین خدا کا ذکر ترک نہین ہوا تہا - اور وہ نہایت ہی آسانی سے جان بحق ہوئی تہین -

افضل بیگم۔ خدا کے دوستون کے جسم تک بعد مرنے کے فنا نہین ہوتے۔ اور انھین زمین تک نہین چھوتی۔ کیا وجہ ہے کہ پاس کی تمام قبرون کے مردے خاک ہوجائین اور ایک قبر کا مردہ ویسا ہی موجود رہے اگر زمین کی کوئی تاثیر تھی تو اوس پر بھی اثر ضرور ہوتا۔ نہین ہرگز نہین۔ جب روح خدا کے ذکر سے پاک و صاف ہو جاتی ہے۔ تو اس کے اثر سے جسم مین بھی لطافت اور استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی سلئے اولیاء اللہ کے جسمون مین عوام الناس کے اجسام کی طرح تغیر اور تبدل نہین دیکھا جاتا۔ وہ بڑھاپے مین بھی جوانی کی کیفیت رکھتے ہین۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو مین نے تمہین لکھا۔ اب کچھ مجلس سماع کا حال لکھنا بھی ضروری ہے۔ اس دفعہ بھی اعلیٰ درجہ کی غزلین سننے مین آئین۔ مگر کچھ یاد نہ رہا۔ مشکل سے اس شعر کا پہلا مصرع یاد رہا۔ جسکو مین نے پچھلے خط مین تمہین نہین لکھا تھا۔ یہ شعر نہایت ہی بلیغ اور پر مضمون ہے۔ اس لئے مین تمہین یہان نذکر تا ہون۔ اور وہ یہ ہے۔

ہر دم ز تو در سینہ صد داغ جفا خواہم   باور د تو خو کردم حاشا کہ دوا خواہم

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تو ہر دم میرے سینہ پر جفا اور ستم کے سو داغ دے اور مین نے تیرے جفا کی عادت کر لی ہے اس لئے اس درد کی اب کوئی دوا نہین چاہتا ہون۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عاشقان حضرت حق نے آفتون اور بلاؤن کو اچھا جانتے ہین۔ اور معشوق کے ظلم و ستم کی ذرا بھی شکایت نہین کرتے

اور اس کے درد جدائی ہی کو راحت دل جانتے ہین اور اس کا علاج نہین چاہتے ہین۔ غرضکہ معشوق کی رضاجوئی عاشق کا کام ہے۔ عاشق اپنی غرض کو چھوڑ کر معشوق کی مرضی پر قانع ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہین کہ ”چون مکروہے بمرد رسد۔ اگر بندہ خود است تفاوت نہ کند۔“

اس فقرے کا ترجمہ یہ ہے کہ جب کوئی رنج یا آفت آدمی کو پہنچے۔ تو اگر وہ اپنا بندہ ہے۔ تو اس کو فرق کریگا اور اگر خدا کا بندہ ہے تو فرق نہ کرے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے نفس کا بندہ ہے۔ تو اسکو آفتون اور تکلیفون اور خوشیون مین فرق معلوم ہوگا۔ اور وہ تکلیفون مین رنج وغم کرے گا۔ اور عیش وآرام مین خوش ہوگا اور جو خدا کا بندہ ہے وہ رنج وراحت کو یکسان جانے گا۔ اور دونون مین خوش رہے گا۔ کیونکہ رنج اور راحت سب خدا کی طرف سے ہین۔ تو پھر ایک مین خوش ہونا اور دوسری حالت مین رنجیدہ ہونا کیا معنی گویا خدا کی مشیت پر نکتہ چینی کرنا اور دوست کی مرضی سے ناراض ہونا ہے۔ اور یہ سراسر کفر ہے کہ کوئی خدا کی خوشی سے ناراض ہو اور اسکی خوشی پر اپنی خوشی چاہیے اور در اصل خدا کا بندہ نہین وہ تو اپنا ہی بندہ ہے۔

افضل بیگم۔ اکثر لوگ زبان سے ہر وقت خدا کی بندگی کا اقرار کرتے ہین۔ اور نماز روزے حج زکات وغیرہ سے خدا کی عبودیت اور بندگی

ظاہر کرتے ہین اور دل مین یہ بھی سمجھتے ہین کہ ہم خدا کے بندے ہین۔ مگر وہ دراصل شیطان یا نفس یا اپنی خواہشون کے بندے ہوتے ہین اور کتے۔ خوک اور ریچھ کی نماز ادا کرتے ہین۔ اگر کوئی ولی کسی شخص کو عالم مثال ہی تھوڑی دیر کے لئے دکھاوے تو اس کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ کتے کو سجدہ کر رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نادانون کو عبادت سے زیادہ فائدہ نہین ہوتا۔ علم کی ضرورت جیسے ہر کام مین ہے۔ اسی طرح عبادات مین بھی ہے۔

دیکھو جب کوئی شخص نماز پر کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اُسکے خیالات کدہر ہوتے ہین۔ اگر وہ روپیہ کے خیالات مین ہے۔ تو دراصل اسی روپیہ کو سجدہ کر رہا ہے۔ اور اگر وہ کسی عورت یا مرد کے خیال مین بغرض شہوت ہے تو دراصل وہ اپنی شہوت کی عبادت کر رہا ہے۔ غرض کہ ہر شخص کی خواہش اُسکا بت ہے۔ اور وہ اپنے ہی نفس کا بندہ ہے۔ وہی بزرگ اسی مطلب پر ایک شعر بھی فرماتے ہین اور وہ یہ ہے۔

نفع وضرت گر تفاوت میکند   بت گرے باشی کہ اوبت میکند

اس شعر کے معنی یہ ہین کہ اگر تجھکو نفع اور ضرر مین فرق معلوم ہو تو تو بت تراش یا بت پرست ہے کہ اس بت کو بناتا ہے۔

اس شعر کے بہت نازک معنی ہین۔ افسوس ہے کہ تم ابھی ان معنی کو بخوبی سمجھنے کی استعداد نہین رکھتین خیر مین بیان تو کرتا ہون۔

تم کو نفع حاصل ہوا۔ تو تمہین خوشی ہوئی اور اگر تم کو مضرت پہنچی تو تم ناراض ہوئین۔ تو ایسی صورت مین تم نفس پرست ہو۔ کیونکہ نفع اور نقصان کا خیال ہی نفس پر قائم ہے۔ اور رنج وخوشی بھی اسی نفس کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایسی صورت مین تمہین خدا پرست نہین کہا جائے گا۔ اس لئے کہ خدا کے نزدیک تو نفع و نقصان ایک ہی ہے۔ اور اس کا بندہ خوشی سے اس کی مرضی کی اطاعت کرتا ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ نفع وضرر کیا ہے۔ دراصل وہ کوئی شئے نہین صرف تمہارے خیال ہی نے ان کو پیدا کیا ہے۔ مثلاً تم کو کوئی تمہاری مراد ملی۔ یہ مراد تمہاری نفسانی خواہش نے خود ہی پیدا کی تھی اور تم نے آپ ہی اپنے لئے ایک بت تراشا تھا اور اس کے دھیان اور پوجا پاٹ مین لگی تھین اور خدا کی یاد سے منہ پھیر لیا تھا۔ تو اب یہ مراد یا تمنا یا آرزو ایک بت تھی جس کو تمہارے ہی دل نے خود تراشا تھا

تم دولت کو چاہتی ہو تاکہ خوب عیش کرو۔ یہ خواہش تمہارے نفس شیطان کی ہے۔ اور جو کچھ پیروی اور خیال تم اس دولت کی نسبت کرتی ہو وہ شیطان کی عبادت ہے۔ تو گویا تمہارا دل اور تمہارے سب اعضائے بدن شیطان کی عبادت مین ہر آن مصروف ہین۔

ایسی صورت مین خدا کی طرف کیونکر خیال جا سکتا ہے اور اگر بے دلی سے مسجد مین نماز ادا بھی کی تو وہ نماز بھی اسی بت کی ہے جو تمہارے دل مین موجود ہے۔ پہلے تم دل سے دولت کا خیال مٹاؤ اور اس

خواہش کو نکالو اس وقت البتہ خدا کی نماز ادا ہوگی ورنہ کچھ بھی نہ ہوگا۔
اس خط کے اختتام پر مناسب ہے کہ ان بزرگ کا تھوڑا سا ذکر کیا جائے جو اس عرس شریف کے بانی ہین۔ ان مقدس بزرگ کا نام نامی حضرت شاہ محمد صاحب قبلہ ہے۔ انھین سے مجھے بعت ہے۔ اس بعت کا مختصر حال یہ ہے کہ بعض دوستون کے ساتھ مین ایک مجلس سمع مین گیا تھا۔ وہان حضرت قبلہ سے میرے ان صوفی منش دوستون نے ملاقات کرائی۔ اور انھون نے مجھ سے یہ کہدیا تھا کہ آج حضرت سے خوب ہی بحث کرنا اور تصوف وحکمت کے مسائل مین اپنی دلیلون سے ان پر غالب آنا۔ ان کے دلون مین ان بزرگ کی وقعت نہ تھی۔ جب مین نے ان سے گفتگو کی تو مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو ایک خدا رسیدہ اور عارف باللہ بزرگ ہین۔ جن کے معلومات کے سامنے میرا ذرا سا علم کچھ چیز نہین۔ پھر مین نے اُن سے زیادہ بحث نہین کی اور ان سے بعد ازان ملنے کا وعدہ کیا۔ میرے دل کو معلوم ہوگیا کہ یہ کچھ چیز ہین۔ مین ان کے گھر پر گیا۔ پہلی ملاقات مین تو وہ زیادہ محبت سے پیش نہین آئے۔ مگر بعد ازان وہ مجھ پر زیادہ مہربانی اور شفقت کرنے لگے۔ اس کے بعد انھون نے کچھ اشغال بتا دئے۔ دو برس کے بعد جب مجھے پورا اطمینان ہوگیا۔ تو مین ان کا مرید ہوا اور پھر مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ علم واکتساب دونون مین بڑے مقام پر ہین۔
اب تھوڑا حال حضرت قبلہ کا بھی سنئے۔ وہ پہلے شال کی تجارت

کرتے تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر مین وہ حضرت قبلہ میان سردار بیگ رحمۃ اللہ
کے مرید ہوئے اور ان سے خوب محنت کرکے تصوف کے عملی مسائل حل کئے
اور تمام مقامات کا علم پیر کی صحبت بابرکت سے انکو حاصل ہوا ہے علاوہ تصوف کے
وہ علم فلسفہ اور فقہ سے بھی واقفیت رکھتے ہین۔ میری نظر مین اسوقت
حیدرآباد بلکہ تمام ہندوستان مین ایسے اشخاص بہت کم نکلین گے جو بحیثیت
اجتماعی اس قدر قابلیت رکھتے ہون شعر

او ہر اللہ سے واصل وہ ہر مخلوق کو شامل خواص اس برزخ کبری مین ہر حرف مشدد کا

حضرت پیر و مرشد قبلہ کے اوصاف ذاتی کا بیان کرنا تو بڑی مشکل ہے
اور لوگ اس بیان کو باور بھی نہ کرین گے کیونکہ دنیا کا خاصہ ہے کہ وہ زندگی مین
کسی ولی کو بھی ولی نہین مانتے اور مرنے کے بعد ایک شیطان کو بھی ولی مانتے
ہین۔ مگر جہان تک مجھے تجربہ ہوا ہے مین اپنی ذاتی رائے سے اتنی بات کے
انہیا [illegible] پیش نہین کرسکتا کہ وہ عارف باللہ ہین اور کئی مقامون
تک اُن کی رسائی ہے۔ اس کے علاوہ وہ سلوک کا راستہ بہت باقاعدہ بتاتے
ہیں اور [illegible] سے مرید کی تشفی کردیتے ہین اور کبھی کسی کے بحث و مباحثہ
سے ناراض نہین ہوتے جیسا کہ حال آجکل کے اکثر صوفیون کا ہے
کہ وہ اعتراض کو سن ہی نہین سکتے اور صاف کہدیتے ہین کہ خدا کا راستہ
بحث و مباحثہ سے نہین ملتا۔ مگر حضرت قبلہ کا یہ حال ہے کہ تصوف کے
مسائل مین جسقدر کوئی دقیق اعتراض کرے اسی قدر اسکو خوشی سے
سماعت فرماتے ہین اور کبھی کسی کی بحث سے چین بہ جبین نہین ہوتے

اس کے سوا ان کے اخلاق ربّانی ہین. حلم. انکسار. کسر نفسی وغیرہ جو جو باتین اولیا اللہ مین سنا کرتے تھے وہ سب ان مین موجود ہین - وہ لوگون کے دنیاوی کام بھی نکالا کرتے ہین اور لوگون مین اسی طرح رہتے ہین کہ لوگ انھین دنیا دار ہی جانتے ہین. ان کا مشرب یہ ہے کہ بظاہر دنیا دار رہنا چاہیے اور باطن مین خدا کی معرفت. ایک طرف کا آدمی ناقص ہے. کمال یہی ہے کہ دنیا اور دین دونو ایک جگہہ جمع ہون اور خداوند تعالیٰ کی سب نعمتون سے فائدہ اٹھانا چاہیے. تارک الدنیا کے یہی معنی ہین کہ دل مین خدا کا خیال رہے اور دنیا کو بھی دین بنا دے

مگر یہ کہ تم نے جو یہ ارادہ ظاہر کیا ہے کہ یہ خطوط مین طبع کرا کے شایع کرون گی اس مین میری طرف سے تمھین کوئی ممانعت نہین. اس کتاب سے انھین کو اسرار باطنی معلوم ہونگے جو ان کے سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہین دوسرون کے لیئے یہ راز کی باتین راز ہی نہین. اس ... کی اشاعت مین کوئی مضائقہ نہین قرآن شریف مین فرمایا گیا ہے یھدی بہ کثیرا ویضل بہ کثیرا اسی ایک بات سے اکثر لوگ ہدایت پاتے ہین اور اسی سے اکثر گمراہ ہو جاتے ہین -

تمھارا دعاگو محب حسین

تمت

مرتبہ و مولفہ

افضل النسا خانم

... NG ... Oriental ... DUFFRIN 1116 Acc...